

ICOM • دوم سال پنجاب بورڈ • اردو میڈیم

معاشیات دوم سال

مکمل نوٹس — تمام 13 ابواب (Economics 2nd Year — Complete Notes, All 13 Chapters)

freebooks.pk



فہرست مضامین (Table of Contents)

Chapter 1	قومی آمدنی (National Income)
Chapter 2	زیر (Money)
Chapter 3	بنک (Bank)
Chapter 4	سرکاری مالیات (Public Finance)
Chapter 5	بین الاقوامی تجارت (International Trade)
Chapter 6	پاکستان کی معیشت کا تعارف (Introduction to Pakistan's Economy)
Chapter 7	پاکستان کی قومی آمدنی (National Income of Pakistan)
Chapter 8	معاشی ترقی و منصوبہ بندی (Economic Development and Planning)
Chapter 9	مواصلات، ذرائع آمدورفت اور انسانی ذرائع کی ترقی (Communication, Transportation and Human Resource Development)
Chapter 10	پاکستان کا بنکاری نظام (Banking System of Pakistan)
Chapter 11	حکومت پاکستان کے مالیات (Public Finance of Pakistan)



Chapter 12

پاکستان کی تجارتِ خارجہ (Foreign Trade of Pakistan)

Chapter 13

اسلام کا معاشی نظام (Economic System of Islam)

تیار کردہ: freebooks.pk — یہ نوٹس پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ (PCTB) کے تحت انٹرمیڈیٹ (ICOM، جماعت 12) معاشیات کے نصاب پر مبنی اصل تعلیمی مواد ہیں۔ ہر باب میں کلیدی تصورات، تعریفات، اہم حقائق، خاکہ جات، مختصر و تفصیلی سوالات، معروضی سوالات، نظر ثانی خلاصہ اور امتحانی نکات شامل ہیں۔

Freebooks.pk — DMCA-protected. These notes are copyrighted and may be shared or linked without any ©

.changes

.Original educational content created by the Freebooks.pk Editorial Team

Internal Reference: FBPK-ECO2-URDU-2026-01



Freebooks.pk

مفت نوٹس • پرانے پرچہ جات • رہنما کتب

ICOM دوم سال معاشیات — پنجاب بورڈ (اردو میڈیم)

باب 1

قومی آمدنی

(National Income)

کلیدی تصورات • تعریفات • مختصر و تفصیلی سوالات • معروضی سوالات • خاکہ جات • امتحانی نکات

© freebooks.pk — اصل تعلیمی مواد



یہ نوٹس پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ (PCTB) کے تحت انٹرمیڈیٹ (ICOM، جماعت 12) معاشیات کے نصاب کے باب اول، قومی آمدنی پر مبنی ہیں۔ معاشرے میں مختلف افراد معاشی سرگرمیوں میں حصہ لے کر اشیاء و خدمات پیدا کرتے ہیں اور اسی پیداواری عمل میں حصہ لے کر اپنے لیے آمدنی حاصل کرتے ہیں۔ کسی ملک کے لوگ اپنے سرمائے، قدرتی وسائل اور افرادی ذرائع کو بروئے کار لا کر ایک سال کے عرصہ میں اشیاء و خدمات کی جو مقدار پیدا کرتے ہیں اسے قومی آمدنی کہا جاتا ہے۔ یہ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے ہیں۔

اس باب میں قومی آمدنی کی مختلف تعریفیں، اس کے چھ بنیادی تصورات (خام ملکی پیداوار، خام قومی پیداوار، خالص قومی پیداوار، قومی آمدنی، شخصی آمدنی، قابل تصرف شخصی آمدنی)، ان کے باہمی تعلق کا خاکہ، قومی آمدنی کی پیمائش کے تین طریقے (پیداوار، آمدنی اور اخراجات کا طریقہ)، قومی آمدنی کا دائرہ و بہاؤ، صرف و بچت و سرمایہ کاری کے تصورات، اور قومی آمدنی کے توازن کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

تعلیمی مقاصد

- قومی آمدنی کی تعریف بیان کریں اور مختلف ماہرین معاشیات کی تعریفوں کا موازنہ کریں۔
- خام ملکی پیداوار (GDP)، خام قومی پیداوار (GNP)، خالص قومی پیداوار (NNP) اور قومی آمدنی (NI) میں فرق واضح کریں۔
- شخصی آمدنی (PI) اور قابل تصرف شخصی آمدنی (DPI) کی وضاحت کریں اور تمام تصورات کے باہمی تعلق کو خاکے کی مدد سے سمجھائیں۔
- قومی آمدنی کی پیمائش کے تین طریقوں (پیداوار، آمدنی، اخراجات) کو بیان کریں۔
- دوہری گنتی، بلا معاوضہ خدمات اور زیر زمین سرگرمیوں جیسی مشکلات کی وضاحت کریں۔
- قومی آمدنی کے دائرہ و بہاؤ کو گھرانوں اور کاروباری اداروں کے درمیان تعلق کی روشنی میں بیان کریں۔
- صرف، بچت اور سرمایہ کاری کے تصورات (APC، MPC، APS، MPS) کی وضاحت کریں۔
- خود اختیار اور ترغیب یافتہ سرمایہ کاری میں فرق کریں اور قومی آمدنی کے توازن کو مجموعی طلب و رسد اور بچت و سرمایہ کاری کے طریقوں سے سمجھائیں۔



قومی آمدنی کی تعریف اور اہمیت

قومی آمدنی سے مراد وہ مجموعی مالیت ہے جو کسی ملک میں ایک سال کے عرصہ میں پیدا ہونے والی تمام اشیاء و خدمات کی صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ اس میں بیرون ملک سے حاصل ہونے والی خالص آمدنی بھی شامل کی جاتی ہے جبکہ انتقالی ادائیگیوں (Transfer Payments) کو اس میں شامل نہیں کیا جاتا۔ مختلف ماہرین معاشیات نے قومی آمدنی کی اپنے اپنے انداز میں تعریفیں کی ہیں۔ پروفیسر گارڈنر ایکلے کے نزدیک قومی آمدنی کسی ملک کے تمام افراد کی انفرادی آمدنیوں کا مجموعہ ہے، جبکہ پروفیسر پیگو کے مطابق قومی آمدنی قوم کی اس معروضی آمدنی پر مشتمل ہوتی ہے جسے زر کے پیمانے سے ناپا جاسکے، تاہم پیگو نے غیر مادی خدمات (جیسے اساتذہ، ڈاکٹر) کو نظر انداز کیا جس پر بعض ماہرین نے اعتراض کیا۔

پروفیسر الفرڈ مارشل کی تعریف کو زیادہ جامع اور قابل قبول سمجھا جاتا ہے، کیونکہ وہ مادی دولت کے ساتھ ساتھ غیر مادی خدمات اور تجارتِ خارجہ سے حاصل ہونے والی آمدنی کو بھی قومی آمدنی میں شامل کرتے ہیں، جبکہ وہ خالص مجموعی پیداوار (Net Aggregate) کی بات کرتے ہیں یعنی شکست و ریخت پر اٹھنے والے اخراجات کو منہا کیا جاتا ہے۔ پروفیسر فشر کے نزدیک صرف وہی اشیاء و خدمات قومی آمدنی میں شمار ہوتی ہیں جنہیں صارفین ایک سال کے دوران صرف کرتے ہیں۔ ان تمام تعریفوں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ قومی آمدنی سے مراد ایک سال کے عرصہ میں ملک کے تمام عاملینِ پیدائش کو حاصل ہونے والے معاوضوں (لگان، اجرت، سود اور منافع) کا مجموعہ ہے۔

قومی آمدنی کے تصورات: خام ملکی پیداوار اور خام قومی پیداوار

قومی آمدنی کے چھ بنیادی تصورات ہیں: خام ملکی پیداوار، خام قومی پیداوار، خالص قومی پیداوار، قومی آمدنی، شخصی آمدنی اور قابل تصرف شخصی آمدنی۔ خام ملکی یا داخلی پیداوار (Gross Domestic Product - GDP) سے مراد کسی ملک کی جغرافیائی حدود کے اندر ایک سال کے دوران پیدا ہونے والی تمام حتمی اشیاء و خدمات کی زری مالیت کا مجموعہ ہے، جو صرف اخراجات (C)، سرمایہ کاری (I)، سرکاری اخراجات (G) اور صافی برآمدات (X-M) کے مجموعہ کے برابر ہوتی ہے: $GDP = C + I + G + (X-M)$ ۔ اگر بازاری قیمتوں کے لحاظ سے معلوم شدہ خام ملکی



پیداوار میں سے بالواسطہ ٹیکس منہا اور اعانتیں جمع کر دی جائیں تو عالمینِ پیدائش کے مصارف کے لحاظ سے خام ملکی پیداوار حاصل ہوتی ہے۔

خام یا مجموعی قومی پیداوار (Gross National Product - GNP) سے مراد کسی ملک کے اپنے ملکیتی عالمین پیدائش کی ایک سال میں پیدا کردہ تمام اشیاء و خدمات کی مروجہ بازاری قیمتوں پر حاصل شدہ مالیت ہے۔ اس میں زرعی اجناس، صنعتی پیداوار، عالمین کی خدمات اور متفرق اداروں کی خدمات شامل ہوتی ہیں۔ خام قومی پیداوار دراصل خام ملکی پیداوار میں بیرون ممالک سے پاکستانیوں کی بھیجی گئی رقم (خالص) شامل کرنے سے حاصل ہوتی ہے: $GNP + \text{بیرون ممالک سے حاصل شدہ خالص رقم} = GDP$

خالص قومی پیداوار اور قومی آمدنی

خالص قومی پیداوار (Net National Product - NNP) حاصل کرنے کے لیے خام قومی پیداوار میں سے سرمائے کی فرسودگی یا شکست و ریخت (Depreciation Allowances) کے اخراجات منہا کیے جاتے ہیں: $NNP = GNP - \text{فرسودگی الاؤنس}$ ۔ جب اشیائے سرمایہ استعمال میں آتی ہیں تو وقت کے ساتھ ان میں ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے اور ان کی قدر و قیمت کم ہوتی جاتی ہے، مثال کے طور پر اگر ایک مشین ایک لاکھ روپے کی ہو اور دس سال تک چلے تو ہر سال اس کی قیمت میں دس ہزار روپے کی کمی واقع ہوگی، یہی فرسودگی کے اخراجات کہلاتے ہیں۔

قومی آمدنی (National Income - NI) سے مراد وہ آمدنی ہے جو کسی ملک کے تمام عالمین پیدائش کے معاوضوں یعنی لگان، اجرت، سود اور منافع کے مجموعہ پر مشتمل ہو۔ چونکہ بازاری قیمتوں میں حکومتی ٹیکس اور اعانتیں شامل ہو کر اصل قیمت کو چھپا دیتی ہیں، اس لیے قومی آمدنی حاصل کرنے کے لیے خالص قومی پیداوار میں سے بالواسطہ ٹیکس (مثلاً ایکسائز ڈیوٹی) منہا اور اعانتیں (Subsidies) جمع کی جاتی ہیں: $NI = NNP - \text{بالواسطہ ٹیکس} + \text{اعانتیں}$

شخصی آمدنی، قابل تصرف شخصی آمدنی اور تصورات کا باہمی تعلق

شخصی یا ذاتی آمدنی (Personal Income - PI) سے مراد وہ آمدنی ہے جو کسی ملک کے باشندوں کو حقیقی طور پر حاصل ہوتی ہے۔ یہ قومی آمدنی سے اخذ کی جاتی ہے مگر اس میں سے چار اشیاء منہا کی جاتی ہیں: مشترکہ سرمائے کی کمپنیوں کے غیر منقسم منافع جات (جو حصہ داروں میں تقسیم نہیں ہوتے)، منافع ٹیکس، اور سماجی تحفظ کی



کٹوتیاں (جو ملازمین کی تنخواہ سے کاٹی جاتی ہیں)۔ اس کے ساتھ انتقالی ادائیگیاں (پنشن، وظائف، بڑھاپے کا الاؤنس وغیرہ) جمع کی جاتی ہیں، کیونکہ یہ اگرچہ قومی آمدنی کا حصہ نہیں مگر لوگوں کو حقیقتاً موصول ہوتی ہیں: $PI = NI$ - غیر منقسم منافع جات - منافع ٹیکس - سماجی تحفظ کی کٹوتیاں + انتقالی ادائیگیاں -

قابل تصرف شخصی آمدنی (Disposable Personal Income - DPI) شخصی آمدنی کا وہ حصہ ہے جسے لوگ اپنی مرضی سے خرچ یا پس انداز کر سکیں۔ چونکہ حکومت شخصی آمدنی پر براہ راست ٹیکس (مثلاً انکم ٹیکس) عائد کرتی ہے، اس لیے: $DPI = PI$ - براہ راست ٹیکس - ان چھ تصورات کا باہمی تعلق ایک سیڑھی نما خاکے کی صورت میں ظاہر کیا جاتا ہے: خام ملکی پیداوار میں بیرونی آمدنی شامل کرنے سے خام قومی پیداوار، اس سے فرسودگی منہا کرنے سے خالص قومی پیداوار، اس میں بالواسطہ ٹیکس منہا اور اعانتیں جمع کرنے سے قومی آمدنی، اس میں مذکورہ کٹوتیاں اور انتقالی ادائیگیاں ایڈجسٹ کرنے سے شخصی آمدنی، اور آخر میں براہ راست ٹیکس منہا کرنے سے قابل تصرف شخصی آمدنی حاصل ہوتی ہے۔

قومی آمدنی کی پیمائش کا طریقہ پیداوار کا طریقہ

قومی آمدنی کی پیمائش کے تین بنیادی طریقے ہیں: پیداوار کا طریقہ، آمدنی کا طریقہ اور اخراجات کا طریقہ۔ پیداوار کے طریقہ (Product Method) میں کسی ملک میں پیدا ہونے والی زرعی اشیاء (گندم، کپاس، دالیں وغیرہ)، معدنی اشیاء (لوہا، کونڈ، قدرتی گیس وغیرہ)، صنعتی اشیاء (کپڑا، مشینری، ادویات وغیرہ)، خدمات (ڈاکٹر، وکیل، اساتذہ کی خدمات) اور متفرق اشیاء کی زری مالیت جمع کی جاتی ہے۔ اس طریقہ میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ کسی شے کو دوہری گنتی (Double Counting) میں شمار نہ کیا جائے، مثال کے طور پر گندم، آٹے اور روٹی کی قیمتوں کو الگ الگ جمع کرنے کے بجائے صرف حتمی شے (روٹی) کی قیمت یا ہر مرحلے پر پیدا ہونے والی اضافی قیمت (Value Added) کا مجموعہ لیا جاتا ہے۔

پیداوار کے طریقہ میں دو مزید مشکلات کا سامنا رہتا ہے: بلا معاوضہ خدمات (Unpaid Services) جیسے استاد کا اپنے بچے کو خود پڑھانا یا گھر کے کپڑے خود دھونا، جن کی مالیت کا اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے اور یہ عموماً قومی آمدنی میں شامل نہیں کی جاتیں؛ اور زیر زمین یا تختفی سرگرمیاں (Underground Activities) جیسے ٹیکس چوری، ذخیرہ اندوزی اور اسمگلنگ، جن کی درست مالیت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے قومی آمدنی کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے۔



قومی آمدنی کی پیمائش: آمدنی کا طریقہ اور اخراجات کا طریقہ

آمدنی کے طریقہ (Income Method) میں تمام عاملین پیدائش کو سال بھر میں حاصل ہونے والے معاوضوں یعنی زمین کا لگان، مزدوروں کی اجرت، سرمائے پر سود اور کاروباری منافع جات کو جمع کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ دراصل پیداوار کے طریقہ سے ملتا جلتا ہے کیونکہ پیداوار کی قیمتیں دراصل عاملین پیدائش کو معاوضوں کی صورت میں ہی حاصل ہوتی ہیں۔ اس طریقہ میں انتقالی ادائیگیوں (جیسے پنشن، وظائف، زکوٰۃ) اور غیر قانونی آمدنی (جیسے رشوت، ذخیرہ اندوزی) کو قومی آمدنی میں شامل نہیں کیا جاتا کیونکہ ان سے پیداوار میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

اخراجات کے طریقہ (Expenditure Method) میں ملک کے تمام باشندوں کے اشیاء و خدمات پر ہونے والے اخراجات کو چار حصوں میں جمع کیا جاتا ہے: نجی صر فی اخراجات (Private Consumption Expenditures)، نجی سرمایہ کاری کے اخراجات (Gross Private Domestic Investment)، سرکاری صر فی و سرمایہ کاری کے اخراجات (Government Expenditures) اور بیرونی شعبے کے اخراجات (Foreign Sector Expenditures)۔ اس طریقہ میں بھی یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ ایک ہی شے پر آنے والے اخراجات کو صرف ایک ہی بار شمار کیا جائے تاکہ دوہری گنتی سے بچا جاسکے۔

قومی آمدنی کا دائرہ و بہاؤ، صرف، بچت اور سرمایہ کاری

کسی معیشت میں گھرانے اور کاروباری ادارے دو اہم شعبے ہوتے ہیں۔ گھرانے زمین، محنت، سرمایہ اور تنظیم کی خدمات کاروباری اداروں کو فراہم کرتے ہیں اور بدلے میں لگان، اجرت، سود اور منافع کی صورت میں معاوضے وصول کرتے ہیں۔ دوسری طرف کاروباری ادارے اپنی تیار کردہ اشیاء و خدمات گھرانوں کو فراہم کرتے ہیں اور گھرانے ان اشیاء کی قیمتیں ادا کرتے ہیں، یوں وہی رقم دوبارہ کاروباری اداروں کو واپس چلی جاتی ہے۔ قومی آمدنی کی اس مسلسل گردش کو قومی آمدنی کا دائرہ و بہاؤ (Circular Flow of National Income) کہا جاتا ہے۔

صرف (Consumption) سے مراد آمدنی کا وہ حصہ ہے جو اشیاء و خدمات پر خرچ کیا جائے۔ اوسط میلان صرف (APC) اور آمدنی کے تناسب کو ظاہر کرتا ہے: $APC = C/Y$ ، جبکہ مختتم میلان صرف (MPC) آمدنی میں تبدیلی کے نتیجے میں صرف میں آنے والی تبدیلی کا تناسب ہے: $MPC = \Delta C / \Delta Y$ ۔ بچت (Saving) سے مراد آمدنی کا وہ حصہ ہے جو صرف نہ کیا جائے: $S = Y - C$ ۔ اوسط میلان بچت (APS) بچت اور آمدنی کا تناسب ہے:



APS = S/Y، اور مختتم میلان بچت (MPS) آمدنی میں تبدیلی سے بچت میں آنے والی تبدیلی کا تناسب ہے: MPS
 $\Delta S/\Delta Y =$ سرمایہ کاری (Investment) سے مراد نئی اشیائے سرمایہ (جیسے نئے کارخانے، مشینیں) میں اضافہ
 کرنے کا عمل ہے، جبکہ محض پرانی اشیاء کی خرید و فروخت سرمایہ کاری نہیں کہلاتی۔

سرمایہ کاری کی اقسام اور قومی آمدنی کا توازن

سرمایہ کاری کی دو اقسام ہیں: خود اختیار سرمایہ کاری (Autonomous Investment) جو آمدنی میں تبدیلی سے متاثر نہیں ہوتی، جیسے سڑکوں اور پلوں کی تعمیر؛ اور ترغیب یافتہ سرمایہ کاری (Induced Investment) جو آمدنی بڑھنے یا کم ہونے سے براہ راست متاثر ہوتی ہے، جیسے فیکٹری میں پیداوار پر اٹھنے والے اخراجات۔ دو شعبی (Two-Sector) معیشت میں قومی آمدنی کا توازن (Equilibrium) اس سطح پر قائم ہوتا ہے جہاں مجموعی طلب (C+I) مجموعی رسد (C+S) کے برابر ہو، یا دوسرے الفاظ میں جہاں بچت (S) سرمایہ کاری (I) کے برابر ہو جائے۔

ایک فرضی مثال کے مطابق اگر $C = 20 + 0.8Y$ اور $I = 20$ ہو تو مختلف آمدنی کی سطحوں پر مجموعی طلب اور مجموعی رسد کا موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ توازن قومی آمدنی 200 کروڑ روپے پر قائم ہوتی ہے، جہاں بچت اور سرمایہ کاری دونوں 20 کروڑ روپے کے برابر ہیں۔ اگر آمدنی توازن سطح سے بڑھ جائے (مثلاً 300 کروڑ) تو مجموعی رسد، طلب سے زیادہ ہو جاتی ہے، اشیاء کے ذخیرے بڑھ جاتے ہیں اور پیداوار میں کمی کے ذریعے آمدنی دوبارہ توازن سطح پر آ جاتی ہے۔ اسی طرح اگر آمدنی توازن سطح سے کم ہو جائے تو طلب، رسد سے بڑھ جانے کی وجہ سے پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے اور آمدنی دوبارہ توازن کی طرف لوٹ آتی ہے۔ یہی معیشت کا خود کار توازن نظام کہلاتا ہے۔

اہم تعریفات

اصطلاح	تعریف
قومی آمدنی (National Income)	کسی ملک کے تمام عاملین پیدا نش کو ایک سال کے دوران حاصل ہونے والے معاوضوں (لگان، اجرت، سود اور منافع) کا مجموعہ، جس میں انتقالی ادائیگیاں شامل نہیں کی جاتیں۔
خام ملکی پیداوار (GDP)	کسی ملک کی جغرافیائی حدود کے اندر ایک سال میں پیدا ہونے والی تمام حتمی اشیاء و خدمات کی زری مالیت کا مجموعہ: $GDP = C + I + G + (X - M)$



اصطلاح	تعریف
خام قومی پیداوار (GNP)	خام ملکی پیداوار میں بیرون ممالک سے حاصل شدہ خالص آمدنی شامل کرنے سے حاصل ہونے والی مالیت: $GNP + \text{بیرونی خالص آمدنی} = GDP$
خالص قومی پیداوار (NNP)	خام قومی پیداوار میں سے فرسودگی یا شکست و ریخت کے اخراجات منہا کرنے سے حاصل ہونے والی مالیت: $NNP = GNP - \text{فرسودگی الاؤنس}$
شخصی آمدنی (PI)	قومی آمدنی سے غیر منقسم منافع جات، منافع ٹیکس اور سماجی تحفظ کی کٹوتیاں منہا کر کے اور انتقالی ادائیگیاں جمع کر کے حاصل ہونے والی آمدنی۔
قابل تصرف شخصی آمدنی (DPI)	شخصی آمدنی میں سے براہ راست ٹیکس منہا کرنے کے بعد باقی رہ جانے والی رقم جسے لوگ اپنی مرضی سے خرچ یا پس انداز کر سکیں۔
بچت (Saving)	قومی آمدنی کا وہ حصہ جو صرف نہ کیا جائے، یعنی آمدنی اور صرف کا فرق: $S = Y - C$
سرمایہ کاری (Investment)	نئی اشیائے سرمایہ (جیسے نئے کارخانے، مشینیں، آلات) میں اضافہ کرنے کا عمل، جس سے مستقبل میں مزید آمدنی حاصل ہونے کی توقع ہو۔

اہم حقائق و فارمولے

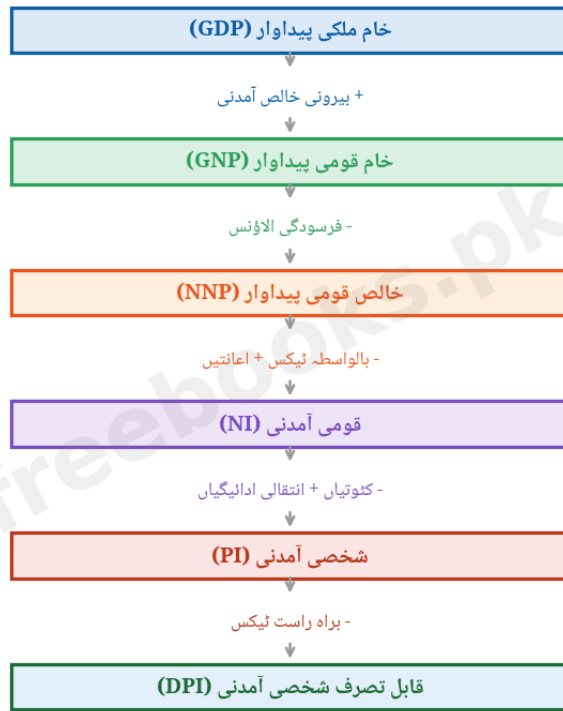
عنوان	فارمولا / حقیقت
خام ملکی پیداوار	$GDP = C + I + G + (X - M)$
خام قومی پیداوار	$GNP + \text{بیرون ممالک سے حاصل شدہ خالص رقم} = GDP$
خالص قومی پیداوار	$NNP = GNP - \text{فرسودگی الاؤنس (Depreciation)}$
قومی آمدنی	$NI = NNP - \text{بالواسطہ ٹیکس} + \text{اعانتیں (Subsidies)}$
شخصی آمدنی	$PI = NI - \text{غیر منقسم منافع} - \text{منافع ٹیکس} - \text{سماجی تحفظ کٹوتیاں} + \text{انتقالی ادائیگیاں}$
قابل تصرف شخصی آمدنی	$DPI = PI - \text{براہ راست ٹیکس (Direct Taxes)}$
میلان صرف	$APC = C / Y, MPC = \Delta C / \Delta Y$
میلان بچت اور توازن	$S = I: \text{توازن کی سطح}, APS = S / Y, MPS = \Delta S / \Delta Y$



خاکہ جات و تصاویر

قومی آمدنی کے تصورات کا باہمی تعلق: ایک سیڑھی نما خاکہ جو خام ملکی پیداوار سے شروع ہو کر خام قومی پیداوار، خالص قومی پیداوار، قومی آمدنی، شخصی آمدنی اور قابل تصرف شخصی آمدنی تک چھ تصورات کے باہمی تعلق کو مراحل کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔

قومی آمدنی کے تصورات کا باہمی تعلق

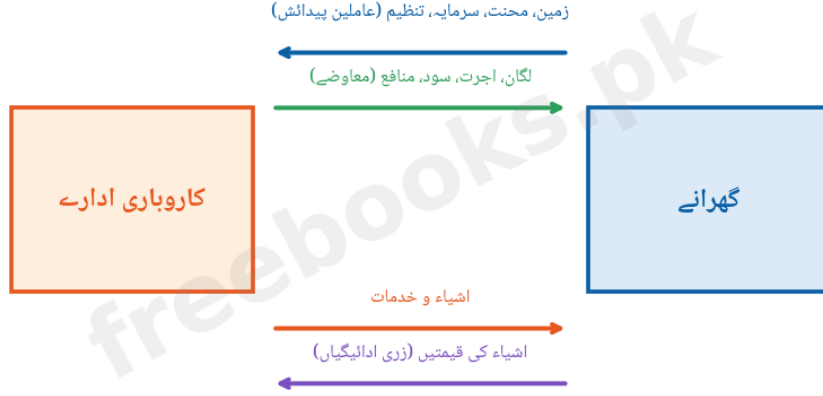


قومی آمدنی کے تصورات کا باہمی تعلق

قومی آمدنی کا دائرہ و بہاؤ: ایک خاکہ جو گھرانوں اور کاروباری اداروں کے درمیان عاملینِ پیدائش کی خدمات اور ان کے معاوضوں (لگان، اجرت، سود، منافع) کی مسلسل گردش کو ظاہر کرتا ہے۔



قومی آمدنی کا دائرہ و بہاؤ

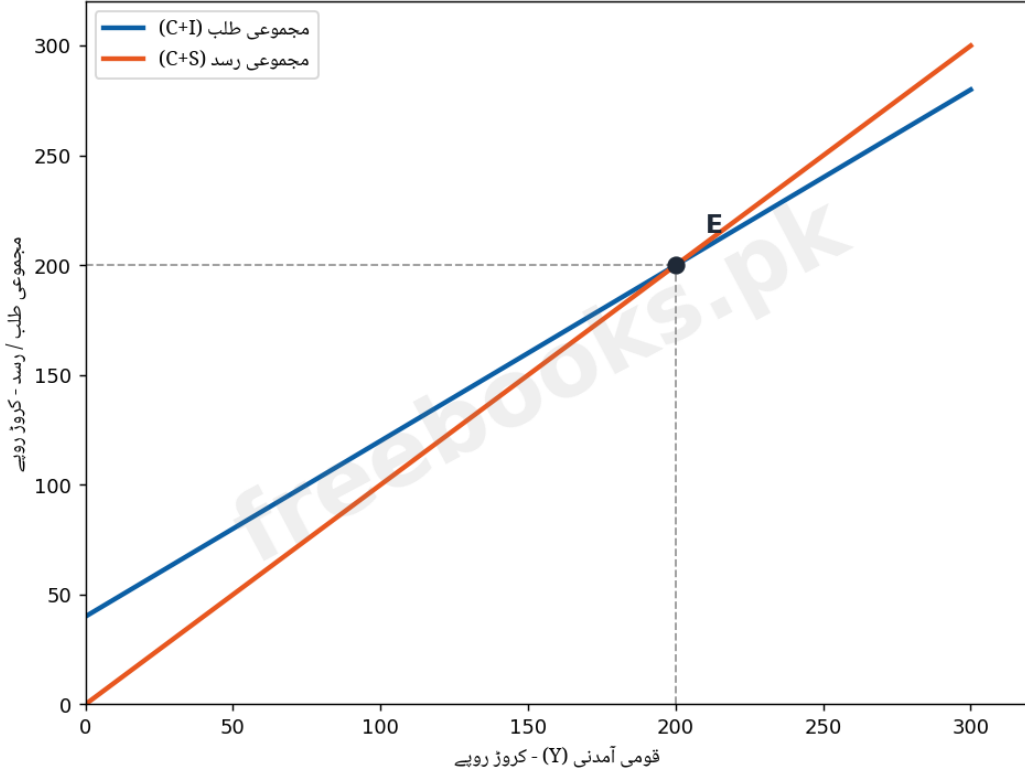


قومی آمدنی گھرانوں اور کاروباری اداروں کے درمیان مسلسل گردش کرتی رہتی ہے۔

قومی آمدنی کا دائرہ و بہاؤ

قومی آمدنی کا توازن: ایک گراف جو مجموعی طلب (C+I) اور مجموعی رسد (C+S) کے خطوط کے نقطہ تقاطع (E) پر 200 کروڑ روپے کی توازن قومی آمدنی کو ظاہر کرتا ہے۔





قومی آمدنی کا توازن

مختصر سوالات و جوابات

سوال 1: قومی آمدنی سے کیا مراد ہے؟

جواب: قومی آمدنی سے مراد کسی ملک کے تمام عاملین پیدائش کو ایک سال کے دوران حاصل ہونے والے معاوضوں یعنی لگان، اجرت، سود اور منافع کا مجموعہ ہے، جس میں بیرون ملک سے حاصل شدہ خالص آمدنی شامل ہوتی ہے مگر انتقالی ادائیگیاں شامل نہیں کی جاتیں۔

سوال 2: خام ملکی پیداوار اور خام قومی پیداوار میں کیا فرق ہے؟

جواب: خام ملکی پیداوار (GDP) صرف ملک کی جغرافیائی حدود کے اندر پیدا ہونے والی اشیاء و خدمات کی مالیت ہے، جبکہ خام قومی پیداوار (GNP) اس میں بیرون ممالک سے پاکستانیوں کی بھیجی گئی خالص رقم بھی شامل کر لیتی ہے: $GNP + \text{بیرونی خالص آمدنی} = GDP$

سوال 3: فرسودگی کے اخراجات سے کیا مراد ہے؟



جواب: فرسودگی کے اخراجات سے مراد سرمائے کی اشیاء (مثلاً مشینوں) میں استعمال کی وجہ سے وقت کے ساتھ ہونے والی ٹوٹ پھوٹ اور قدر میں کمی ہے، جسے خام قومی پیداوار سے منہا کر کے خالص قومی پیداوار حاصل کی جاتی ہے۔

سوال 4: دوہری گنتی سے کیا مراد ہے اور اس سے کیسے بچا جائے؟

جواب: دوہری گنتی سے مراد کسی شے کی قیمت کو پیداوار کے مختلف مراحل پر بار بار شمار کرنا ہے، مثلاً گندم، آٹے اور روٹی کی قیمتیں الگ الگ جمع کرنا۔ اس سے بچنے کے لیے صرف شے کی حتمی قیمت یا ہر مرحلے کی اضافی قیمت (Value Added) کا مجموعہ لیا جاتا ہے۔

سوال 5: خود اختیار اور ترغیب یافتہ سرمایہ کاری میں کیا فرق ہے؟

جواب: خود اختیار سرمایہ کاری آمدنی میں تبدیلی سے متاثر نہیں ہوتی (جیسے سڑکوں کی تعمیر)، جبکہ ترغیب یافتہ سرمایہ کاری آمدنی بڑھنے یا کم ہونے سے براہ راست متاثر ہوتی ہے (جیسے فیکٹری کی پیداوار پر اٹھنے والے اخراجات)۔

سوال 6: قومی آمدنی کا توازن کس سطح پر قائم ہوتا ہے؟

جواب: قومی آمدنی کا توازن اس سطح پر قائم ہوتا ہے جہاں مجموعی طلب (C+I) مجموعی رسد (C+S) کے برابر ہو جائے، یا جہاں بچت (S) سرمایہ کاری (I) کے برابر ہو جائے۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سوال 1: قومی آمدنی کے مختلف تصورات (GDP، GNP، NNP، NI، PI، DPI) کی تفصیل سے وضاحت کریں اور ان کا آپس میں کیا تعلق ہے۔

قومی آمدنی کا مطالعہ کرتے وقت سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ماہرین معاشیات نے وقت کے ساتھ ساتھ قومی آمدنی کی پیمائش کے لیے چھ مختلف مگر آپس میں گہرا تعلق رکھنے والے تصورات وضع کیے ہیں، اور ہر تصور دراصل پچھلے تصور میں کچھ اضافہ کرنے یا کچھ منہا کرنے سے حاصل ہوتا ہے، جس سے یہ چھ تصورات ایک زنجیر کی مانند ایک دوسرے سے جڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ سب سے پہلا اور سب سے بنیادی تصور خام ملکی یا داخلی پیداوار (Gross Domestic Product) کا ہے، جس سے مراد کسی ملک کی جغرافیائی حدود کے اندر، چاہے یہ پیداوار ملکی باشندوں نے کی ہو یا غیر ملکیوں نے، ایک سال کے دوران پیدا ہونے والی تمام حتمی اشیاء و خدمات کی زری مالیت کا مجموعہ ہے، اور اسے نجی صرفی اخراجات، نجی سرمایہ کاری، سرکاری اخراجات اور صافی



برآمدات کے مجموعے کے طور پر $GDP = C + I + G + (X - M)$ کے فارمولے سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس پہلے تصور سے دوسرا تصور یعنی خام یا مجموعی قومی پیداوار (Gross National Product) اس وقت حاصل ہوتا ہے جب خام ملکی پیداوار میں بیرون ممالک میں مقیم ملکی باشندوں کی طرف سے واپس بھیجی جانے والی خالص آمدنی کو شامل کر لیا جائے، کیونکہ خام قومی پیداوار کا دائرہ کار جغرافیائی حدود کی بجائے ملکیتی بنیاد پر متعین ہوتا ہے، یعنی اس میں وہ تمام آمدنی شامل کی جاتی ہے جو کسی ملک کے اپنے شہریوں کو حاصل ہو چاہے وہ ملک کے اندر کمائی گئی ہو یا باہر۔ تیسرا تصور خالص قومی پیداوار (Net National Product) اس وقت وجود میں آتا ہے جب خام قومی پیداوار میں سے سرمائے کی فرسودگی یا شکست و ریخت کے اخراجات، جو کہ مشینوں اور دیگر سرمایہ کارانہ اشیاء کے استعمال سے وقت کے ساتھ ان کی قدر میں کمی کو ظاہر کرتے ہیں، منہا کر دیے جاتے ہیں، کیونکہ اگر ان اخراجات کو نظر انداز کر دیا جائے تو پیداوار کا حقیقی حجم دراصل کم دکھائی دینے کے بجائے زیادہ نظر آنے لگتا ہے جو کہ معیشت کی حقیقی حالت کی درست عکاسی نہیں کرتا۔ چوتھا اور خاص طور پر اہم تصور قومی آمدنی (National Income) کا ہے، جو خالص قومی پیداوار میں سے بالواسطہ ٹیکسوں، جیسے ایکسائز ڈیوٹی، کو منہا کرنے اور حکومت کی طرف سے دی جانے والی اعانتوں کو جمع کرنے سے حاصل ہوتا ہے، اور اس تبدیلی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بازار میں رائج قیمتیں بالواسطہ ٹیکسوں اور اعانتوں کی وجہ سے مصنوعی طور پر بڑھی یا گھٹی ہوتی ہیں، جبکہ قومی آمدنی دراصل عالمین پیدائش کو ان کی اصل پیداواری خدمات کے عوض حاصل ہونے والے حقیقی معاوضوں یعنی لگان، اجرت، سود اور منافع کا مجموعہ ظاہر کرنے کے لیے وضع کی گئی ہے۔ پانچواں تصور شخصی یا ذاتی آمدنی (Personal Income) اس وقت حاصل ہوتا ہے جب قومی آمدنی میں سے وہ تمام رقوم منہا کر دی جائیں جو اگرچہ بطور معاوضہ تو ادا ہوتی ہیں مگر عملی طور پر عام لوگوں تک نہیں پہنچتیں، یعنی مشترکہ سرمائے کی کمپنیوں کے غیر منقسم منافع جات جو کمپنیاں اپنے پاس روک لیتی ہیں، منافع پر عائد ٹیکس، اور ملازمین کی تنخواہوں سے کاٹی جانے والی سماجی تحفظ کی کٹوتیاں، جبکہ اس کے ساتھ ساتھ انتقالی ادائیگیاں، یعنی وہ رقوم جن کے بدلے کوئی پیداواری کام سرانجام نہیں دیا جاتا جیسے پنشن، وظائف اور بڑھاپے کا الاؤنس، بھی جمع کر لی جاتی ہیں کیونکہ یہ رقوم اگرچہ قومی پیداوار کا حصہ نہیں مگر لوگوں کو حقیقتاً موصول ضرور ہوتی ہیں۔ آخری اور چھٹا تصور قابل تصرف شخصی آمدنی (Disposable Personal Income) کا ہے، جو شخصی آمدنی میں سے حکومت کی طرف سے عائد کردہ براہ راست ٹیکسوں، جیسے انکم ٹیکس، کو منہا کرنے سے حاصل ہوتا ہے، اور یہی وہ حتمی رقم ہوتی ہے جسے عام لوگ اپنی مکمل آزادی اور مرضی سے یا تو صرف کر سکتے ہیں یا پس انداز کر سکتے ہیں۔ ان چھ تصورات کے اس مسلسل باہمی تعلق کو عموماً ایک سیڑھی نما یا مرحلہ وار خاکے کی صورت میں دکھایا جاتا ہے، جس میں ہر اگلا خانہ کچھلے خانے میں کسی رقم کے اضافے یا کمی سے حاصل ہوتا ہے، اور یہی خاکہ طلبہ کو یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ معیشت



کی مجموعی پیداوار کس طرح مرحلہ وار تبدیل ہو کر بالآخر عام آدمی کی جیب میں موجود قابل خرچ رقم تک پہنچتی ہے۔

سوال 2: قومی آمدنی کی پیمائش کے تینوں طریقوں (پیداوار، آمدنی اور اخراجات) کی تفصیل سے وضاحت کریں اور ان میں پیش آنے والی مشکلات بھی بیان کریں۔

قومی آمدنی کی درست پیمائش کرنا معاشیات کا ایک خاص پیچیدہ اور محتاط توجہ طلب کام ہے، اور اسی وجہ سے ماہرین معاشیات نے وقت کے ساتھ ساتھ تین مختلف مگر بنیادی طور پر ایک دوسرے سے ہم آہنگ طریقے وضع کیے ہیں، جن کی مدد سے کسی ملک کی قومی آمدنی کا نظری طور پر یکساں نتیجہ حاصل کیا جاسکتا ہے، اگرچہ عملی طور پر ہر طریقہ اپنی مخصوص مشکلات کا حامل ہے۔ پہلا اور شاید سب سے زیادہ بنیادی طریقہ پیداوار کا طریقہ (Product Method) ہے، جس کے مطابق کسی ملک میں ایک سال کے دوران پیدا ہونے والی تمام زرعی اشیاء جیسے گندم، کپاس اور دالیں، معدنی اشیاء جیسے لوہا، کوئلہ اور قدرتی گیس، صنعتی اشیاء جیسے کپڑا، مشینری اور ادویات، عاملین پیدائش کی خدمات جیسے ڈاکٹروں، وکیلوں اور اساتذہ کی خدمات، اور دیگر متفرق اشیاء کی مجموعی زرعی مالیت کو جمع کیا جاتا ہے، تاہم اس طریقے کے استعمال میں کم از کم تین اہم احتیاطیں ملحوظ رکھنی پڑتی ہیں، جن میں سب سے پہلی احتیاط دوہری گنتی سے اجتناب ہے، یعنی اگر گندم، آٹے اور روٹی کی قیمتوں کو الگ الگ مکمل طور پر جمع کر لیا جائے تو چونکہ روٹی کی قیمت میں پہلے سے ہی گندم اور آٹے کی قیمت شامل ہوتی ہے اس لیے قومی آمدنی کا تخمینہ کئی گنا بڑھ کر غلط نکل آئے گا، اور اس مسئلے سے بچنے کے لیے یا تو صرف شے کی حتمی شکل کی قیمت لی جاتی ہے یا پھر پیداوار کے ہر مرحلے پر پیدا ہونے والی محض اضافی قیمت، جسے انگریزی میں ویلیو ایڈڈ کہا جاتا ہے، کا مجموعہ لیا جاتا ہے۔ اس طریقے کی دوسری بڑی مشکل بلا معاوضہ خدمات کی ہے، یعنی وہ خدمات جو لوگ اپنی خوشی سے بلا کسی مالی معاوضے کے سرانجام دیتے ہیں، مثلاً ایک استاد اپنے بچے کو خود پڑھائے یا کوئی شخص اپنے کپڑے خود دھو لے، جن کی درست مالیت کا تعین کرنا عملی طور پر تقریباً ناممکن ہوتا ہے اور اسی وجہ سے یہ عموماً قومی آمدنی کے حساب سے خارج رہ جاتی ہیں۔ تیسری اور شاید سب سے زیادہ پیچیدہ مشکل زیر زمین یا تخفی معاشی سرگرمیوں کی ہے، جیسے ٹیکس چوری کے لیے چھپائی گئی پیداوار، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری اور اسمگلنگ، جن کی حقیقی مالیت کبھی بھی سرکاری ریکارڈ میں درست طور پر درج نہیں ہو پاتی، جس کی وجہ سے قومی آمدنی کا حقیقی تخمینہ ہمیشہ اصل سے کسی حد تک کم ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرا طریقہ آمدنی کا طریقہ (Income Method) ہے، جس کے مطابق ملک کے تمام عاملین پیدائش کو سال بھر میں حاصل ہونے والے تمام معاوضوں یعنی زمین پر لگان، مزدوروں کی اجرت، سرمائے پر ملنے والا سود اور کاروباری اداروں کے منافع جات کو جمع کر لیا جاتا ہے، اور چونکہ



یہی معاوضے دراصل پیداوار کی قیمتوں کی صورت میں ادا کیے جاتے ہیں اس لیے یہ طریقہ نظری طور پر پیداوار کے طریقے سے مکمل مطابقت رکھتا ہے، تاہم اس طریقے میں بھی یہ احتیاط ضروری ہے کہ انتقالی ادائیگیوں، جیسے پنشن، وظائف اور زکوٰۃ، اور غیر قانونی ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی، جیسے رشوت اور ذخیرہ اندوزی، کو ہرگز شامل نہ کیا جائے کیونکہ ان سے حقیقی معنوں میں کسی نئی پیداوار میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ تیسرا اور آخری طریقہ اخراجات کا طریقہ (Expenditure Method) ہے، جس کے مطابق ملک کے تمام باشندوں، کاروباری اداروں، حکومت اور بیرونی شعبے کی طرف سے اشیاء و خدمات پر ہونے والے تمام اخراجات کو چار الگ الگ زمروں یعنی نجی صر فی اخراجات، نجی سرمایہ کاری کے اخراجات، سرکاری صر فی و سرمایہ کاری کے اخراجات اور بیرونی شعبے کے اخراجات میں تقسیم کر کے جمع کیا جاتا ہے، اور اس طریقے میں بھی یہی احتیاط برتنی ضروری ہوتی ہے کہ کسی ایک شے پر ہونے والے اخراجات کو محض ایک ہی بار شمار کیا جائے، ورنہ دوہری گنتی کا وہی مسئلہ دوبارہ سراٹھالے گا جو پیداوار کے طریقے میں پیش آتا ہے، اور اسی لیے یہ تینوں طریقے، اگرچہ بظاہر مختلف زاویوں سے قومی آمدنی کی پیمائش کرتے دکھائی دیتے ہیں، درحقیقت نظری طور پر ایک ہی حتمی نتیجے تک پہنچانے کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔

معروضی سوالات (MCQs)

1. قومی آمدنی کے مسائل کا تعلق کس شاخِ معاشیات سے ہے؟
(الف) جزوی معاشیات (ب) کلی معاشیات (ج) بین الاقوامی معاشیات (د) افزائشی معاشیات
درست جواب: (ب) کلی معاشیات۔ قومی آمدنی کلی معاشیات (Macroeconomics) کا ایک بنیادی موضوع ہے کیونکہ یہ پوری معیشت کی مجموعی پیداوار اور آمدنی کا مطالعہ کرتی ہے۔
2. خالص قومی پیداوار سے بالواسطہ ٹیکس منہا اور اعانتیں جمع کرنے سے کیا حاصل ہوتا ہے؟
(الف) خام قومی پیداوار (ب) خام ملکی پیداوار (ج) قومی آمدنی (د) فی کس آمدنی
درست جواب: (ج) قومی آمدنی۔ قومی آمدنی (NI) = خالص قومی پیداوار (NNP) - بالواسطہ ٹیکس + اعانتیں۔
3. انتقالی ادائیگیوں سے مراد ایسی ادائیگیاں ہیں جن کے عوض:
(الف) اشیاء خدمات پیدا کی جاتی ہیں (ب) معاوضہ نہیں دیا جاتا (ج) کوئی خدمت یا پیداواری کام سرانجام نہیں دیا جاتا (د) ٹیکس ادا کیا جاتا ہے
درست جواب: (ج) کوئی خدمت یا پیداواری کام سرانجام نہیں دیا جاتا۔ انتقالی ادائیگیاں (مثلاً پنشن،



وظائف، زکوٰۃ وہ رقوم ہیں جن کے بدلے کوئی پیداواری کام یا خدمت سرانجام نہیں دی جاتی، اس لیے یہ قومی آمدنی میں شامل نہیں کی جاتیں۔

4. درج ذیل میں سے کون سی رقم انتقالی ادائیگیوں میں شامل نہیں ہوتی؟

(الف) زکوٰۃ (ب) تحفہ (ج) کمیشن (د) وظیفہ

درست جواب: (ج) کمیشن۔ کمیشن ایک پیداواری خدمت (کام) کے عوض ملنے والا معاوضہ ہے، اس لیے یہ انتقالی ادائیگیوں میں شامل نہیں بلکہ قومی آمدنی کا حصہ ہے۔

5. درج ذیل میں سے کون سی سرمایہ کاری خود اختیار سرمایہ کاری نہیں ہے؟

(الف) سڑکوں کی تعمیر (ب) ڈیم کی تعمیر (ج) ہسپتالوں کا قیام (د) فیکٹری میں پیداوار پر اٹھنے والے اخراجات

درست جواب: (د) فیکٹری میں پیداوار پر اٹھنے والے اخراجات۔ فیکٹری میں پیداوار پر اٹھنے والے اخراجات آمدنی میں تبدیلی سے براہ راست متاثر ہوتے ہیں، اس لیے یہ ترغیب یافتہ سرمایہ کاری ہے، خود اختیار نہیں۔

6. خام قومی پیداوار میں بیرون ممالک سے حاصل شدہ رقم شامل کرنے سے پہلے حاصل ہونے والی مالیت کیا کہلاتی ہے؟

(الف) خالص قومی پیداوار (ب) خام ملکی پیداوار (ج) قومی آمدنی (د) شخصی آمدنی

درست جواب: (ب) خام ملکی پیداوار۔ خام ملکی پیداوار (GDP) میں بیرون ممالک سے حاصل شدہ خالص رقم شامل کرنے سے خام قومی پیداوار (GNP) حاصل ہوتی ہے۔

7. گندم، آٹے اور روٹی کی قیمتوں کو الگ الگ جمع کرنے سے کون سا مسئلہ پیدا ہوتا ہے؟

(الف) فرسودگی کا مسئلہ (ب) دوہری گنتی کا مسئلہ (ج) زیر زمین سرگرمیوں کا مسئلہ (د) انتقالی ادائیگیوں کا مسئلہ

درست جواب: (ب) دوہری گنتی کا مسئلہ۔ چونکہ روٹی کی قیمت میں گندم اور آٹے کی قیمت پہلے ہی شامل ہوتی ہے، انہیں الگ الگ جمع کرنے سے دوہری گنتی (Double Counting) کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔

8. قابل تصرف شخصی آمدنی حاصل کرنے کے لیے شخصی آمدنی میں سے کیا منہا کیا جاتا ہے؟

(الف) بالواسطہ ٹیکس (ب) براہ راست ٹیکس (ج) فرسودگی الاؤنس (د) اعانتیں

درست جواب: (ب) براہ راست ٹیکس۔ $DPI = PI - \text{Direct Taxes}$ ، جیسے انکم ٹیکس۔



9. مختتم میلان صرف (MPC) کس فارمولے سے ظاہر کیا جاتا ہے؟

(الف) C/Y (ب) S/Y (ج) $\Delta C/\Delta Y$ (د) $\Delta S/\Delta Y$

درست جواب: (ج) $-\Delta C/\Delta Y$ مختتم میلان صرف (MPC) آمدنی میں تبدیلی کے نتیجے میں صرف میں آنے والی تبدیلی کا تناسب ہے: $-MPC = \Delta C/\Delta Y$

10. دو شعبی معیشت میں قومی آمدنی کا توازن کس نقطے پر قائم ہوتا ہے؟

(الف) جہاں C زیادہ سے زیادہ ہو (ب) جہاں بچت صفر ہو (ج) جہاں مجموعی طلب مجموعی رسد کے برابر ہو (د) $(S=I)$ جہاں سرمایہ کاری صفر ہو

درست جواب: (ج) جہاں مجموعی طلب مجموعی رسد کے برابر ہو $(S=I)$ ۔ قومی آمدنی کا توازن اس سطح پر قائم ہوتا ہے جہاں مجموعی طلب $(C+I)$ مجموعی رسد $(C+S)$ کے برابر ہو جائے، یعنی جہاں بچت (S) سرمایہ کاری (I) کے برابر ہو $(S=I)$ ۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

• قومی آمدنی = عاملین پیدائش کے معاوضوں (لگان + اجرت + سود + منافع) کا مجموعہ۔ اہم تعریفیں: گارڈنر ایگلے (انفرادی آمدنیوں کا مجموعہ) پیگو (زیریں ناپی جانے والی آمدنی)، مارشل (جامع ترین تعریف، مادی + غیر مادی خدمات شامل)۔

• 6 تصورات کی زنجیر: $GNP \rightarrow GDP (=C+I+G+X-M)$ $GDP (=GDP+بیرونی خالص آمدنی) < NNP$

$(GNP = فرسودگی) < NI (=NNP - بالواسطہ ٹیکس + اعانتیں) < NI (=PI - غیر منقسم منافع - منافع ٹیکس - سماجی کٹوتیاں + انتقالی ادائیگیاں) < DPI (=PI - براہ راست ٹیکس)۔$

• پیدائش کے 3 طریقے پیداوار کا طریقہ (زرعی + معدنی + صنعتی + خدمات، احتیاط: دوہری گنتی، بلا معاوضہ

خدمات، زیر زمین سرگرمیاں) | آمدنی کا طریقہ (لگان + اجرت + سود + منافع، انتقالی و غیر قانونی آمدنی

خارج) | اخراجات کا طریقہ (نجی صرف + نجی سرمایہ کاری + سرکاری اخراجات + بیرونی شعبہ)۔

• قومی آمدنی کا دائرہ و بہاؤ: گھرانے (زمین / محنت / سرمایہ / تنظیم دیتے ہیں) < کاروباری ادارے (لگان /

اجرت / سود / منافع دیتے ہیں، بدلے میں اشیاء و خدمات فراہم کرتے ہیں اور قیمتیں وصول کرتے

ہیں)۔



- صرف و بچت: $APC = C/Y$, $MPC = \Delta C / \Delta Y$, $S = Y - C$, $APS = S/Y$, $MPS = \Delta S / \Delta Y$ ۔ سرمایہ کاری: خود اختیار (آمدنی سے غیر متاثر، جیسے سڑکیں) بمقابلہ ترغیب یافتہ (آمدنی سے براہ راست متاثر)۔
- توازن: $C + I = C + S$ یا $S = I$ پر قومی آمدنی متوازن ہوتی ہے (مثال میں 200 کروڑ روپے)۔ آمدنی توازن سے زیادہ = ذخائر جمع = پیداوار میں کمی؛ آمدنی توازن سے کم = طلب زیادہ = پیداوار میں اضافہ؛ دونوں صورتوں میں معیشت دوبارہ توازن کی طرف لوٹتی ہے۔ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے۔

امتحانی نکات

- 6 تصورات (GDP سے DPI تک) کی زنجیر کو ترتیب کے ساتھ رٹ لیں، ہر مرحلے پر کیا جمع اور کیا منہا ہوتا ہے یہ الگ سے یاد رکھیں۔ یہی سب سے زیادہ پوچھا جانے والا سوال ہے۔
- میمائنش کے تینوں طریقوں (پیداوار، آمدنی، اخراجات) کو ان کے اجزاء کے ساتھ ایک مختصر جدول کی صورت میں یاد رکھیں تاکہ مختصر و تفصیلی دونوں سوالات کا جواب دیا جاسکے۔
- دوہری گنتی، بلا معاوضہ خدمات اور زیر زمین سرگرمیاں۔ یہ تین مشکلات پیداوار کے طریقہ سے جڑی ہیں، انہیں ایک ساتھ یاد رکھیں۔
- فارمولے (APC , MPC , APS , MPS) کو علامتوں کی صورت میں یاد رکھیں، اکثر سوالات میں انہیں لاگو کر کے عددی مثال حل کرنی پڑتی ہے۔
- خود اختیار اور ترغیب یافتہ سرمایہ کاری کی ایک ایک مثال ذہن نشین کر لیں (سڑکیں/پل بمقابلہ فیکٹری کی پیداواری لاگت)۔
- توازن قومی آمدنی کا تصور $S = I$ یا $C + I = C + S$ کی صورت میں یاد رکھیں، اور یہ بھی سمجھیں کہ آمدنی توازن سے اوپر یا نیچے ہونے پر معیشت خود کار طریقے سے دوبارہ توازن کی طرف کیوں لوٹتی ہے۔



Freebooks.pk

مفت نوٹس • پرانے پرچہ جات • رہنما کتب

ICOM دوم سال معاشیات — پنجاب بورڈ (اردو میڈیم)

باب 2

زر

(Money)

کلیدی تصورات • تعریفات • مختصر و تفصیلی سوالات • معروضی سوالات • خاکہ جات • امتحانی نکات

© freebooks.pk — اصل تعلیمی مواد



یہ نوٹس پنجاب کرکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ (PCTB) کے تحت انٹر میڈیٹ (ICOM، جماعت 12) معاشیات کے نصاب کے باب دوم 'زر پر مبنی ہیں۔ زر معیشت کی سب سے بڑی ایجاد ہے جس نے براہ راست تبادلہ کے نظام کی مشکلات کو ختم کر کے معاشی سرگرمیوں کو تیز اور آسان بنا دیا۔ زر کے بغیر کوئی جدید معیشت اپنے فرائض سرانجام نہیں دے سکتی۔

اس باب میں براہ راست تبادلہ کے نظام اور اس کی مشکلات، زر کے ارتقا کے مراحل، زر کی مختلف تعریفیں، زر کے فرائض، زر کی اقسام، اعتباری زر کے مختلف آلات (چیک، ہنڈی، بینک ڈرافٹ)، زر کی طلب اور رسد، زر کی قدر اور نظریہ مقدار زر کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے ہیں۔

تعلیمی مقاصد

- براہ راست تبادلہ کے نظام کی تعریف اور اس کی سات بنیادی مشکلات بیان کریں۔
- زر کے ارتقا کے چار مراحل (اشیائی، دھاتی، کاغذی، اعتباری زر) کی وضاحت کریں۔
- زر کی مختلف تعریفیں (واکر، مورگن، کراؤتھ، کینز) بیان کریں اور ان کا موازنہ کریں۔
- زر کے چھ بنیادی فرائض کو مثالوں سمیت بیان کریں۔
- زر کی اقسام (دھاتی، کاغذی، قانونی، اعتباری، قریبی، حسابی زر) میں فرق واضح کریں۔
- اعتباری زر کے آلات، بالخصوص چیک کی چار اقسام اور ہنڈی کی اقسام کی وضاحت کریں۔
- کینز کے مطابق زر کی طلب کے تین محرکات (روزمرہ، ناگہانی، تخمینی) بیان کریں۔
- زر کی رسد پر اثر انداز ہونے والے عوامل اور فشر کی مساوات تبادلہ (نظریہ مقدار زر) کی وضاحت کریں۔

کلیدی تصورات

براہ راست تبادلہ کا نظام

انسانی تمدن کے ابتدائی دور میں زر موجود نہیں تھا اس لیے لوگ اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے اشیاء کے بدلے اشیاء کا تبادلہ کرتے تھے، جسے براہ راست تبادلہ کا نظام (Barter System) کہا جاتا ہے۔ پروفیسر سٹینلے کے مطابق: 'براہ راست تبادلہ کا نظام ایسی معیشت کو ظاہر کرتا ہے جس میں کوئی شے قبولیت عامہ کی حیثیت نہ رکھتی ہو



اور اشیاء کا اشیاء سے تبادلہ کیا جاتا ہو۔ 'سادہ الفاظ میں، براہ راست تبادلہ کے تحت اشیاء کا تبادلہ براہ راست اشیاء کے ساتھ کیا جاتا ہے اور زر استعمال نہیں کیا جاتا۔ یہ نظام ہزاروں سال تک رائج رہا اور آج بھی ترقی پذیر ممالک کے کئی پسماندہ علاقوں میں محدود پیمانے پر موجود ہے۔

معاشی نظام کے پھیلاؤ کے ساتھ براہ راست تبادلہ کے نظام میں کئی مشکلات پیدا ہوئیں جن کے باعث یہ نظام رفتہ رفتہ زوال پذیر ہو کر ختم ہو گیا۔ ان مشکلات میں سب سے نمایاں ضروریات کی دو طرفہ مطابقت کا فقدان تھا، یعنی ہر شخص کو ایسا فرد تلاش کرنا پڑتا تھا جو اس کی شے کے بدلے اپنی شے دینے پر تیار ہو، جو کہ ہمیشہ آسان نہیں تھا۔

براہ راست تبادلہ کے نظام کی مشکلات

براہ راست تبادلہ کے نظام کی سات بنیادی مشکلات یہ ہیں: (1) ضروریات کی دو طرفہ مطابقت کا فقدان۔ ہر ضرورت مند کو ایسا شخص تلاش کرنا پڑتا تھا جو اس کی شے کے عوض اپنی شے دینے پر تیار ہو۔ (2) مشترک پیمانہ قدر کا فقدان۔ اشیاء کی قدر جانچنے کا کوئی مشترک پیمانہ موجود نہ تھا۔ (3) اشیاء کی عدم تقسیم پذیری۔ گائے، بکری جیسی اشیاء کو چھوٹی مقدار میں تقسیم کرنا ممکن نہ تھا۔ (4) ذخیرہ قدر کا فقدان۔ زندہ مویشی یا خراب ہونے والی اشیاء کو طویل عرصے تک ذخیرہ کرنا مشکل تھا۔

(5) دولت کی نقل مکانی کا فقدان۔ مویشیوں اور اشیاء کی صورت میں دولت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا مشکل تھا۔ (6) مستقبل کی ادائیگیوں میں دشواری۔ ادھار لین دین میں اشیاء کی قدر میں تبدیلی کی وجہ سے دونوں فریقین کے درمیان نزاع پیدا ہوتی تھی۔ (7) حکومتی وصولیوں کے حصول میں دشواری۔ حکومت کو اپنے واجبات اشیاء کی صورت میں وصول اور خرچ کرنے میں کئی مسائل کا سامنا تھا۔ انہی مشکلات نے انسان کو ایسا مشترک آلہ تبادلہ تلاش کرنے پر مجبور کیا جو سب کو قابل قبول ہو، اور یوں زر کا ارتقا ہوا۔

زر کا ارتقا

براہ راست تبادلہ کے نظام کی خامیوں نے انسان کو ایسا آلہ تبادلہ تلاش کرنے پر مجبور کیا جو سب کو قابل قبول ہو۔ زر کے ارتقا کے چار بڑے مراحل ہیں۔ پہلا مرحلہ اشیائی یا اجناسی زر (Commodity Money) کا تھا جس میں جانور، کھالیں، تیر، غلہ، سیب، پتھر، کوڑیاں، تمباکو اور دھاتیں بطور زر استعمال ہوئیں، مگر ان میں عدم تقسیم پذیری اور ذخیرہ کی مشکلات کے باعث یہ مستقل آلہ تبادلہ نہ بن سکیں۔ دوسرا مرحلہ دھاتی زر (Metallic)



(Money) کا تھا جس میں سونے چاندی کے سکے قبل از مسیح سے انیسویں صدی کے آخر تک استعمال ہوتے رہے، مگر ان پر میل جمنا اور کھوٹ ملانا ان کے نقائص تھے۔

تیسرا مرحلہ کاغذی زر (Paper Money) کا ہے جو حکومت یا مرکزی بینک جاری کرتا ہے اور آج دنیا کے تمام ممالک میں لین دین کا بنیادی ذریعہ ہے۔ کاغذی زر وزن میں ہلکا، مالیت میں زیادہ اور آسانی سے منتقل پذیر ہوتا ہے۔ چوتھا اور جدید ترین مرحلہ اعتباری زر (Credit Money) کا ہے، یعنی ایسی قانونی تحریر جس کا جاری کنندہ حامل کو درج شدہ رقم ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے، جیسے چیک، ڈرافٹ، ہنڈی اور کریڈٹ کارڈز۔ آج دنیا کے تمام ممالک میں زر کی مقدار کا ایک نمایاں حصہ اعتباری زر پر مشتمل ہے اور اس کا استعمال روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔

زر کی تعریف

زر کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے مختلف ماہرین معاشیات نے زر کی مختلف انداز میں تعریفیں کی ہیں۔ پروفیسر واکر کے مطابق 'زر سے مراد وہ شے ہے جو بطور زر تمام فرائض سرانجام دیتی ہے۔' مورگن کے نزدیک زر ایسی شے ہے جو عام طور پر قرضوں کی ادائیگی کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ جیفری کراؤتھ کے مطابق 'کوئی بھی وہ شے زر کہلاتی ہے جسے آلہ تبادلہ کی حیثیت سے قبولیت عامہ حاصل ہو اور ساتھ ہی پیمانہ قدر اور ذخیرہ قدر کا کام سرانجام دے۔' کراؤتھ نے قبولیت عامہ، پیمانہ قدر اور ذخیرہ قدر کی طرف توجہ دلائی مگر زر کے ایک اہم فرض یعنی مستقبل کی ادائیگیوں کو نظر انداز کر دیا۔

جے ایم کینز کی تعریف سب سے زیادہ جامع اور مفصل ہے، جس کے مطابق 'زر وہ شے ہے جس کے ذریعے ادھار کے معاہدوں اور قیمت کے معاہدوں کی ادائیگیاں چکائی جاتی ہیں اور جس کی شکل میں عام قوت خرید کا ذخیرہ کیا جاتا ہے۔' کینز کی تعریف کو چار حصوں میں سمجھا جاسکتا ہے: ادھار کے معاہدے بحیثیت مستقبل کی ادائیگیاں، قیمت کے معاہدے بحیثیت پیمانہ قدر، معاہدوں کی ادائیگی بحیثیت آلہ تبادلہ، اور قبولیت عامہ و ذخیرہ قدر۔ اس تعریف میں زر کے تمام ممکنہ فرائض کا احاطہ کیا گیا ہے۔

زر کے فرائض

زر کے چھ اہم فرائض ہیں۔ سب سے پہلا اور بنیادی فرض آلہ تبادلہ (Medium of Exchange) ہے، جس کی بدولت افراد اپنی خدمات کے عوض زر کی صورت میں آمدنی وصول کرتے ہیں اور اشیاء کی خریداری کرتے ہیں، اور اب اشیاء کی دو طرفہ مطابقت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ دوسرا فرض پیمانہ قدر (Measure of Value)



ہے، جس کے ذریعے مختلف اشیاء و خدمات کی قدر و قیمت کا موازنہ ممکن ہوتا ہے۔ تیسرا فرض انتقال قدر (Transfer of Value) ہے، جس کی بدولت لوگ اپنے اثاثے بیچ کر دوسری جگہ زر کے عوض نئے اثاثے خرید سکتے ہیں۔

چوتھا فرض حکومتی ادائیگیوں اور وصولیوں کا ذریعہ ہے، جس کے تحت حکومت اپنے تمام واجبات اور ادائیگیاں زر کی صورت میں وصول اور ادا کرتی ہے۔ پانچواں فرض معاشی ترقی (Economic Development) میں کردار ہے، کیونکہ زر کے مؤثر نظام سے سرمایہ کاری بڑھتی ہے، بیروزگاری کم ہوتی ہے اور معیار زندگی بلند ہوتا ہے۔ چھٹا فرض متفرق فرائض پر مشتمل ہے، جن میں روزمرہ حساب کتاب، بلا حیل و حجت قبولیت، سیال پذیری (Liquid Asset) اور جدیدینکاری نظام کی بنیاد شامل ہیں۔

زر کی اقسام

زر کی چھ بنیادی اقسام ہیں۔ دھاتی زر (Metallic Money) دو طرح کا ہوتا ہے: معیاری زر (Standard Money) جس کی ظاہری اور حقیقی قدر برابر ہوتی ہے، اور علامتی زر (Token Money) جس کی ظاہری قدر اس کی حقیقی قدر سے زیادہ ہوتی ہے، جیسے پاکستان کے موجودہ سکے۔ کاغذی زر (Paper Money) بھی دو طرح کا ہے: بدل پذیر کاغذی زر، جسے مرکزی بینک سونے چاندی میں بدلنے کا پابند ہوتا ہے، اور غیر بدل پذیر کاغذی زر (قانونی زر)، جسے حکومت جاری تو کرتی ہے مگر سونے چاندی میں بدلنے کی ذمہ داری قبول نہیں کرتی۔

قانونی زر (Legal Tender) کو قرضوں اور عام لین دین میں قانوناً قبول کرنا لازم ہے، اور یہ محدود قانونی زر (چھوٹے سکے، ایک مقررہ حد تک قابل قبول) اور غیر محدود قانونی زر (کرنسی نوٹ، بلا حد قابل قبول) میں تقسیم ہوتا ہے۔ اعتباری زر (Credit Money) قرض خواہ اور مقروض کے درمیان بھروسے کی بنیاد پر گردش کرتا ہے، جیسے چیک اور ہنڈی۔ قریبی زر (Near Money) فوری طور پر آلہ تبادلہ نہیں بنتا مگر ضرورت پڑنے پر نقد میں تبدیل کیا جاسکتا ہے، جیسے میعاد امانتیں اور بچت سرٹیفکیٹ۔ حسابی زر (Unit of Account) اشیاء کی قیمتوں اور رقم کی گنتی کی معیاری اکائی ہے، جیسے پاکستان کا روپیہ۔

اعتباری زر کے آلات: چیک اور ہنڈی

اعتباری زر کے کئی آلات ہیں۔ کتابی حساب (Book Account) میں دکاندار ادھار اشیاء کی مالیت اپنے رجسٹر میں درج کرتا ہے۔ تحریری وعدہ (Promissory Note) میں مقروض ایک مقررہ وقت میں ادھار کی رقم واپس



کرنے کا تحریری وعدہ کرتا ہے۔ چیک (Cheque) بینک میں امانت رکھنے والوں کا وہ حکم نامہ ہے جس کے ذریعے بینک، چیک پیش کرنے والے کو درج شدہ رقم ادا کرتا ہے۔ چیک کی چار اقسام ہیں: حامل چیک (جو بھی پیش کرے وہ رقم لے سکتا ہے)، حکمی چیک (صرف نامزد شخص رقم لے سکتا ہے)، نشان زدہ چیک (رقم براہ راست وصول کنندہ کے اکاؤنٹ میں منتقل ہوتی ہے) اور سفری چیک (سفر کے دوران نقد رقم کی حفاظت کے لیے)۔

بینک ڈرافٹ (Bank Draft) کے ذریعے لوگ اپنی رقم ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں۔ ہنڈی (Bill of Exchange) ایک ایسی دستاویز ہے جس پر ادھار تجارتی مال کی قیمت، سودے کی تاریخ اور واپسی کی مدت درج ہوتی ہے۔ ہنڈی کی دو اقسام ہیں: درشی ہنڈی، جس کی پیش کرتے ہی ادائیگی کرنی پڑتی ہے، اور مدتی ہنڈی، جس کی ادائیگی ایک مقررہ مدت کے بعد کی جاتی ہے۔ بینک ہنڈی کے عوض قرض دینے کے عمل کو ہنڈی پر بند لگانا (Discounting) کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ کفالتیں (Securities) بھی حکومت کی جاری کردہ ایسی رسیدیں ہیں جو بازارِ حصص میں خرید و فروخت کی جاسکتی ہیں۔

زر کی طلب: کینز کے تین محرکات

جے ایم کینز نے زر کی طلب یعنی سیال پذیری کی ترجیح (Liquidity Preference) کو تین محرکات کی بنیاد پر بیان کیا ہے۔ پہلا محرک روزمرہ ضروریات (Transaction Motive) ہے، جس کے تحت گھرانے اور کاروباری ادارے اپنی روزمرہ ضروریات اور کاروباری اخراجات پورے کرنے کے لیے آمدنی کا کچھ حصہ نقد رکھتے ہیں۔ یہ طلب براہ راست آمدنی کے ساتھ بڑھتی یا گھٹتی ہے مگر شرح سود سے متاثر نہیں ہوتی۔ دوسرا محرک ناگہانی ضروریات (Precautionary Motive) ہے، جس کے تحت بیماری، حادثات یا بیروزگاری جیسے غیر متوقع حالات سے نمٹنے کے لیے رقم نقد رکھی جاتی ہے۔ یہ رقم بھی آمدنی کا معمولی حصہ ہونے کے باعث شرح سود سے غیر متاثر رہتی ہے۔

تیسرا محرک تخمینی (Speculative Motive) ہے، جسے سٹے بازی بھی کہتے ہیں، جس کے تحت لوگ اپنی پس انداز کردہ رقم مختلف کمپنیوں کے حصص اور بانڈز کی خرید و فروخت پر خرچ کر کے منافع کماتے ہیں۔ یہ واحد محرک ہے جو براہ راست شرح سود سے متاثر ہوتا ہے: شرح سود بڑھنے پر تخمینی طلب کم ہو جاتی ہے کیونکہ لوگ زر کو قرضوں میں دے کر بلند شرح سود کا فائدہ اٹھاتے ہیں، جبکہ شرح سود کم ہونے پر تخمینی طلب بڑھ جاتی ہے۔ ان تینوں محرکات کا مجموعہ ہی زر کی کل طلب کو ظاہر کرتا ہے۔



زر کی رسد

زر کی رسد سے مراد زر کی وہ مقدار ہے جو ایک خاص عرصہ میں معیشت کے اندر گردش کر رہی ہوتی ہے۔ زر کی رسد اشیاء کی رسد کے برعکس ایک معینہ ذخیرہ (Stock) کی مانند ہوتی ہے، نہ کہ مسلسل بہاؤ۔ زر کی رسد کئی عوامل پر منحصر ہے: زیر گردش زر یعنی حکومت اور مرکزی بینک کے جاری کردہ سکے اور کرنسی نوٹ (مرکزی بینک کو نوٹ چھاپتے وقت کم از کم 30 فیصد سونا، چاندی یا منظور شدہ زرببادلہ بطور ضمانت رکھنا پڑتا ہے)؛ زر اعتبار یعنی بینکوں کے جاری کردہ چیک اور ڈرافٹ؛ بچتیں، جو انفرادی، کاروباری اور سرکاری تین ذرائع سے آتی ہیں اور جب بینکوں میں جمع ہو کر قرضوں کی صورت میں جاری کی جاتی ہیں تو زر کی رسد بڑھاتی ہیں۔

بیمہ کمپنیاں بھی پریمیم کی صورت میں جمع شدہ رقم سرمایہ کاری میں لگا کر زر کی رسد بڑھانے میں کردار ادا کرتی ہیں، اور بازارِ حصص (Stock Exchange) میں حکومتی و نیم سرکاری اداروں کے حصص، کفالتوں اور بانڈز کی خرید و فروخت سے بھی سرمائے کی گردش اور زر کی رسد میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر ملک میں کسادبازاری کے حالات ہوں تو حکومت سرمایہ کاری بڑھا کر اور ٹیکس کم کر کے زر کی رسد بڑھاتی ہے، جبکہ افراطِ زر کے حالات میں ٹیکسوں میں اضافہ کر کے زر کی رسد کم کر دی جاتی ہے۔

زر کی قدر اور نظریہ مقدار زر

زر کی قدر سے مراد زر کی وہ قوتِ خرید ہے جس کے بدلے دیگر اشیاء کی مقررہ مقدار حاصل کی جاسکے۔ زر کی قدر اور قیمتوں میں معکوس (الٹ) تعلق پایا جاتا ہے: جب اشیاء کی قیمتیں بڑھتی ہیں تو زر کی قدر کم ہو جاتی ہے، اور قیمتیں گرنے سے زر کی قدر بڑھ جاتی ہے۔ نظریہ مقدار زر کے مطابق زر کی رسد، قیمتوں کے معیار اور زر کی قدر کے مابین ایک مخصوص تعلق پایا جاتا ہے۔ پروفیسر ناگ کے مطابق اگر زر کی مقدار دو گنی کر دی جائے تو قیمتیں بھی دو گنی ہو جاتی ہیں اور زر کی قدر نصف رہ جاتی ہے، بشرطیکہ دیگر حالات بدستور رہیں۔

ارونگ فشر نے 1911 میں نظریہ مقدار زر کو مساواتِ تبادلہ (Equation of Exchange) کی صورت میں بیان کیا: $PT = MV + M'V$ ، جسے قیمتوں کے تعین کے لیے $P = MV/T$ کی شکل میں لکھا جاسکتا ہے، جہاں P قیمتوں کا معیار، T اشیاء و خدمات کی مقدار، M زر کی مقدار اور V زر کی گردش کی رفتار ہے۔ فشر کے مطابق T اور V مختصر عرصے میں معین رہتے ہیں۔ اس نظریہ پر کئی اعتراضات بھی کیے گئے ہیں: گردش زر اور اشیاء کا حجم درحقیقت ساکن نہیں بلکہ متغیر ہوتے ہیں، M اور V ایک دوسرے سے آزاد نہیں بلکہ باہم منسلک ہیں، اور قیمتوں میں تبدیلی



ہمیشہ زر کی مقدار کے متناسب نہیں ہوتی بلکہ جنگ، آبادی کے دباؤ اور مصنوعی قلت جیسے دیگر عوامل سے بھی متاثر ہوتی ہے۔

اہم تعریفات

اصطلاح	تعریف
زر (پروفیسر واکر)	زر سے مراد وہ شے ہے جو بطور زر تمام فرائض سرانجام دیتی ہے: Money is what money does
زر (جے ایم کینز)	زر وہ شے ہے جس کے ذریعے ادھار اور قیمت کے معاہدوں کی ادائیگیاں چکائی جاتی ہیں اور جس کی شکل میں عام قوت خرید کا ذخیرہ کیا جاتا ہے۔
براہ راست تبادلہ (Barter System)	ایسی معیشت جس میں کوئی شے قبولیت عامہ کی حیثیت نہ رکھتی ہو اور اشیاء کا اشیاء سے تبادلہ کیا جاتا ہو، بغیر زر استعمال کیے۔
معیاری زر (Standard Money)	ایسا دھاتی زر جس کی ظاہری اور حقیقی قدر آپس میں برابر ہو، جسے پوری مالیت کا سکہ بھی کہتے ہیں۔
علامتی زر (Token Money)	ایسا زر جس کی ظاہری قدر اس کی حقیقی یا اندرونی قدر سے کہیں زیادہ ہو، جیسے پاکستان کے موجودہ دھاتی سکے۔
قانونی زر (Legal Tender)	ایسا زر جسے قرضوں کی ادائیگی اور عام لین دین میں حکومت کی طرف سے قانوناً قبول کرنا لازم ہو، جس کو قبول نہ کرنا جرم تصور کیا جاتا ہے۔
اعتباری زر (Credit Money)	ایسی قانونی تحریر جس کا جاری کنندہ حامل کو درج شدہ رقم ادا کرنے کا پابند ہو اور جو قرض خواہ و مقروض کے درمیان بھروسے کی بنیاد پر گردش کرے۔
نظریہ مقدار زر	وہ نظریہ جس کے مطابق زر کی مقدار میں تبدیلی سے قیمتوں کے معیار اور زر کی قدر میں متناسب تبدیلی رونما ہوتی ہے، جسے فشر نے $PT = MV$ مساوات سے ظاہر کیا۔



اہم حقائق و فارمولے

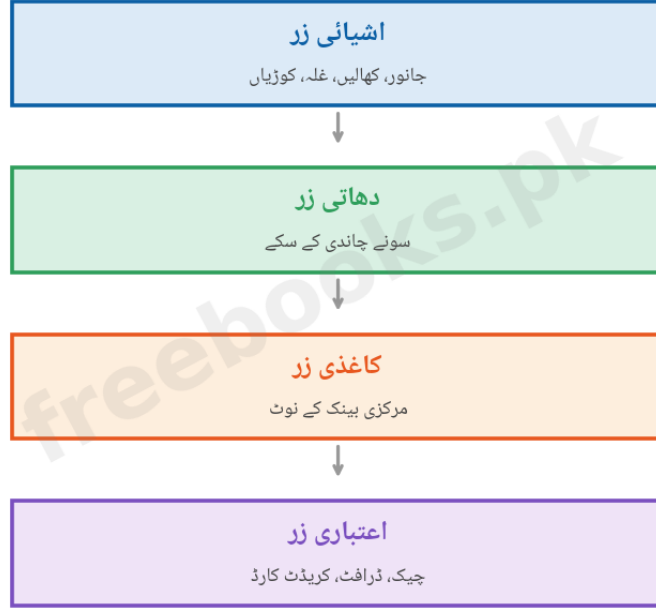
عنوان	فارمولا / حقیقت
مساواتِ تبادلہ (نشر)	$PT = MV + M'V', P = MV / T$
زرِ محفوظات کی شرح	مرکزی بینک کو جاری کردہ نوٹوں کی کم از کم 30% مالیت سونا، چاندی یا زرِ تبادلہ کی صورت میں محفوظ رکھنا لازم
نظریہ مقدار زر (پروفیسر ناگ)	زر کی مقدار دو گنی = قیمتیں دو گنی اور زر کی قدر نصف؛ زر کی مقدار نصف = قیمتیں نصف اور زر کی قدر دو گنی
زر کی قدر اور قیمتوں کا تعلق	زر کی قدر اور اشیاء کی قیمتوں میں معکوس (الٹ) تعلق: قیمتیں بڑھیں تو زر کی قدر گھٹے، قیمتیں گھٹیں تو زر کی قدر بڑھے
مثالی حساب: $P = MV/T$	اگر $M=200, V=3, T=30$ تو $P = (200 \times 3)/30 = 20$ روپے
زر کی طلب کے محرکات (کینز)	روزمرہ ضروریات کا محرک + ناگہانی ضروریات کا محرک + تخمینی محرک = زرِ نقد کی کل طلب (سیال پذیری کی ترجیح)
زر کی رسد کے ذرائع	زیر گردش زر + زرِ اعتبار (چیک/ڈرافٹ) + بچتیں (انفرادی + کاروباری + سرکاری) + بیمہ کمپنیاں + بازارِ حصص
چیک کی اقسام	حامل چیک، حکمی چیک، نشان زدہ چیک، سفری چیک — چار بنیادی اقسام

خاکہ جات و تصاویر

زر کا ارتقا: ایک خاکہ جو زر کے چار بڑے تاریخی مراحل کو ترتیب سے ظاہر کرتا ہے: اشیائی زر سے دھاتی زر، پھر کاغذی زر اور آخر میں جدید اعتباری زر تک۔



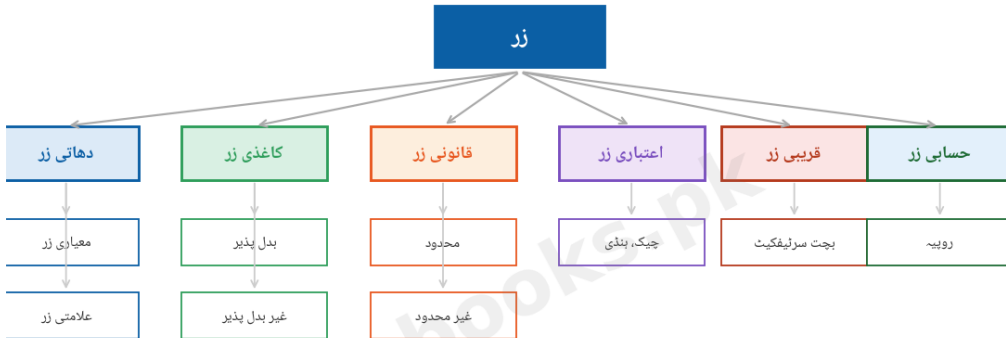
زر کا ارتقا



زر کا ارتقا

زر کی اقسام کی درجہ بندی: ایک درجہ بندی کا خاکہ جو زر کی چھ بنیادی اقسام (دھاتی، کاغذی، قانونی، اعتباری، قریبی، اور حسابی زر) اور ان کی ذیلی اقسام کو ظاہر کرتا ہے۔

زر کی اقسام کی درجہ بندی

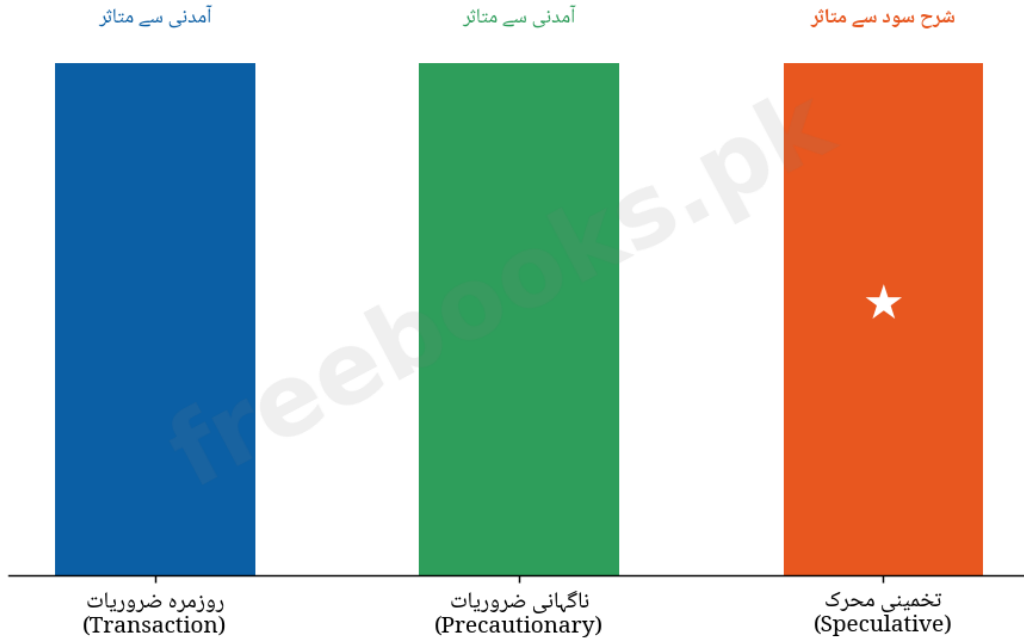


زر کی اقسام کی درجہ بندی



زر کی طلب کے تین محرکات (کینز): ایک بار چارٹ جو کینز کے مطابق زر کی طلب کے تین محرکات — روزمرہ ضروریات، ناگہانی ضروریات اور تخمینی محرک — اور ان میں سے صرف تخمینی محرک کے شرح سود سے متاثر ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔

زر کی طلب کے تین محرکات (کینز)



تینوں محرکات مل کر زر کی کل طلب (سیال پذیری کی ترجیح) بناتے ہیں

زر کی طلب کے تین محرکات (کینز)

مختصر سوالات و جوابات

سوال 1: براہ راست تبادلہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: براہ راست تبادلہ ایسا نظام ہے جس میں زر استعمال کیے بغیر اشیاء کا تبادلہ براہ راست دوسری اشیاء کے ساتھ کیا جاتا ہے، جیسا کہ پروفیسر سٹینلے نے بیان کیا ہے۔

سوال 2: زر کے ارتقا کے چار مراحل کون سے ہیں؟

جواب: زر کے ارتقا کے چار مراحل یہ ہیں: اشیائی/اجناسی زر، دھاتی زر، کاغذی زر اور اعتباری زر۔

سوال 3: معیاری زر اور علامتی زر میں کیا فرق ہے؟



جواب: معیاری زر کی ظاہری اور حقیقی قدر برابر ہوتی ہے، جبکہ علامتی زر کی ظاہری قدر اس کی حقیقی قدر سے زیادہ ہوتی ہے، جیسے پاکستان کے موجودہ سکے۔

سوال 4: حامل چیک اور حکمی چیک میں کیا فرق ہے؟

جواب: حامل چیک جو بھی بینک میں پیش کرے وہ رقم حاصل کر سکتا ہے، جبکہ حکمی چیک کی رقم صرف وہی شخص وصول کر سکتا ہے جس کے نام یہ چیک جاری کیا گیا ہو۔

سوال 5: کینز کے مطابق زر کی طلب کے تین محرکات کون سے ہیں؟

جواب: کینز کے مطابق زر کی طلب کے تین محرکات ہیں: روزمرہ ضروریات کا محرک، ناگہانی ضروریات کا محرک اور تخمینی محرک، جن میں سے صرف تخمینی طلب شرح سود سے متاثر ہوتی ہے۔

سوال 6: نظریہ مقدار زر کیا بیان کرتا ہے؟

جواب: نظریہ مقدار زربیان کرتا ہے کہ زر کی مقدار میں اضافہ یا کمی سے قیمتوں کے معیار اور زر کی قدر میں متناسب تبدیلی رونما ہوتی ہے، جسے فشر نے $PT = MV$ مساوات سے ظاہر کیا۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سوال 1: براہ راست تبادلہ کے نظام کی مشکلات کی تفصیل سے وضاحت کریں اور بیان کریں کہ ان مشکلات نے زر کے ارتقا میں کیا کردار ادا کیا۔

انسانی تمدن کے ابتدائی دور میں جب زر موجود نہیں تھا تو لوگ اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے براہ راست تبادلہ کے نظام کا سہارا لیتے تھے، یعنی اشیاء کے بدلے اشیاء کا تبادلہ کیا جاتا تھا، مگر معاشی نظام کے وسیع اور پیچیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس نظام میں کئی سنگین مشکلات پیدا ہونا شروع ہو گئیں جن کی وجہ سے بالآخر یہ نظام اپنی اہمیت کھو بیٹھا۔ سب سے پہلی اور سب سے بنیادی مشکل ضروریات کی دو طرفہ مطابقت کا فقدان تھی، یعنی اگر کسی شخص کے پاس گندم ہو اور وہ اسے کپڑے کے بدلے دینا چاہتا ہو تو اسے ایسا شخص تلاش کرنا پڑتا تھا جس کے پاس نہ صرف کپڑا ہو بلکہ وہ اسے گندم کے عوض دینے پر بھی تیار ہو، اور ایسی مطابقت کا ملنا اکثر بہت مشکل ثابت ہوتا تھا۔ دوسری مشکل مشترک پیمانہ قدر کا فقدان تھی، کیونکہ اشیاء کی قدر و مالیت جاننے کا کوئی مشترک معیار موجود نہیں تھا جس سے یہ طے کیا جاسکے کہ ایک شے کے بدلے دوسری شے کی کتنی مقدار حاصل کی جائے، جس کی وجہ سے سودے طے کرنا بہت دشوار ہو جاتا تھا۔ تیسری مشکل اشیاء کی عدم تقسیم پذیری کی تھی، کیونکہ



گائے، بکری یا مکان جیسی اشیاء کو چھوٹے حصوں میں تقسیم کر کے ان کے بدلے مختلف چھوٹی چھوٹی ضروریات پوری کرنا ممکن نہیں تھا۔ چوتھی مشکل ذخیرہ قدر کے فقدان کی تھی، کیونکہ زندہ مویشیوں کی دیکھ بھال پر کثیر اخراجات اور وسیع جگہ درکار ہوتی تھی جبکہ سبزیوں اور دیگر خراب ہونے والی اشیاء کو طویل عرصے تک محفوظ رکھنا ممکن ہی نہیں تھا۔ پانچویں مشکل دولت کی نقل مکانی کے فقدان کی تھی، کیونکہ مویشیوں اور اشیاء کی صورت میں موجود دولت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا انتہائی مشکل اور پر خرچ کام تھا۔ چھٹی مشکل مستقبل کی ادائیگیوں سے متعلق تھی، کیونکہ اگر کوئی شخص کسی کو ادھار میں گندم یا مویشی دیتا تو واپسی کے وقت اس شے کی قدر یا معیار میں تبدیلی کی وجہ سے دونوں فریقین کے درمیان نزاع پیدا ہو جاتی تھی۔ ساتویں اور آخری مشکل حکومتی وصولیوں اور اخراجات سے متعلق تھی، کیونکہ حکومت کو اپنے واجبات اشیاء کی صورت میں وصول اور خرچ کرنے میں ذخیرہ اور تقسیم جیسے وہی مسائل درپیش تھے جو عام افراد کو تھے۔ انہی سات مشکلات کے مجموعی اثر نے انسان کو ایسا مشترک اور سب کو قابل قبول آلہ تبادلہ تلاش کرنے پر مجبور کر دیا جو ان تمام مسائل کا حل پیش کر سکے، اوریوں تاریخی طور پر پہلے اشیائی زر، پھر دھاتی زر، اس کے بعد کاغذی زر اور آخر میں جدید اعتباری زر کے مراحل سے گزرتے ہوئے زر کا موجودہ نظام وجود میں آیا، جس نے تمام مذکورہ بالا مشکلات کا مؤثر حل فراہم کر دیا۔

سوال 2: زر کی تعریف اور اس کے تمام فرائض کی تفصیل سے وضاحت کریں۔

زر کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے مختلف ماہرین معاشیات نے وقتاً فوقتاً زر کی مختلف انداز میں تعریفیں بیان کی ہیں، جن میں سے ہر ایک زر کے کسی نہ کسی پہلو پر روشنی ڈالتی ہے۔ پروفیسر واکر کے مطابق زر وہ شے ہے جو بطور زر تمام فرائض سرانجام دیتی ہے، یعنی جو کام زر کرتا ہے وہی اس کی تعریف ہے۔ مورگن کے نزدیک زر ایسی شے ہے جو عام طور پر قرضوں کی ادائیگی میں استعمال ہوتی ہے۔ جیفری کراؤتھ نے زر کو ایسی شے قرار دیا جسے آلہ تبادلہ کی حیثیت سے قبولیت عامہ حاصل ہو اور جو بیک وقت پیمانہ قدر اور ذخیرہ قدر کا کام بھی سرانجام دے، مگر ان کی تعریف میں زر کا ایک اہم فرض یعنی مستقبل کی ادائیگیوں کا معیار نظر انداز ہو گیا۔ اسی کمی کو دور کرتے ہوئے جے ایم کینز نے سب سے جامع تعریف پیش کی، جس کے مطابق زر وہ شے ہے جس کے ذریعے ادھار کے معاہدوں اور قیمت کے معاہدوں کی ادائیگیاں چکائی جاتی ہیں اور جس کی شکل میں عام قوت خرید کا ذخیرہ کیا جاتا ہے، اور اس تعریف میں زر کے تمام فرائض یعنی مستقبل کی ادائیگیوں کا معیار، پیمانہ قدر، آلہ تبادلہ، قبولیت عامہ اور ذخیرہ قدر سب شامل ہیں۔ انہی تعریفوں کی روشنی میں زر کے چھ اہم فرائض کو تفصیل سے سمجھا جاسکتا ہے۔ سب سے پہلا اور بنیادی فرض آلہ تبادلہ کا ہے، جس کی بدولت عاملین پیدائش اپنی خدمات کے عوض زر کی



صورت میں آمدنی حاصل کرتے ہیں اور کاروباری ادارے اشیاء فراہم کر کے زر وصول کرتے ہیں، جس سے اشیاء کی دو طرفہ مطابقت کی ضرورت ہی ختم ہو گئی۔ دوسرا فرض پیمانہ قدر کا ہے، جس کے ذریعے مختلف اشیاء و خدمات کی قدر و قیمت کا تعین اور موازنہ ممکن ہوا۔ تیسرا فرض انتقال قدر کا ہے، جس کی بدولت لوگ اپنے اثاثوں کو بیچ کر حاصل ہونے والی رقم سے دوسری جگہ نئے اثاثے خرید سکتے ہیں۔ چوتھا فرض حکومتی ادائیگیوں اور وصولیوں کے ذریعے کے طور پر ہے، جس سے حکومت اپنے تمام واجبات اور اخراجات آسانی سے سرانجام دے سکتی ہے۔ پانچواں فرض معاشی ترقی میں کردار ادا کرنا ہے، کیونکہ زر کے مؤثر نظام سے سرمایہ کاری، روزگار اور معیار زندگی میں بہتری آتی ہے۔ چھٹا اور آخری فرض متفرق نوعیت کا ہے جس میں روزمرہ حساب کتاب، بلا حیل و حجت قبولیت، سیال پذیری اور جدیدینکاری نظام کی بنیاد جیسے پہلو شامل ہیں۔ ان تمام فرائض کے باعث زر کو جدید معیشت کی ریڑھ کی ہڈی قرار دیا جاتا ہے۔

معروضی سوالات (MCQs)

- ذیل میں سے کون سا زر کے فرائض میں شامل نہیں ہے؟
(الف) آلہ تبادلہ (ب) مشترک پیمانہ قدر (ج) انتقال قدر (د) شرح سود کا تعین
درست جواب: (د) شرح سود کا تعین۔ شرح سود کا تعین زر کا فرض نہیں بلکہ مرکزی بینک کی مالیاتی پالیسی کا معاملہ ہے۔ زر کے فرائض میں آلہ تبادلہ، پیمانہ قدر، انتقال قدر، حکومتی ادائیگیاں اور معاشی ترقی شامل ہیں۔
- ایسا زر جس کی ظاہری اور حقیقی قدر آپس میں برابر ہو، وہ کہلاتا ہے:
(الف) کاغذی زر (ب) قریبی زر (ج) اعتباری زر (د) معیاری زر
درست جواب: (د) معیاری زر۔ معیاری زر (Standard Money) کی ظاہری اور حقیقی قدر برابر ہوتی ہے، اسی لیے اسے پوری مالیت کا سکہ بھی کہتے ہیں۔
- ذیل میں سے کون سی اعتباری زر کی قسم ہے؟
(الف) کاغذی نوٹ (ب) معیاری زر (ج) کریڈٹ کارڈ (د) قانونی زر
درست جواب: (ج) کریڈٹ کارڈ۔ کریڈٹ کارڈ اعتباری زر کی جدید قسم ہے، جس کے ذریعے بینک کی مخصوص سہولت سے ادائیگی کی جاتی ہے۔
- ایسا چیک جس کے ذریعے حامل براہ راست بینک سے رقم نہیں نکلوا سکتا، کہلاتا ہے:



(الف) حامل چیک (ب) سفری چیک (ج) حکمی چیک (د) نشان زدہ چیک
درست جواب: (د) نشان زدہ چیک۔ نشان زدہ چیک (Crossed Cheque) کی رقم براہ راست نقد نہیں دی جاتی بلکہ وصول کنندہ کے اکاؤنٹ میں منتقل کی جاتی ہے۔

5. چیک بینکوں میں امانتیں جمع کروانے والوں کے کیا ہوتے ہیں؟
 (الف) اثاثے (ب) حکم نامے (ج) اکاؤنٹ (د) معاہدے
درست جواب: (ب) حکم نامے۔ چیک دراصل بینک کے نام لکھے گئے حکم نامے ہوتے ہیں کہ درج شدہ رقم پیش کرنے والے کو ادا کر دی جائے۔

6. زر کی طلب کا کون سا محرک براہ راست شرح سود سے متاثر ہوتا ہے؟
 (الف) روزمرہ ضروریات کا محرک (ب) ناگہانی ضروریات کا محرک (ج) تخمینی محرک (د) کاروباری محرک
درست جواب: (ج) تخمینی محرک۔ کینز کے مطابق صرف تخمینی محرک (Speculative Motive) شرح سود سے براہ راست متاثر ہوتا ہے؛ شرح سود بڑھنے پر تخمینی طلب کم ہو جاتی ہے۔

7. مرکزی بینک کو کاغذی نوٹ جاری کرتے وقت کم از کم کتنے فیصد زر محفوظات رکھنا لازم ہے؟
 (الف) 10 فیصد (ب) 20 فیصد (ج) 30 فیصد (د) 50 فیصد
درست جواب: (ج) 30 فیصد۔ مرکزی بینک کو جاری کردہ نوٹوں کی کل مالیت کا کم از کم 30 فیصد سونا، چاندی یا منظور شدہ زرببادلہ کی صورت میں محفوظ رکھنا لازم ہے۔

8. فشر کی مساوات تبادله میں T سے کیا مراد ہے؟
 (الف) زر کی مقدار (ب) زر کی گردش کی رفتار (ج) اشیاء و خدمات کی مقدار (د) قیمتوں کا معیار
درست جواب: (ج) اشیاء و خدمات کی مقدار۔ فشر کی مساوات تبادله $PT = MV$ میں T سے مراد اشیاء و خدمات کی کل مقدار (Transactions) ہے۔

9. زر کی مقدار دو گنی ہونے سے نظریہ مقدار زر کے مطابق کیا ہوتا ہے؟
 (الف) قیمتیں نصف ہو جاتی ہیں (ب) قیمتیں دو گنی ہو جاتی ہیں (ج) قیمتیں غیر متاثر رہتی ہیں (د) زر کی قدر بڑھ جاتی ہے
درست جواب: (ب) قیمتیں دو گنی ہو جاتی ہیں۔ پروفیسر ناگ کے مطابق زر کی مقدار دو گنی ہونے سے قیمتیں بھی دو گنی ہو جاتی ہیں اور زر کی قدر نصف رہ جاتی ہے۔



10. اشیاء کے بدلے اشیاء کا لین دین کیا کہلاتا ہے؟

(الف) اعتباری زر کا نظام (ب) براہ راست تبادلہ کا نظام (ج) قانونی زر کا نظام (د) حسابی زر کا نظام
درست جواب: (ب) براہ راست تبادلہ کا نظام۔ زر استعمال کیے بغیر اشیاء کے بدلے اشیاء کے لین دین کو براہ راست تبادلہ کا نظام (Barter System) کہا جاتا ہے۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- براہ راست تبادلہ کے نظام کی 7 مشکلات: دو طرفہ مطابقت کا فقدان، مشترک پیمانہ قدر کا فقدان، عدم تقسیم پذیری، ذخیرہ قدر کا فقدان، دولت کی نقل مکانی کا فقدان، مستقبل کی ادائیگیوں میں دشواری، حکومتی وصولیوں میں دشواری۔
- زر کے ارتقا کے 4 مراحل: اشیائی/اجناسی زر -> دھاتی زر -> کاغذی زر -> اعتباری زر۔ تعریفیں: واکر (Money is what money does)، مورگن (قرضوں کی ادائیگی)، کراؤتھ (قبولیت عامہ پیمانہ قدر + ذخیرہ قدر)، کینز (سب سے جامع، مستقبل کی ادائیگیاں بھی شامل)۔
- زر کے 6 فرائض: آلہ تبادلہ، پیمانہ قدر، انتقال قدر، حکومتی ادائیگیاں و وصولیاں، معاشی ترقی، متفرق فرائض (روزمرہ حساب، قبولیت، سیال پذیری)۔
- زر کی اقسام: دھاتی (معیاری/علامتی)، کاغذی (بدل پذیر/غیر بدل پذیر)، قانونی (محدود/غیر محدود)، اعتباری، قریبی، حسابی زر۔ چیک کی 4 اقسام: حامل، حکمی، نشان زدہ، سفری۔ ہنڈی کی 2 اقسام: درشی، مدتی۔
- کینز کے 3 محرکات: روزمرہ ضروریات (آمدنی سے متاثر)، ناگہانی ضروریات (آمدنی سے متاثر)، تخمینی محرک (صرف یہی شرح سود سے متاثر)۔ زر کی رسد کے ذرائع: زیر گردش زر، زر اعتبار، بچتیں (انفرادی/کاروباری/سرکاری)، بیمہ کمپنیاں، بازار حصص۔
- زر کی قدر اور قیمتوں میں معکوس تعلق۔ فشر کی مساوات تبادلہ: $PT = MV + M'V$ یا $P = MV/T$ ۔ نظریہ مقدار زر پر تنقید: T اور V ساکن نہیں، M اور V آزاد نہیں، قیمتوں میں تبدیلی ہمیشہ متناسب نہیں ہوتی۔ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے۔



- براہ راست تبادلہ کی سات مشکلات کو ترتیب سے یاد رکھیں (دو طرفہ مطابقت، ہیمانہ قدر، تقسیم پذیری، ذخیرہ، نقل مکانی، مستقبل کی ادائیگیاں، حکومتی وصولیاں)۔ یہ اکثر تفصیلی سوال میں پوچھی جاتی ہیں۔
- زر کے ارتقا کے چار مراحل (اشیائی-دھاتی-کاغذی-اعتباری) کو ایک زنجیر کی طرح یاد رکھیں، ہر مرحلے کی ایک مثال ذہن نشین کر لیں۔
- چاروں ماہرین (واکر، مورگن، کراؤتھ، کینز) کی تعریفوں کا فرق سمجھیں۔ خصوصاً کینز کی تعریف کیوں سب سے جامع ہے۔
- چیک کی چار اقسام (حامل، حکمی، نشان زدہ، سفری) اور ہنڈی کی دو اقسام (درشی، مدتی) کو مثالوں سمیت یاد رکھیں۔
- کینز کے تین محرکات میں یہ نکتہ ضرور یاد رکھیں کہ صرف تخمینی محرک شرح سود سے متاثر ہوتا ہے، باقی دو آمدنی پر منحصر ہیں۔
- فشر کی مساوات تبادلہ $PT = MV$ اور اس کی مثالی حساب کتاب (M, V, T) دے کر P نکالنا) پر عددی سوال ضرور تیار رکھیں۔



Freebooks.pk

مفت نوٹس • پرانے پرچہ جات • رہنما کتب

ICOM دوم سال معاشیات — پنجاب بورڈ (اردو میڈیم)

باب 3

بینک

(Bank)

کلیدی تصورات • تعریفات • مختصر و تفصیلی سوالات • معروضی سوالات • خاکہ جات • امتحانی نکات

© freebooks.pk — اصل تعلیمی مواد



یہ نوٹس پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ (PCTB) کے تحت انٹر میڈیٹ (ICOM، جماعت 12) معاشیات کے نصاب کے باب سوم، بینک، پر مبنی ہیں۔ لفظ، بینک، اطالوی زبان کے الفاظ بینکس یا بینکوں سے ماخوذ ہے۔ ابتدا میں لوگ اپنی قیمتی اشیاء سناروں اور مہاجنوں کے پاس امانت رکھتے تھے، اور وقت کے ساتھ یہی رجحان جدید بینکاری نظام کی بنیاد بنا۔

اس باب میں بینک کے مفہوم اور اقسام، تجارتی بینکوں کے فرائض، زر اعتباری کی تخلیق کے عمل اور اس کی حد بندیوں، مرکزی بینک کے فرائض، زر پالیسی کے مقداری اور معیاری طریقوں، اور سود کے مفہوم و بلا سود بینکاری کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے ہیں۔

تعلیمی مقاصد

- بینک کے مفہوم کی وضاحت کریں اور کراؤتھ کی تعریف بیان کریں۔
- بینکوں کی آٹھ اقسام (مرکزی، تجارتی، زرعی، صنعتی، تعاونی، بچت، مبادلہ، رہن) میں فرق کریں۔
- تجارتی بینکوں کے فرائض، بالخصوص امانتیں وصول کرنا اور قرضے جاری کرنا، بیان کریں۔
- زر اعتباری کی تخلیق کے عمل کو عددی مثال کی مدد سے سمجھائیں۔
- زر اعتباری کی تخلیق کو محدود کرنے والے عوامل بیان کریں۔
- مرکزی بینک کے فرائض (نوٹ اجراء، حکومت کا بینک، بینکوں کا بینک، بازار زر کا ناظم) کی وضاحت کریں۔
- زر پالیسی کے مقداری طریقوں (شرح بینک، کھلا بازار عمل، محفوظات کا تناسب) کی وضاحت کریں۔
- سود کے مفہوم اور بلا سود بینکاری کے بنیادی طریقوں (مشارکہ، مضاربہ) کی وضاحت کریں۔

کلیدی تصورات

بینک کا مفہوم اور تاریخی پس منظر

لفظ، بینک، اطالوی زبان کے الفاظ بینکس، بینکوں یا بینک سے ماخوذ ہے۔ ابتدا میں جب بینک موجود نہیں تھے تو لوگ اپنی پس انداز کی ہوئی رقم اور قیمتی اشیاء سوداگروں، مہاجنوں یا سناروں کے پاس بطور امانت رکھوا دیتے تھے۔



وقت گزرنے کے ساتھ ان امانت داروں نے محسوس کیا کہ چند ہی لوگ اپنی امانتیں واپس لینے کا مطالبہ کرتے ہیں، چنانچہ انہوں نے باقی رقم ضرورت مندوں کو قرضے کے طور پر دینا شروع کر دی اور سود وصول کرنے لگے۔ یہی رجحان آگے چل کر جدیدینکاری نظام کی بنیاد بنا۔

پروفیسر جی کراؤتھ کے مطابق بینک قرضوں کا کاروبار کرتا ہے، عوام سے امانتیں وصول کرتا ہے اور ضرورت مند لوگوں کو قرضہ مہیا کرتا ہے۔ چونکہ بینک کی جاری کردہ رسیدیں عوام بلا عذر قبول کر لیتے ہیں، اس طرح بینک زر کی تخلیق کرتے ہیں۔ 'سادہ الفاظ میں بینک ایک ایسا مالیاتی ادارہ ہے جو لوگوں کی بچائی ہوئی رقم زر محفوظ کی حیثیت سے رکھتا ہے اور ضرورت مندوں کو قرضے فراہم کرتا ہے، اور اسی عمل میں زر اعتبار کی تخلیق کرتا ہے۔

بینکوں کی اقسام: مرکزی بینک اور تجارتی بینک

بینکوں کی پہلی اور اہم قسم مرکزی بینک (Central Bank) ہے، جو کسی ملک کے بینکاری نظام کا سربراہ ہوتا ہے اور منافع کمانا اس کے لیے ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ پروفیسر ڈی کاک کے مطابق، مرکزی بینک ملک کے بینکاری اور زرعی نظام کا سربراہ ہوتا ہے اور عوام کی بھلائی و اقتصادی ترقی کے لیے کام کرتا ہے۔ 'پاکستان کے مرکزی بینک کا نام سٹیٹ بینک آف پاکستان ہے، جو نوٹ چھاپنے کی اجازت داری رکھتا ہے اور گردش زر کو کنٹرول کرتا ہے۔

دوسری اہم قسم تجارتی بینک (Commercial Banks) ہیں، جو منافع کمانے کی غرض سے قائم کیے جاتے ہیں اور لوگوں کی امانتیں وصول کر کے ضرورت مندوں کو قرضے دیتے ہیں۔ فشر کے مطابق، تجارتی بینک ایسے مالی ادارے ہوتے ہیں جو حکومت کی منظوری سے قائم کیے جاتے ہیں اور امانتیں وصول کرنے و قرضے جاری کرنے کا کاروبار کرتے ہیں۔ 'پاکستان کے بڑے تجارتی بینکوں میں حبیب بینک، مسلم کمرشل بینک، نیشنل بینک اور یونائیٹڈ بینک شامل ہیں۔ تجارتی بینک فہرست بینک (مرکزی بینک کے اصولوں کے پابند) اور غیر فہرست بینک (کم پابندیوں کے حامل) میں تقسیم ہوتے ہیں۔

بینکوں کی اقسام: زرعی، صنعتی، تعاونی، بچت، مبادلہ اور رہن بینک

زرعی بینک (Agriculture Banks) کاشتکاروں کو کھاد، بیج اور زرعی آلات کی خریداری کے لیے آسان شرائط پر قرضے فراہم کرتے ہیں؛ پاکستان میں زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ (ZTBL) اس میں نمایاں ہے۔ صنعتی بینک (Industrial Banks) صنعتکاروں کو مشینری اور عمارات کے لیے قرضے دیتے ہیں، جیسے پی آئی سی آئی سی اور



صنعتی ترقیاتی بینک۔ تعاونی بینک (Cooperative Banks) امداد باہمی کی انجمنوں کے اراکین کو مدد آپ کے اصول پر قرضے فراہم کرتے ہیں۔

بچت بینک (Saving Banks) کوئی الگ ادارے نہیں بلکہ تمام تجارتی بینک اور ڈاک خانے لوگوں میں بچت کا رجحان پیدا کرنے کے لیے یہ خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ مبادلہ بینک (Exchange Banks) ملکی کرنسی کو غیر ملکی کرنسی میں بدلنے اور درآمد و برآمد کنندگان کی مدد کا کام کرتے ہیں۔ رہن رکھنے کے بینک (Mortgage Banks) جائیدادوں اور مکانات کو رہن رکھ کر قرضے فراہم کرتے ہیں، جیسے ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن (HBFC)۔

تجارتی بینکوں کے فرائض: امانتیں وصول کرنا

تجارتی بینکوں کا سب سے بنیادی فرض لوگوں کی امانتیں وصول کرنا ہے، جو چار اقسام کی ہوتی ہیں۔ طلبی کھاتے یا رواں کھاتے (Demand/Current Deposits) کو مالک جب چاہے نکلوا سکتا ہے اور ان پر کوئی سود نہیں ملتا۔ میعادی امانتیں (Time Deposits) ایک مقررہ مدت کے لیے جمع کروائی جاتی ہیں اور ان پر زیادہ شرح سود ملتا ہے، مگر مقررہ وقت سے پہلے نکلوانا مشکل ہوتا ہے۔

بچت امانتیں (Saving Deposits) لوگوں کی چھوٹی چھوٹی بچتوں پر مشتمل ہوتی ہیں اور مفتے میں محدود بار نکلوانی جاسکتی ہیں۔ چوتھی قسم نفع و نقصان کی شراکتی امانتیں (Profit & Loss Sharing Deposits) ہیں، جو یکم جولائی 1985 سے پاکستان میں بلا سود بینکاری نظام کے تحت رائج کی گئیں، جن میں امانت دار بینک کے منافع یا نقصان میں شریک ہوتا ہے، اور شرح ہر چھ ماہ بعد اعلان کی جاتی ہے۔

تجارتی بینکوں کے فرائض: قرضے جاری کرنا اور دیگر خدمات

تجارتی بینک قرضوں کا حساب کھول کر، اوور ڈرافٹ کی سہولت دے کر اور ہنڈیوں پر بٹہ لگا کر ضرورت مندوں کو قرضے فراہم کرتے ہیں۔ ہر بینک اپنی امانتوں کا 20 سے 30 فیصد زرخیز نقد کی صورت میں محفوظ رکھتا ہے اور باقی رقم قرضوں میں جاری کرتا ہے۔ اوور ڈرافٹ کی سہولت صرف اچھے اور مستقل کھاتے داروں کو ملتی ہے، جس کے تحت وہ اپنے کھاتے میں موجود رقم سے زائد رقم نکلوا سکتے ہیں۔

ان کے علاوہ تجارتی بینک سہل آلہ مبادلہ (چیک، ڈرافٹ) فراہم کرتے ہیں، انتقال زر کی سہولت دیتے ہیں، سرمایہ کاری کا ذریعہ بنتے ہیں، لوگوں کی قیمتی اشیاء کے محافظ ہوتے ہیں، اور غیر ملکی کرنسی کے لین دین جیسے متفرق



فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔ ان تمام خدمات کی بدولت تجارتی بینک معاشی سرگرمیوں کو فروغ دینے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

زیر اعتباری کی تخلیق کا عمل

زیر اعتباری کی تخلیق تجارتی بینکوں کا سب سے اہم فریضہ ہے، جس کے تحت وہ اصل امانتوں کی بنیاد پر کئی گنا زیادہ مالیت کے قرضے جاری کرتے ہیں، اسی لیے انہیں 'زیر اعتبار پیدا کرنے کے کارخانے' کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر بینک A کے پاس 50 ملین روپے کی نئی امانت جمع ہو تو بینک اس کا 20 فیصد یعنی 10 ملین روپے زیر نقد محفوظ رکھ کر باقی 80 فیصد یعنی 40 ملین روپے قرضے میں جاری کر دیتا ہے۔ یہ 40 ملین روپے جب بینک B میں بذریعہ چیک جمع ہوتے ہیں تو بینک B بھی اپنا 20 فیصد یعنی 8 ملین محفوظ رکھ کر باقی 32 ملین قرضے میں جاری کر دیتا ہے۔

یہ سلسلہ بینک C، D اور اس سے آگے تک جاری رہتا ہے جب تک نئی امانت صفر کے قریب نہ پہنچ جائے۔ اس مثال میں ابتدائی 50 ملین روپے کی امانت، پورے بینکاری نظام میں مل کر 250 ملین روپے تک پہنچ جاتی ہے، یعنی ابتدائی امانت سے 5 گنا زیادہ امانتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس عمل کو اعتباری زر کی تخلیق (Credit Creation) کہا جاتا ہے، اور اس کا زر ضرب کار (Multiplier) 1 کو زر محفوظات کے تناسب پر تقسیم کر کے معلوم کیا جاتا ہے (یہاں $1/0.2 = 5$)۔

زیر اعتباری کی تخلیق کی حد بندیاں

بینک اپنی مرضی سے لامحدود زیر اعتبار تخلیق نہیں کر سکتے کیونکہ ان پر کئی پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ ان میں زر کی مقدار، عوام کی زیر نقد کے لیے طلب، قرض داروں کی قلت، معاشی آثار چڑھاؤ (کساد بازاری یا خوشحالی)، زیر نقد محفوظات کا تناسب، اور ضامن اثاثوں کی کمی شامل ہیں۔ کراؤتھ کے مطابق بینک فضاؤں سے زر تخلیق نہیں کرتے بلکہ دولت کی مختلف اشکال کو زر کی شکل میں بدل دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ بینکوں کا باہمی تعاون اور مرکزی بینک کی زر پالیسی بھی زیر اعتبار کی تخلیق کو متاثر کرتی ہے۔ اگر تجارتی بینک ایک دوسرے سے تعاون نہ کریں تو کوئی ایک بینک اکیلا زیر اعتبار تخلیق نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جب مرکزی بینک شرح سود بڑھاتا ہے تو لوگ قرض لینا کم کر دیتے ہیں اور زیر اعتبار کی تخلیق گھٹ جاتی ہے، جبکہ نرم زر پالیسی سے یہ عمل تیز ہو جاتا ہے۔



مرکزی بینک کے فرائض: نوٹ اجراء اور حکومت کا بینک

مرکزی بینک کا سب سے پہلا فرض نوٹ جاری کرنا (Issue of Notes) ہے۔ پاکستان کا مرکزی بینک یکم جولائی 1948 کو قائم ہوا اور اسے نوٹ جاری کرنے کا مکمل قانونی اختیار حاصل ہے۔ نوٹ جاری کرنے کے دو بڑے اصول ہیں: معتمدہ ضمانت کا اصول (Fixed Fiduciary System)، جس میں ایک خاص حد کے بعد ہر نوٹ کی مالیت کے برابر سونا، چاندی محفوظ رکھنا پڑتا ہے (برطانیہ، ناروے، جاپان میں رائج)؛ اور تناسب محفوظات کا نظام (Proportional Reserve System)، جس میں جاری کردہ نوٹوں کی پشت پر ایک مقررہ تناسب (پاکستان میں 30 فیصد) زرببادلہ محفوظ رکھا جاتا ہے۔

مرکزی بینک کا دوسرا اہم فرض حکومت کا بینک (Banker to the Government) ہونا ہے۔ اس حیثیت میں مرکزی بینک وفاقی و صوبائی حکومتوں کی امانتیں رکھتا ہے، ٹیکس وصولیاں اور سرکاری تنخواہیں ادا کرتا ہے، ترقیاتی منصوبوں کے لیے قرضے فراہم کرتا ہے، حکومت کی کفالتوں کی خرید و فروخت کرتا ہے، اور ملکی کرنسی کی قدر میں تبدیلی کے بارے میں حکومت کو مشورہ دیتا ہے۔

مرکزی بینک کے فرائض: بینکوں کا بینک اور بازار زر کا ناظم

مرکزی بینک بینکوں کا بینک (Banker's Bank) بھی کہلاتا ہے، کیونکہ تمام تجارتی بینک اس کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق کام کرتے ہیں، اسے اپنی ہنڈیاں بھجواتے ہیں، نئی شاخوں کے لیے اجازت لیتے ہیں اور اپنا کچھ سرمایہ اس کے پاس محفوظ رکھتے ہیں۔ اسی حیثیت میں مرکزی بینک بینکوں کی آخری پناہ گاہ (Lender of the Last Resort) بھی ہے، یعنی مشکل وقت میں دیوالیہ ہونے سے بچانے کے لیے تجارتی بینکوں کو قرضہ فراہم کرتا ہے، اور بینکوں کا حساب گھر (Clearing House) بن کر ان کے درمیان چیکوں کے تصفیے کا کام بھی کرتا ہے۔

مرکزی بینک دھاتی سرمائے اور زر مبادلہ کا محافظ بھی ہے، کیونکہ پاکستان کا تمام زر مبادلہ مرکزی بینک میں جمع ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مرکزی بینک بازار زر کا ناظم (Controller of Money Market) بھی کہلاتا ہے، کیونکہ یہ زر کی مقدار پر کنٹرول حاصل کر کے قیمتوں کے نظام کو استحکام بخشتا ہے۔ افراط زر میں سختی اور تفریط زر میں نرمی کی پالیسی اپناتا ہے۔



زری پالیسی کے مقداری اور معیاری طریقے

مرکزی بینک زر اعتبار کو کنٹرول کرنے کے لیے مقداری طریقے استعمال کرتا ہے۔ شرح بینک کی پالیسی (Bank Rate Policy) وہ شرح ہے جس پر مرکزی بینک تجارتی بینکوں کو قرضہ دیتا ہے؛ افراط زر میں یہ شرح بڑھا کر اور تقریب زر میں گھٹا کر قرضوں کی مقدار کنٹرول کی جاتی ہے۔ کھلے بازار کا عمل (Open Market Operations) میں مرکزی بینک سرکاری کفالتیں اور بانڈز خرید و فروخت کر کے زر کی رسد کو متاثر کرتا ہے۔ زر محفوظات کے تناسب میں تبدیلی (Change in Reserve Ratio) کے ذریعے بھی بینکوں کی قرضہ دینے کی صلاحیت کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔

مقداری طریقوں کے علاوہ مرکزی بینک معیاری یا کیفیتی طریقے (Qualitative Methods) بھی استعمال کرتا ہے، جن میں اخلاقی ترغیب (Moral Persuasion) — تجارتی بینکوں کو زبانی ہدایات دینا، نشر و اشاعت (Publicity) — معاشی حالات سے متعلق معلومات شائع کرنا، اور راست اقدام (Direct Action) — ضوابط کی خلاف ورزی کرنے والے بینکوں کے خلاف براہ راست کارروائی، شامل ہیں۔

سود کا مفہوم اور بلا سود بینکاری

سود (Interest) سے مراد وہ اضافی رقم ہے جو قرض دار، قرض خواہ کو اصل رقم کے علاوہ ادا کرتا ہے، یعنی سرمائے کے استعمال کی قیمت۔ اسلامی نظریے کی روشنی میں پاکستان نے یکم جولائی 1981 کو بلا سود بینکاری (Interest Free Banking) کا نظام رائج کیا، جس میں سود کی بجائے نفع و نقصان کی بنیاد پر شراکتی کھاتے کھولے گئے۔

بلا سود بینکاری کے بنیادی طریقوں میں مشارکہ (Musharika) — جس میں بینک اور گاہک مشترکہ سرمایہ کاری میں نفع و نقصان کے شریک بنتے ہیں؛ مضاربہ (Modaraba) — جس میں ایک فریق سرمایہ اور دوسرا محنت لگاتا ہے؛ کرایہ داری کی شراکت (Rental Sharing)؛ خریداری پر بنی کرایہ (Lease Financing)؛ اور حصصی شراکت (Equity Participation) شامل ہیں۔ ان تمام طریقوں کا مقصد سود کے بغیر نفع و نقصان کی مساوی تقسیم پر بنی بینکاری نظام قائم کرنا ہے۔



اہم تعریفات

اصطلاح	تعریف
بینک (پروفیسر کراؤتھ)	بینک قرضوں کا کاروبار کرتا ہے، عوام سے امانتیں وصول کرتا ہے اور ضرورت مند لوگوں کو قرضہ مہیا کر کے زر اعتبار کی تخلیق کرتا ہے۔
مرکزی بینک (پروفیسر ڈی کاک)	ملک کے بینکاری اور زرعی نظام کا سربراہ، جو منافع کی بجائے عوام کی بھلائی اور اقتصادی ترقی کے لیے کام کرتا ہے۔
تجارتی بینک (نشر)	حکومت کی منظوری سے قائم مالی ادارے جو امانتیں وصول کرنے اور قرضے جاری کرنے کا کاروبار کرتے ہیں۔
زر اعتبار کی تخلیق (Credit Creation)	بینکوں کا وہ عمل جس میں وہ اصل امانتوں کی بنیاد پر کئی گنا زیادہ مالیت کے قرضے جاری کر کے نئی فرضی امانتیں پیدا کرتے ہیں۔
فہرست بینک (Scheduled Bank)	ایسا بینک جو اپنے فرائض مرکزی بینک کے متعین کردہ اصول و ضوابط کے مطابق سرانجام دے اور اپنی امانتوں کا مقررہ تناسب مرکزی بینک کے پاس محفوظ رکھے۔
شرح بینک (Bank Rate)	وہ شرح جس پر مرکزی بینک تجارتی بینکوں کو قرضہ دینے کی غرض سے پیش کردہ ہنڈیوں پر دوبارہ بٹہ لگاتا ہے۔
کھلے بازار کا عمل (Open Market Operations)	مرکزی بینک کا وہ طریقہ کار جس کے تحت وہ زر کی مقدار میں کمی بیشی کے لیے سرکاری کفالتوں اور بانڈز کی خرید و فروخت کرتا ہے۔
مضاربہ (Modaraba)	بلا سود بینکاری کا وہ طریقہ جس میں ایک فریق سرمایہ اور دوسرا فریق محنت لگاتا ہے اور دونوں طے شدہ تناسب سے نفع میں شریک ہوتے ہیں۔

اہم حقائق و فارمولے

عنوان	فارمولا / حقیقت
زر ضرب کار (Credit Multiplier)	ضرب کار = $1 / 1 - 0.2 = 1.25$ ؛ مثال: 5 گنا
زر اعتبار کی تخلیق کی مثال	

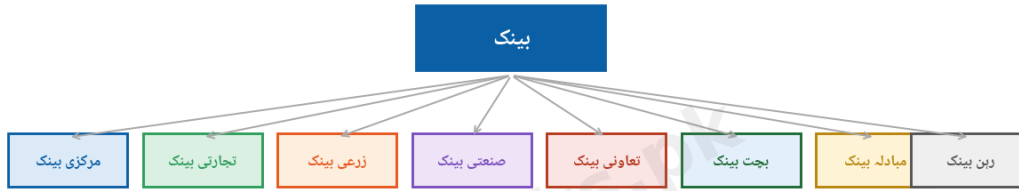


عنوان	فارمولا / حقیقت
	ابتدائی امانت 50 ملین روپے؛ 20% (10 ملین) زر نقد محفوظ؛ 80% (40 ملین) قرضہ جاری؛ پورے نظام میں کل امانتیں = 250 ملین روپے
قانونی زر محفوظات کا تناسب	تجارتی بینک اپنی امانتوں کا 20 سے 30 فیصد زر نقد کی صورت میں محفوظ رکھنے کے پابند
نوٹ اجراء کی محفوظات کی شرح	پاکستان میں مرکزی بینک کو نوٹوں کی پشت پر کم از کم 30% سونا، چاندی یا منظور شدہ زر تبادلہ رکھنا لازم
شرح بینک اور شرح سود کا تعلق	شرح بینک ہمیشہ شرح سود سے کم ہوتی ہے؛ افراط زر میں شرح بینک بڑھے، تقریباً زر میں گھٹے
بینک کی بیلنس شیٹ (بینک A مثال)	واجبات: نئی امانت = 50 ملین؛ اثاثے: زر نقد محفوظ = 10 ملین + نیا قرضہ = 40 ملین؛ میزان = 50 ملین دونوں طرف

خاکہ جات و تصاویر

بینکوں کی اقسام کی درجہ بندی: ایک درجہ بندی کا خاکہ جو بینکوں کی آٹھ بنیادی اقسام — مرکزی، تجارتی، زرعی، صنعتی، تعاونی، بچت، مبادلہ بینک — کو ظاہر کرتا ہے۔

بینکوں کی اقسام کی درجہ بندی



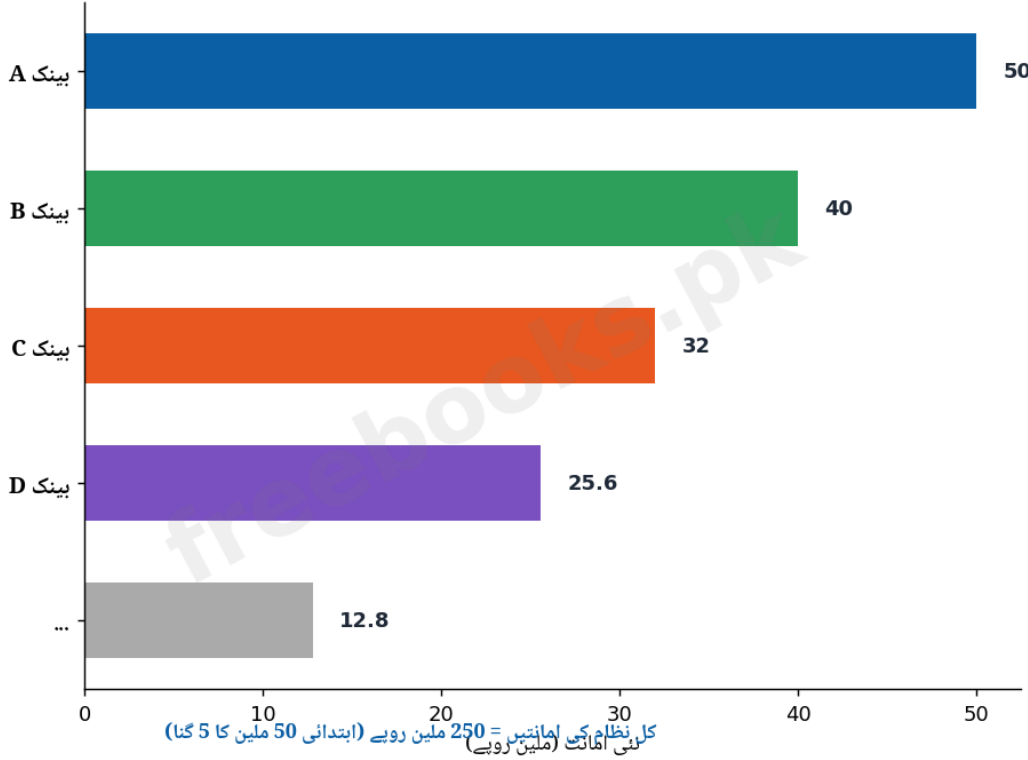
مرکزی بینک نظام کا سربراہ ہوتا ہے، باقی سات اقسام مخصوص شعبوں کی ضروریات پوری کرتی ہیں۔

بینکوں کی اقسام کی درجہ بندی

زر اعتباری کی تخلیق کا عمل: ایک خاکہ جو دکھاتا ہے کہ کس طرح بینک A، B، C اور D کے ذریعے ایک ابتدائی 50 ملین روپے کی امانت پورے بینکاری نظام میں 250 ملین روپے تک بڑھ جاتی ہے۔



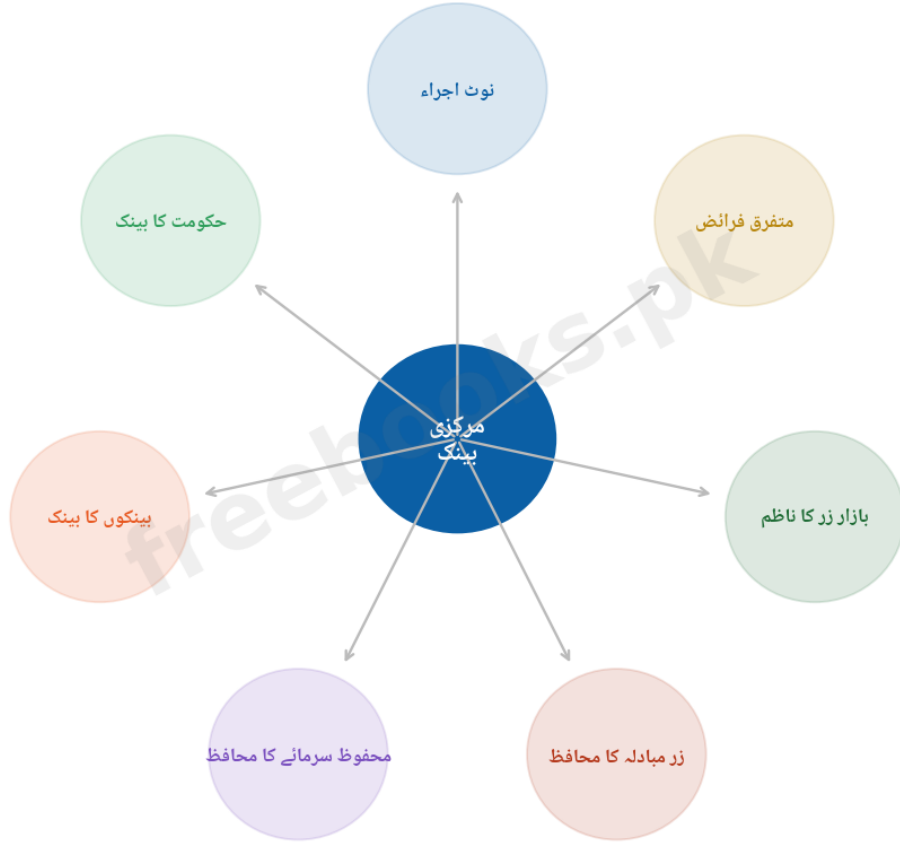
زرِ اعتباری کی تخلیق کا عمل



زرِ اعتباری کی تخلیق کا عمل

مرکزی بینک کے ساتھ فرائض: ایک ہب خاکہ جو مرکزی بینک کے ساتھ بنیادی فرائض — نوٹ اجراء، حکومت کا بینک، بینکوں کا بینک، محفوظ سرمائے کا محافظ، زرِ مبادلہ کا محافظ، بازارِ زر کا ناظم اور متفرق فرائض — کو ظاہر کرتا ہے۔





مرکزی بینک کے سات فرائض

مختصر سوالات و جوابات

سوال 1: بینک کی تعریف کریں۔

جواب: بینک ایک ایسا مالیاتی ادارہ ہے جو لوگوں کی بچائی ہوئی رقم زرِ محفوظ کی حیثیت سے رکھتا ہے اور ضرورت مندوں کو قرضے فراہم کرتا ہے، جیسا کہ پروفیسر کراؤتھ نے بیان کیا ہے۔

سوال 2: فہرست بینک اور غیر فہرست بینک میں کیا فرق ہے؟

جواب: فہرست بینک مرکزی بینک کے مقرر کردہ اصولوں کا مکمل پابند ہوتا ہے اور اپنی امانتوں کا مقررہ تناسب مرکزی بینک کے پاس محفوظ رکھتا ہے، جبکہ غیر فہرست بینک ان پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔

سوال 3: زرِ اعتباری کی تخلیق سے کیا مراد ہے؟



جواب: زرِ اعتباری کی تخلیق وہ عمل ہے جس میں بینک اصل امانتوں کی بنیاد پر کئی گنا زیادہ مالیت کے قرضے جاری کر کے نئی فرضی امانتیں پیدا کرتے ہیں۔

سوال 4: شرح بینک سے کیا مراد ہے؟

جواب: شرح بینک وہ شرح ہے جس پر مرکزی بینک تجارتی بینکوں کو قرضہ دینے کی غرض سے پیش کردہ ہنڈیوں پر دوبارہ بٹہ لگاتا ہے، جو ہمیشہ شرح سود سے کم ہوتی ہے۔

سوال 5: مرکزی بینک کو بینکوں کی آخری پناہ گاہ کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: کیونکہ مشکل وقت میں جب کسی تجارتی بینک کے پاس زر نقد محفوظات کم رہ جائیں تو مرکزی بینک اسے آسان شرائط پر قرضہ دے کر دیوالیہ ہونے سے بچاتا ہے۔

سوال 6: مضاربہ اور مشارکہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: مشارکہ میں بینک اور گاہک دونوں مشترکہ سرمایہ لگاتے ہیں، جبکہ مضاربہ میں ایک فریق صرف سرمایہ اور دوسرا فریق صرف محنت لگاتا ہے۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سوال 1: زرِ اعتباری کی تخلیق کے عمل کو عددی مثال کی مدد سے تفصیل سے بیان کریں، اور اس عمل کو محدود کرنے والے عوامل بھی بیان کریں۔

زرِ اعتباری کی تخلیق تجارتی بینکوں کا سب سے اہم اور بنیادی فریضہ ہے، جس کی بدولت وہ اصل امانتوں کی نسبت کئی گنا زیادہ مالیت کے قرضے جاری کر کے اپنے کاروبار کو فروغ دیتے ہیں، اور اسی لیے تجارتی بینکوں کو زرِ اعتباری پیدا کرنے کے کارخانے کہا جاتا ہے۔ اس عمل کو ایک تفصیلی عددی مثال سے سمجھا جاسکتا ہے: فرض کریں بینک A کے پاس کسی گاہک کی طرف سے 50 ملین روپے کی ایک نئی امانت جمع کروائی جاتی ہے۔ بینک اپنے قانونی ضوابط کے مطابق اس امانت کا 20 فیصد یعنی 10 ملین روپے زر نقد کی صورت میں اپنے پاس محفوظ رکھ لیتا ہے، اور باقی 80 فیصد یعنی 40 ملین روپے کسی ضرورت مند کو قرضے کی صورت میں جاری کر دیتا ہے۔ یاد رہے قرضہ جاری کرتے وقت بینک قرض دار کو نقد رقم نہیں دیتا بلکہ اس کے نام ایک نیا کھاتہ کھول کر رقم اس کے کھاتے میں جمع کر دیتا ہے اور چیک بک اس کے حوالے کر دیتا ہے۔ جب یہ 40 ملین روپے بذریعہ چیک بینک B میں جمع کروائے جاتے ہیں تو بینک B کے لیے یہ ایک نئی امانت بن جاتی ہے، اور بینک B بھی اسی اصول کے



مطابق اس کا 20 فیصد یعنی 8 ملین روپے محفوظ رکھ کر باقی 80 فیصد یعنی 32 ملین روپے کسی اور شخص کو قرضے میں دے دیتا ہے۔ یہ سلسلہ بینک C، D اور اس سے آگے تک اسی تناسب سے جاری رہتا ہے، ہر مرحلے پر نئی امانت پچھلی امانت کے 80 فیصد کے برابر ہوتی ہے، جب تک کہ نئی امانت کی مالیت صفر کے قریب نہ پہنچ جائے۔ اگر تمام بینکوں کی نئی امانتوں کا مجموعہ نکالا جائے تو ابتدائی 50 ملین روپے کی امانت پورے بینکاری نظام میں مل کر 250 ملین روپے تک پہنچ جاتی ہے، یعنی ابتدائی امانت کے مقابلے میں پانچ گنا زیادہ امانتیں پیدا ہو جاتی ہیں، جسے زری ضرب کار (1) کو زرِ محفوظات کے تناسب یعنی 0.2 پر تقسیم کرنے سے بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ تاہم بینک اپنی مرضی سے لامحدود زرِ اعتبار تخلیق نہیں کر سکتے کیونکہ اس عمل پر کئی حدود عائد ہوتی ہیں۔ سب سے پہلے، اعتباری زر کی تخلیق کا دار و مدار ملک میں گردش کرنے والی زر کی مقدار پر ہوتا ہے، کیونکہ اگر لوگوں کے پاس زرِ نقد کم ہو تو وہ بینکوں میں کم رقم جمع کروائیں گے۔ دوسرے، عوام کی زرِ نقد کے لیے طلب بھی اہم ہے، کیونکہ اگر لوگ چیکوں کی بجائے نقد ادائیگیاں زیادہ کریں تو بینکوں کی امانتیں کم ہو جائیں گی۔ تیسرے، قرض داروں کی قلت بھی رکاوٹ بنتی ہے، کیونکہ نقد ذخائر موجود ہونے کے باوجود اگر کوئی قرض طلب نہ کرے تو زرِ اعتبار تخلیق نہیں ہو سکتا۔ چوتھے، معاشی آثارِ چڑھاؤ یعنی کساد بازاری یا خوشحالی کے حالات بھی قرضوں کی طلب کو متاثر کرتے ہیں۔ پانچویں، مرکزی بینک کا مقرر کردہ زرِ نقد محفوظات کا تناسب بھی براہ راست زرِ اعتبار کی مقدار کو کنٹرول کرتا ہے، کیونکہ تناسب بڑھنے سے تخلیق رک جاتی ہے اور کم ہونے سے بڑھ جاتی ہے۔ چھٹے، ضامن اثاثوں کی کمی کی صورت میں بینک قرضے جاری نہیں کر سکتے، اسی لیے کراؤتھ نے کہا کہ بینک فضاؤں سے زرِ تخلیق نہیں کرتے بلکہ دولت کی مختلف اشکال کو زر کی شکل میں بدل دیتے ہیں۔ ساتویں، بینکوں کا آپسی تعاون بھی ضروری ہے، کیونکہ اگر ایک بینک اکیلا قرضے جاری کرے اور دوسرے نہ کریں تو اس کے نقد ذخائر گھٹ کر وہ دیوالیہ ہونے کے خطرے سے دوچار ہو سکتا ہے۔ آخر میں مرکزی بینک کی زری پالیسی، یعنی شرح سود میں کمی بیشی، بھی اس پورے عمل کو براہ راست متاثر کرتی ہے۔

سوال 2: مرکزی بینک کے فرائض کی تفصیل سے وضاحت کریں۔

مرکزی بینک کسی بھی ملک کے بینکاری اور زری نظام کا سربراہ ہوتا ہے اور اس کے فرائض کو کئی اہم زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ سب سے پہلا اور بنیادی فرض نوٹ جاری کرنا ہے، جس کے تحت پاکستان کا مرکزی بینک، سٹیٹ بینک آف پاکستان، جو یکم جولائی 1948 کو قائم ہوا، ملک میں کرنسی نوٹ چھاپنے کی مکمل اجارہ داری رکھتا ہے اور اس کے جاری کردہ نوٹ قانونی زر کی حیثیت رکھتے ہیں؛ نوٹ جاری کرنے میں یہ عموماً تناسب محفوظات کے نظام پر عمل کرتا ہے، جس کے تحت جاری کردہ نوٹوں کی پشت پر 30 فیصد سونا، چاندی یا زرِ تبادلہ



محفوظ رکھا جاتا ہے۔ دوسرا اہم فرض حکومت کا بینک ہونا ہے، جس کے تحت مرکزی بینک وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی امانتیں رکھتا ہے، انہیں قرضے فراہم کرتا ہے، ٹیکس وصولیوں اور سرکاری تنخواہوں کی ادائیگی کرتا ہے، اور بین الاقوامی زر مبادلہ کی ادائیگیوں میں حکومت کی مدد کرتا ہے۔ تیسرا فرض بینکوں کا بینک ہونا ہے، کیونکہ تمام تجارتی بینک مرکزی بینک کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق کام کرتے ہیں، اپنی ہنڈیاں اسی سے بھجواتے ہیں اور نئی شاخیں کھولنے کے لیے اس سے اجازت لیتے ہیں۔ اسی حیثیت میں مرکزی بینک بینکوں کی آخری پناہ گاہ بھی کہلاتا ہے، کیونکہ مشکل وقت میں کسی تجارتی بینک کے دیوالیہ ہونے کے خطرے کے پیش نظر مرکزی بینک اسے قرضہ فراہم کر کے بچاتا ہے، اور ساتھ ہی بینکوں کا حساب گھر بھی بنتا ہے جو مختلف بینکوں کے درمیان چیکوں کے تصفیے کا کام کرتا ہے۔ چوتھا فرض دھاتی سرمائے اور زر مبادلہ کا محافظ ہونا ہے، کیونکہ ملک کا تمام سونا، چاندی اور غیر ملکی زر مبادلہ مرکزی بینک کی تحویل میں رہتا ہے۔ پانچواں اور نہایت اہم فرض بازار زر کا ناظم ہونا ہے، جس کے تحت مرکزی بینک زر کی مقدار پر کنٹرول حاصل کر کے قیمتوں کے نظام کو مستحکم رکھتا ہے؛ اس مقصد کے لیے وہ مقداری طریقے استعمال کرتا ہے، جن میں شرح بینک کی پالیسی، یعنی افراط زر میں شرح بڑھانا اور تفریط زر میں گھٹانا؛ کھلے بازار کا عمل، یعنی سرکاری کفالتوں اور بانڈز کی خرید و فروخت کے ذریعے زر کی رسد کو کنٹرول کرنا؛ اور زر محفوظات کے تناسب میں تبدیلی شامل ہیں۔ ان مقداری طریقوں کے ساتھ ساتھ مرکزی بینک معیاری یا کیفیتی طریقے بھی اپناتا ہے، جن میں اخلاقی ترغیب کے تحت تجارتی بینکوں کو زبانی ہدایات دینا، نشر و اشاعت کے تحت معاشی حالات سے متعلق آگاہی فراہم کرنا، اور راست اقدام کے تحت ضوابط کی خلاف ورزی کرنے والے بینکوں کے خلاف براہ راست کارروائی کرنا شامل ہیں۔ آخر میں مرکزی بینک متفرق فرائض بھی سرانجام دیتا ہے، جن میں زرعی و صنعتی شعبوں کی ترقی کے لیے پالیسیاں وضع کرنا، بچت کو فروغ دینا، حکومت کو اعداد و شمار کی بنیاد پر رہنمائی دینا اور بینکوں کے عملے کی تربیت کا اہتمام کرنا شامل ہیں۔ ان تمام فرائض کے ذریعے مرکزی بینک کسی بھی ملک کی معاشی استحکام اور ترقی میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

معروضی سوالات (MCQs)

1. پاکستان کے مرکزی بینک کا نام کیا ہے؟

(الف) نیشنل بینک آف پاکستان (ب) سٹیٹ بینک آف پاکستان (ج) حبیب بینک (د) زرعی ترقیاتی بینک
درست جواب: (ب) سٹیٹ بینک آف پاکستان۔ پاکستان کا مرکزی بینک سٹیٹ بینک آف پاکستان ہے، جو یکم جولائی 1948 کو قائم ہوا۔



2. تجارتی بینک اپنی امانتوں کا کتنا فیصد عموماً زر نقد کی صورت میں محفوظ رکھتے ہیں؟

(الف) 10-5% (ب) 15-10% (ج) 20-30% (د) 50%

درست جواب: (ج) 20-30% - تجارتی بینک اپنی کل امانتوں کا 20 سے 30 فیصد حصہ زر نقد کی صورت میں محفوظ رکھتے ہیں تاکہ امانت داروں کی طلبی ضروریات پوری کر سکیں۔

3. ذیل میں سے کون سا بینک زرعی شعبے کی ترقی کے لیے قائم کیا گیا؟

(الف) صنعتی بینک (ب) زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ (ZTBL) (ج) بچت بینک (د) مبادلہ بینک

درست جواب: (ب) زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ (ZTBL) - زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ (ZTBL) پاکستان میں کسانوں کو زرعی قرضے فراہم کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔

4. زر اعتباری کی تخلیق کے عمل میں بینک قرض جاری کرتے وقت گاہک کو کیا دیتا ہے؟

(الف) نقد رقم (ب) سونے کے سکے (ج) نئے کھاتے میں رقم اور چیک بک (د) زمین

درست جواب: (ج) نئے کھاتے میں رقم اور چیک بک - بینک قرض دار کو نقد رقم نہیں دیتا بلکہ اس کے نام نیا کھاتہ کھول کر رقم اس میں جمع کر دیتا ہے اور چیک بک حوالے کرتا ہے۔

5. مرکزی بینک کو بینکوں کی آخری پناہ گاہ کیوں کہا جاتا ہے؟

(الف) کیونکہ یہ نوٹ چھاپتا ہے (ب) کیونکہ یہ مشکل وقت میں تجارتی بینکوں کو قرضہ دے کر بچاتا ہے (ج) کیونکہ یہ ٹیکس وصول کرتا ہے (د) کیونکہ یہ سود کی شرح مقرر کرتا ہے

درست جواب: (ب) کیونکہ یہ مشکل وقت میں تجارتی بینکوں کو قرضہ دے کر بچاتا ہے - مشکل وقت میں جب کسی تجارتی بینک کے پاس زر نقد محفوظات کم رہ جائیں تو مرکزی بینک اسے قرضہ فراہم کر کے دیوالیہ ہونے سے بچاتا ہے۔

6. شرح بینک کا موازنہ کس سے کیا جاسکتا ہے؟

(الف) پرچون قیمت (ب) تھوک قیمت (ج) کرایہ (د) ٹیکس

درست جواب: (ب) تھوک قیمت - شرح بینک دراصل مرکزی بینک کی طرف سے تجارتی بینکوں کو دیے جانے والے قرضوں کی تھوک قیمت ہے، جبکہ تجارتی بینک گاہکوں کو پرچون قیمت پر قرضے دیتے ہیں۔

7. کھلے بازار کے عمل میں مرکزی بینک کیا خرید و فروخت کرتا ہے؟



(الف) زمین (ب) سرکاری کفالتیں اور بانڈز (ج) کرنسی نوٹ (د) مشینری
درست جواب: (ب) سرکاری کفالتیں اور بانڈز۔ کھلے بازار کے عمل میں مرکزی بینک زر کی رسد میں کمی بیشی کے لیے سرکاری کفالتوں، بانڈز اور تشکیلات کی خرید و فروخت کرتا ہے۔

8. پاکستان میں بلا سود بینکاری کب رائج کی گئی؟

(الف) 1948 (ب) 1971 (ج) 1981 (د) 2000

درست جواب: (ج) 1981۔ پاکستان نے یکم جولائی 1981 کو تمام بینکوں میں بلا سود بینکاری نظام رائج کیا۔

9. مضاربہ میں کون سا فریق صرف محنت لگاتا ہے؟

(الف) سرمایہ فراہم کرنے والا (ب) محنت کرنے والا فریق (مضارب) (ج) بینک (د) حکومت

درست جواب: (ب) محنت کرنے والا فریق (مضارب)۔ مضاربہ میں ایک فریق (رب المال) سرمایہ فراہم کرتا ہے جبکہ دوسرا فریق (مضارب) صرف محنت لگاتا ہے، اور دونوں طے شدہ تناسب سے نفع میں شریک ہوتے ہیں۔

10. اخلاقی ترغیب، نشر و اشاعت اور راست اقدام کس قسم کے طریقے ہیں؟

(الف) مقداری طریقے (ب) معیاری (کیفیتی) طریقے (ج) مالیاتی طریقے (د) زرعی طریقے

درست جواب: (ب) معیاری (کیفیتی) طریقے۔ اخلاقی ترغیب، نشر و اشاعت اور راست اقدام مرکزی بینک کے معیاری یا کیفیتی طریقے (Qualitative Methods) ہیں، جو مقداری طریقوں سے مختلف ہیں۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

• بینک (کراؤتھ): قرضوں کا کاروبار، امانتیں وصول کر کے قرضے دینا اور زر اعتبار کی تخلیق۔ 8 اقسام: مرکزی، تجارتی (فہرست / غیر فہرست)، زرعی، صنعتی، تعاونی، بچت، مبادلہ، رہن بینک۔
 • تجارتی بینکوں کے فرائض: امانتیں وصول کرنا (طلبی / میعاد / بچت / نفع / نقصان شراکتی)، قرضے جاری کرنا (قرض کھاتہ / اوور ڈرافٹ / ہنڈی پر بٹہ)، سہل آلہ مبادلہ، انتقال زر، سرمایہ کاری، قیمتی اشیاء کی حفاظت۔

• زر اعتباری تخلیق: 50 ملین امانت - 20% محفوظ (10M) + 80% قرضہ (40M) - اگلا بینک بھی یہی تناسب دہراتا ہے - کل نظام میں 250 ملین (5 گنا)۔ ضرب کار = 1 / محفوظات کا تناسب۔



- تخلیق کی حدود: زر کی مقدار، نقد طلب، قرض داروں کی قلت، معاشی اتار چڑھاؤ، محفوظات کا تناسب، ضامن اثاثے، بینکوں کا تعاون، مرکزی بینک کی پالیسی۔
- مرکزی بینک کے فرائض: نوٹ اجراء (30% محفوظات)، حکومت کا بینک، بینکوں کا بینک (آخری پناہ گاہ + حساب گھر)، زر مبادلہ کا محافظ، بازار زر کا ناظم (شرح بینک، کھلا بازار، محفوظات کا تناسب + اخلاقی ترغیب، نشر و اشاعت، راست اقدام)۔
- سود = قرض پر اضافی رقم۔ پاکستان میں بلا سود بینکاری (1981) سے: مشارکہ، مضاربہ، کرایہ داری کی شراکت، خریداری پر بنی کرایہ، حصصی شراکت۔ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے۔

امتحانی نکات

- بینکوں کی آٹھ اقسام کو ایک فہرست کی صورت میں یاد رکھیں، ہر ایک کی ایک پاکستانی مثال (جیسے ZTBL، HBFC) ضرور یاد رکھیں۔
- زر اعتباری کی تخلیق کی عددی مثال (50 ملین سے 250 ملین) کو مرحلہ وار (بینک A، B، C، D) یاد رکھیں۔ یہ اکثر تفصیلی سوال میں پوچھی جاتی ہے۔
- زر اعتباری کی تخلیق کی آٹھ حد بندیوں کو ایک فہرست کی صورت میں یاد رکھیں۔
- مرکزی بینک کے فرائض کو سات واضح زمروں میں تقسیم کر کے یاد رکھیں (نوٹ اجراء، حکومت کا بینک، بینکوں کا بینک، محفوظات کا محافظ، زر مبادلہ کا محافظ، بازار زر کا ناظم، متفرق)۔
- مقداری طریقوں (شرح بینک، کھلا بازار عمل، محفوظات کا تناسب) اور معیاری طریقوں (اخلاقی ترغیب، نشر و اشاعت، راست اقدام) میں فرق ضرور یاد رکھیں۔
- مشارکہ اور مضاربہ کا فرق مثال سمیت یاد رکھیں۔ یہ اکثر مختصر سوال میں پوچھا جاتا ہے۔



Freebooks.pk

مفت نوٹس • پرانے پرچہ جات • رہنما کتب

ICOM دوم سال معاشیات — پنجاب بورڈ (اردو میڈیم)

باب 4

سرکاری مالیات

(Public Finance)

کلیدی تصورات • تعریفات • مختصر و تفصیلی سوالات • معروضی سوالات • خاکہ جات • امتحانی نکات

© freebooks.pk — اصل تعلیمی مواد



یہ نوٹس پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ (PCTB) کے تحت انٹر میڈیٹ (ICOM، جماعت 12) معاشیات کے نصاب کے باب چہارم، سرکاری مالیات پر مبنی ہیں۔ حکومت کی آمدنی اور اخراجات کے باہمی انتظام کو سرکاری مالیات، یا مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy)، کہا جاتا ہے۔ ہر ریاست کو فوج، پولیس، تعلیم، صحت اور ترقیاتی منصوبوں کے لیے کثیر مالی وسائل درکار ہوتے ہیں۔

اس باب میں نجی اور سرکاری مالیات کا مفہوم اور ان کی مماثلت و فرق، سرکاری وصولیوں کے محصولاتی و غیر محصولاتی ذرائع، ٹیکس عائد کرنے کے آدم سمیت کے اصول، براہ راست اور بالواسطہ ٹیکسوں کی اقسام اور ان کے فوائد و نقصانات، اور پاکستان کے نظام محصولات کا تجزیہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے ہیں۔

تعلیمی مقاصد

- سرکاری مالیات اور نجی مالیات کے مفہوم کی وضاحت کریں۔
- سرکاری اور نجی مالیات میں مماثلت اور فرق کے نکات بیان کریں۔
- سرکاری وصولیوں کے محصولاتی اور غیر محصولاتی ذرائع کی وضاحت کریں۔
- آدم سمیت کے ٹیکس عائد کرنے کے چار بنیادی اصول اور دیگر اصول بیان کریں۔
- براہ راست اور بالواسطہ ٹیکس میں فرق کریں اور مثالیں دیں۔
- براہ راست اور بالواسطہ ٹیکسوں کے فوائد و نقصانات کا موازنہ کریں۔
- پاکستان کے نظام محصولات کی خصوصیات اور کمزوریوں کا تجزیہ کریں۔

کلیدی تصورات

سرکاری مالیات اور نجی مالیات کا مفہوم

سرکاری مالیات (Public Finance) حکومت کی وہ مالیاتی پالیسی ہے جس کے تحت حکومت ٹیکسوں، اخراجات، قرضوں اور بیرونی امداد کا انتظام کر کے معاشی سرگرمیوں کا رخ متعین کرتی ہے۔ سادہ الفاظ میں، حکومت کی آمدنی اور اخراجات کے باہمی انتظام کو سرکاری مالیات کہا جاتا ہے، جسے مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy) کا نام بھی دیا جاتا ہے۔



نجی مالیات (Private Finance) کا تعلق ہر اس شخص سے ہے جو روزمرہ ضروریات کے لیے آمدنی اکٹھی کرتا ہے اور شدتِ ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے خرچ کرتا ہے۔ سرکاری اور نجی مالیات دونوں میں آمدنی اور اخراجات کے درمیان توازن کی کوشش کی جاتی ہے، مگر دونوں کے طریقہ کار اور دائرہ کار میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔

سرکاری اور نجی مالیات میں مماثلت اور فرق

سرکاری اور نجی مالیات میں چار بنیادی مماثلتیں پائی جاتی ہیں: دونوں کا مقصد منافع یا فائدہ حاصل کرنا ہے؛ دونوں کو اخراجات اور وصولیوں میں توازن کے لیے قرضے کی ضرورت پڑتی ہے؛ دونوں مزید آمدنی کی خواہش رکھتے ہیں؛ اور دونوں آمدنی و اخراجات میں توازن برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تاہم دونوں میں کئی نمایاں فرق ہیں: نجی مالیات میں پہلے آمدنی اور بعد میں اخراجات کا تعین ہوتا ہے، جبکہ سرکاری مالیات میں پہلے اخراجات کا تخمینہ لگا کر بعد میں ٹیکس کے ذریعے آمدنی حاصل کی جاتی ہے۔ سرکاری بجٹ کی میعاد ایک سال مقرر ہوتی ہے جبکہ نجی مالیات میں کوئی مقررہ میعاد نہیں۔ حکومت اندرونی و بیرونی دونوں ذرائع سے قرض لے سکتی ہے، جبکہ عام شخص صرف بیرونی قرض حاصل کر سکتا ہے۔ حکومت کرنسی نوٹ چھپوا سکتی ہے، جبکہ عام آدمی یہ اختیار نہیں رکھتا۔ اسی طرح حکومت کا فاضل بجٹ عوام میں برا سمجھا جاتا ہے جبکہ فرد کے لیے بچت مستحسن ہے، اور سرکاری آمدنی و اخراجات کا باقاعدہ آڈٹ ہوتا ہے جبکہ نجی مالیات کا کوئی حساب کتاب ریکارڈ نہیں کیا جاتا۔

سرکاری وصولیاں: محصولاتی آمدنی کے ذرائع

حکومت کی آمدنی کے دو بڑے ذرائع ہیں: محصولاتی (ٹیکس) اور غیر محصولاتی۔ محصولات یا ٹیکس ایسی لازمی ادائیگی ہے جو حکومت پورے معاشرے کے فائدے کے لیے وصول کرتی ہے، اور کوئی شہری اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ محصولاتی آمدنی کے اہم ذرائع میں درآمدی و برآمدی محصولات (Import/Export Duties)، مرکزی ایکسائز ڈیوٹی، انکم اور کارپوریٹ ٹیکس (ترقی پذیر شرح سے وصول)، اور فروخت یا سیلز ٹیکس شامل ہیں۔

پاکستان میں زرعی آمدنی کو ابھی تک ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے تاکہ زرعی شعبے کی ترقی کی حوصلہ افزائی ہو۔ اس کے علاوہ حکومت دولت ٹیکس (جائیداد کی ایک حد کے بعد)، تحفہ ٹیکس (35 ہزار روپے سے زائد مالیت کے تحائف پر) اور وراثت ٹیکس (اسٹیٹ ڈیوٹی) بھی وصول کرتی ہے۔



سرکاری وصولیاں: غیر محصولاتی آمدنی کے ذرائع

غیر محصولاتی آمدنی کے اہم ذرائع میں فیس (لائسنس فیس، عدالتی فیس)، قیمت (سرکاری اداروں کی مصنوعات و خدمات جیسے واپڈا، ریلوے، ڈاک خانہ)، سود کی وصولیاں (صوبائی حکومتوں اور کارپوریشنوں کو دیے گئے قرضوں پر)، خصوصی تشخیص (ترقیاتی منصوبوں سے فائدہ اٹھانے والی جائیدادوں پر) اور سرکاری جائیدادیں (جنگلات، کانیں، سرکاری زمینیں) شامل ہیں۔

اس کے علاوہ حکومت پارکوں اور تفریحی مقامات سے قیمت، جرمانے (ٹریفک خلاف ورزی وغیرہ) اور سرچارج ٹیکس جیسے متفرق ذرائع سے بھی آمدنی حاصل کرتی ہے۔ یہ تمام غیر محصولاتی ذرائع، محصولاتی آمدنی کے مقابلے میں نسبتاً کم حصہ رکھتے ہیں مگر حکومتی بجٹ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ٹیکس عائد کرنے کے اصول: آدم سمٹھ کے چار اصول

معیشت دانوں نے ٹیکس عائد کرنے کے کچھ اصول متعین کیے ہیں، جن میں سے پہلے چار آدم سمٹھ نے تجویز کیے۔ اصول مساوات (Canon of Equality) کے مطابق ہر شہری اپنی مالی حیثیت کے مطابق ٹیکس ادا کرے، یعنی زیادہ آمدنی والے زیادہ اور کم آمدنی والے کم ٹیکس دیں۔ اصول یقین (Canon of Certainty) کا تقاضا ہے کہ ٹیکس گزار کو معلوم ہو کہ اسے کتنا، کب اور کہاں ٹیکس ادا کرنا ہے۔

اصول سہولت (Canon of Convenience) کے مطابق ٹیکس ایسے وقت اور طریقے سے وصول کیا جائے جو ٹیکس گزار کے لیے آسان ہو، مثلاً تنخواہ سے کٹوتی یا فصل تیار ہونے پر وصولی۔ اصول کفایت (Canon of Economy) کا تقاضا ہے کہ ٹیکس اکٹھا کرنے پر کم سے کم اخراجات اٹھائے جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ رقم قومی خزانے میں جمع ہو۔

ٹیکس عائد کرنے کے دیگر اصول

آدم سمٹھ کے چار اصولوں کے علاوہ معیشت دانوں نے مزید اصول وضع کیے ہیں۔ اصول پیداواری (Canon of Productivity) کے مطابق ٹیکسوں سے اتنی آمدنی حاصل ہو کہ حکومت متوازن بجٹ بنا سکے، مگر ضرورت سے زیادہ ٹیکس سرمایہ کاری کو نقصان نہ پہنچائے۔ اصول لچکداری (Canon of Elasticity) کا تقاضا ہے کہ ٹیکس کا نظام اتنا لچکدار ہو کہ ضرورت کے مطابق آمدنی میں کمی بیشی کی جاسکے۔



اصول سادگی (Canon of Simplicity) کے مطابق ٹیکس کا نظام آسان اور عام فہم ہونا چاہیے تاکہ ٹیکس گزار کو کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ اصول تنوع (Canon of Diversity) کا تقاضا ہے کہ ٹیکس کا بوجھ معیشت کے کسی ایک شعبے پر نہ پڑے بلکہ مختلف اقسام کے ٹیکس عائد کیے جائیں تاکہ سب شہری اپنی مالی حیثیت کے مطابق حصہ ڈال سکیں۔

ٹیکسوں کی اقسام: براہ راست اور بالواسطہ ٹیکس

ٹیکسوں کی دو بنیادی اقسام ہیں: براہ راست یا بلاواسطہ ٹیکس (Direct Tax) اور بالواسطہ ٹیکس (Indirect Tax)۔ براہ راست ٹیکس وہ ہے جس شخص پر لگے وہی اسے ادا کرتا ہے اور اس کا بوجھ کسی دوسرے پر منتقل نہیں کیا جاسکتا، جیسے انکم ٹیکس، دولت ٹیکس اور وراثت ٹیکس۔

بالواسطہ ٹیکس وہ ہے جسے کسی واسطے کے ذریعے وصول کیا جاتا ہے اور اس کا بوجھ دوسروں پر منتقل کیا جاسکتا ہے، جیسے کسٹم ڈیوٹی، ایکسائز ڈیوٹی اور سیلز ٹیکس۔ ان ٹیکسوں کا نفاذ تاجروں پر ہوتا ہے مگر وہ انہیں اشیاء کی قیمتوں میں شامل کر کے صارفین پر منتقل کر دیتے ہیں۔

براہ راست ٹیکسوں کے فوائد و نقصانات

براہ راست ٹیکسوں کے کئی فوائد ہیں: یہ اصول مساوات کے تقاضے پورے کرتے ہیں (متوازن شرح سے وصولی)، کفایت شعاری کے اصول پر پورا اترتے ہیں (کم انتظامی اخراجات)، ان کی آمدنی یقینی ہوتی ہے، اور ٹیکس دہندگان میں احساس شہریت پیدا کرتے ہیں۔ یہ افراط زر کے حالات میں شرح بڑھا کر قوت خرید کو کنٹرول کرنے میں بھی مددگار ہیں۔

تاہم ان کے نقصانات بھی ہیں: ٹیکس دہندگان کو یہ ادائیگی ناگوار لگتی ہے، جس سے وہ رشوت اور بددیانتی کا سہارا لیتے ہیں؛ آمدنی چھپانے کا رجحان بڑھتا ہے؛ لوگوں کی بچتوں میں کمی واقع ہو جاتی ہے؛ اور یکمشت ادائیگی ٹیکس گزاروں کے لیے مشکل ثابت ہوتی ہے۔

بالواسطہ ٹیکسوں کے فوائد و نقصانات

بالواسطہ ٹیکسوں کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ قیمتوں میں شامل ہو کر ادا ہوتے ہیں اس لیے صارفین کو بوجھ محسوس نہیں ہوتا اور ان کی وصولی یقینی ہوتی ہے۔ ان کی ادائیگی میں دفتری پیچیدگیاں بھی نہیں ہوتیں، اور



حکومت معاشرے کے لیے نقصان دہ اشیاء (جیسے تمباکو) پر بھاری ٹیکس لگا کر ان کے استعمال کو محدود کر سکتی ہے۔

ان کے نقصانات میں یہ شامل ہے کہ چونکہ یہ تمام صارفین پر یکساں شرح سے لگتے ہیں، غریب طبقے پر ان کا بوجھ نسبتاً زیادہ پڑتا ہے؛ یہ تنزیلی (Regressive) نوعیت کے ہوتے ہیں؛ اور ٹیکس دہندگان کو معلوم نہیں ہوتا کہ کتنا ٹیکس قیمت میں شامل کیا گیا ہے، جس سے اصول یقین متاثر ہوتا ہے۔

پاکستان کے نظام محصولات کا تجزیہ

پاکستان کی مرکزی حکومت اپنی آمدنی کا تقریباً 75 فیصد ٹیکسوں سے اور باقی غیر محصولاتی ذرائع سے حاصل کرتی ہے۔ پاکستان میں بالواسطہ ٹیکسوں کا تناسب (تقریباً 68 فیصد) براہ راست ٹیکسوں (تقریباً 32 فیصد) سے کہیں زیادہ ہے، جس کی وجہ سے عام صارفین پر ٹیکسوں کا بوجھ زیادہ پڑتا ہے۔ پاکستان میں سرکاری محصولات خام ملکی پیداوار کا صرف 16 فیصد مہیا کرتے ہیں، جو ایک ترقی پذیر ملک کے لیے ناکافی ہے۔

پاکستان کے نظام محصولات کو کئی مسائل درپیش ہیں: بڑے پیمانے پر ٹیکس چوری (صرف تقریباً 28 لاکھ افراد ٹیکس دہندہ ہیں)، غیر مؤثر اور غیر منصفانہ نظام، اور بالواسطہ ٹیکسوں کی تنزیلی نوعیت۔ تاہم پاکستان کا نظام اصول سادگی اور لچکداری کے تقاضے کسی حد تک پورے کرتا ہے، کیونکہ ٹیکس گزار خود اپنی آمدنی کا تخمینہ لگا کر ٹیکس ادا کر سکتا ہے اور حکومت ضرورت کے مطابق شرحوں میں تبدیلی کرتی رہتی ہے۔

اہم تعریفات

اصطلاح	تعریف
سرکاری مالیات (Public Finance)	حکومت کی سرکاری آمدنی اور اخراجات میں باہمی تنظیم اور انتظام کا نام، جسے مالیاتی پالیسی بھی کہا جاتا ہے۔
نجی مالیات (Private Finance)	ہر فرد کی انفرادی آمدنی اور اخراجات میں باہمی تنظیم اور انتظام کا نام۔
محصولات یا ٹیکس (Tax)	ایسی لازمی ادائیگی جو حکومت کسی ایک شخص کو براہ راست فائدہ پہنچانے کی بجائے پورے معاشرے کے فائدے کے لیے وصول کرتی ہے۔



اصطلاح	تعریف
براہ راست ٹیکس (Direct Tax)	ایسا ٹیکس جس شخص پر لگے وہی اسے ادا کرتا ہے اور اس کا بوجھ کسی دوسرے شخص پر منتقل نہیں کیا جاسکتا، جیسے انکم ٹیکس۔
بالواسطہ ٹیکس (Indirect Tax)	ایسا ٹیکس جسے کسی واسطے کے ذریعے وصول کیا جاتا ہے اور اس کا بوجھ دوسروں پر منتقل کیا جاسکتا ہے، جیسے سیلز ٹیکس۔
اصول مساوات (Cannon of Equality)	آدم سمٹھ کا اصول کہ ہر شہری اپنی مالی حیثیت کے مطابق ٹیکس ادا کرے، یعنی زیادہ آمدنی پر زیادہ شرح سے ٹیکس۔
خسارے کی پالیسی (Deficit Financing)	جب حکومت کے اخراجات آمدنی سے تجاوز کر جائیں تو نوٹ چھاپ کر یا قرضے لے کر خسارہ پورا کرنے کی پالیسی۔
متزائد ٹیکس (Progressive Tax)	ایسا ٹیکس جس کی شرح آمدنی بڑھنے کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے، جیسے پاکستان میں انکم ٹیکس۔

اہم حقائق و فارمولے

عنوان	فارمولا / حقیقت
پاکستان: مرکزی حکومت کی آمدنی کا ذریعہ	تقریباً 75.32% ٹیکسوں سے، 24.68% غیر محصولاتی ذرائع سے
پاکستان: براہ راست بمقابلہ بالواسطہ ٹیکس	بالواسطہ ٹیکس $\approx 68\%$ ، براہ راست ٹیکس $\approx 32\%$ کل ٹیکس آمدنی کا
پاکستان: محصولات اور GDP کا تناسب	سرکاری محصولات خام ملکی پیداوار (GDP) کا صرف تقریباً 16%
تحفہ ٹیکس کی حد	35,000 روپے تک تحفے کی مالیت ٹیکس سے مستثنیٰ، اس سے زائد پر ٹیکس واجب
زیر محفوظات رکھنے کی پابندی سے موازنہ	براہ راست ٹیکس = اصول مساوات + تیقن؛ بالواسطہ ٹیکس = اصول سہولت + وصولی کی یقینی صورت
آدم سمٹھ کے 4 بنیادی اصول	مساوات، تیقن، سہولت، کفایت — باقی (پیداواری، لچکداری، سادگی، تنوع) بعد کے ماہرین نے شامل کیے



خاکہ جات و تصاویر

سرکاری اور نجی مالیات میں فرق: ایک موازنہ خاکہ جو سرکاری مالیات اور نجی مالیات کے درمیان بنیادی فرق — بجٹ کی ترتیب، میعاد، قرض کے ذرائع اور نوٹ کے اجراء — کو ظاہر کرتا ہے۔

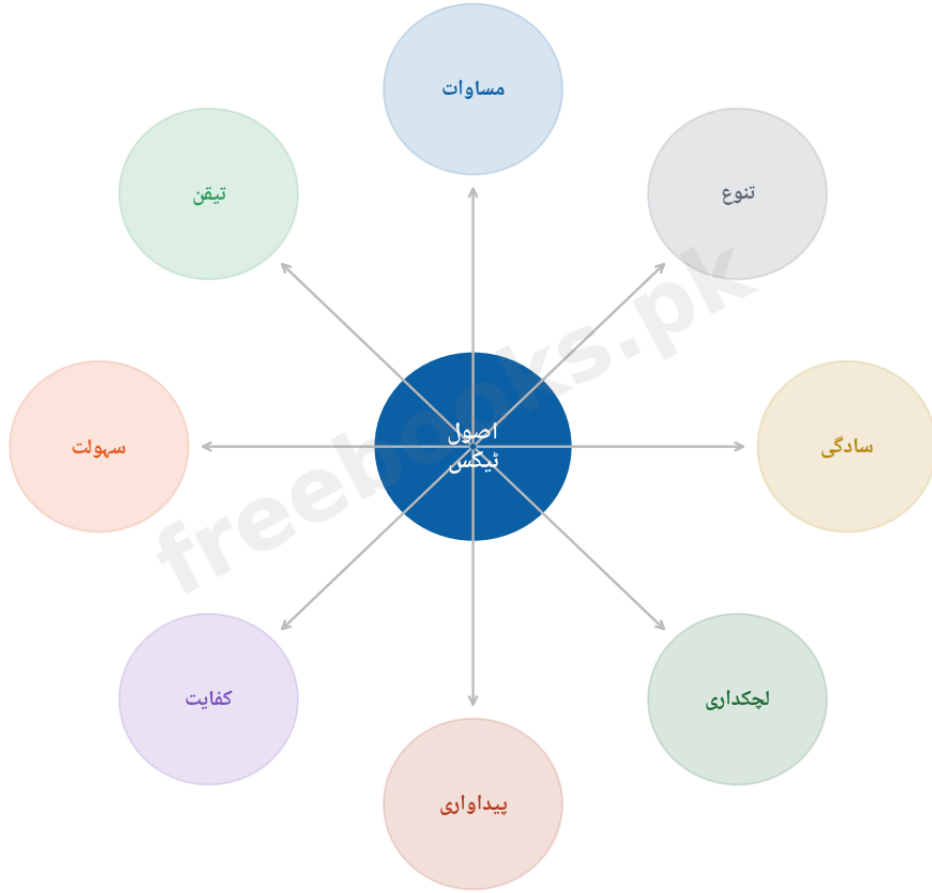
سرکاری اور نجی مالیات میں فرق

سرکاری مالیات	نجی مالیات
پہلے اخراجات کا تخمینہ، پھر ٹیکس سے آمدنی	ترتیب پہلے آمدنی، پھر اس کے مطابق اخراجات
مقررہ مدت (ایک سال)	بجٹ کی میعاد کوئی مقررہ میعاد نہیں
اندرونی اور بیرونی دونوں	قرض کے ذرائع صرف بیرونی (دوست، رشتہ دار)
حکومت نوٹ چھپوا سکتی ہے	نوٹ کا اجراء یہ اختیار حاصل نہیں
بجٹ عام کیا جاتا ہے، آڈٹ ہوتا ہے	شفافیت مکمل طور پر نجی اور خفیہ
عوام میں برا سمجھا جاتا ہے	فاضل بجٹ بجٹ کے طور پر مستحسن

سرکاری اور نجی مالیات میں فرق

ٹیکس عائد کرنے کے آٹھ اصول: ایک ہب خاکہ جو ٹیکس عائد کرنے کے آٹھ اصول — مساوات، یقین، سہولت، کفایت، پیداواری، لچکداری، سادگی اور تنوع — کو ظاہر کرتا ہے۔



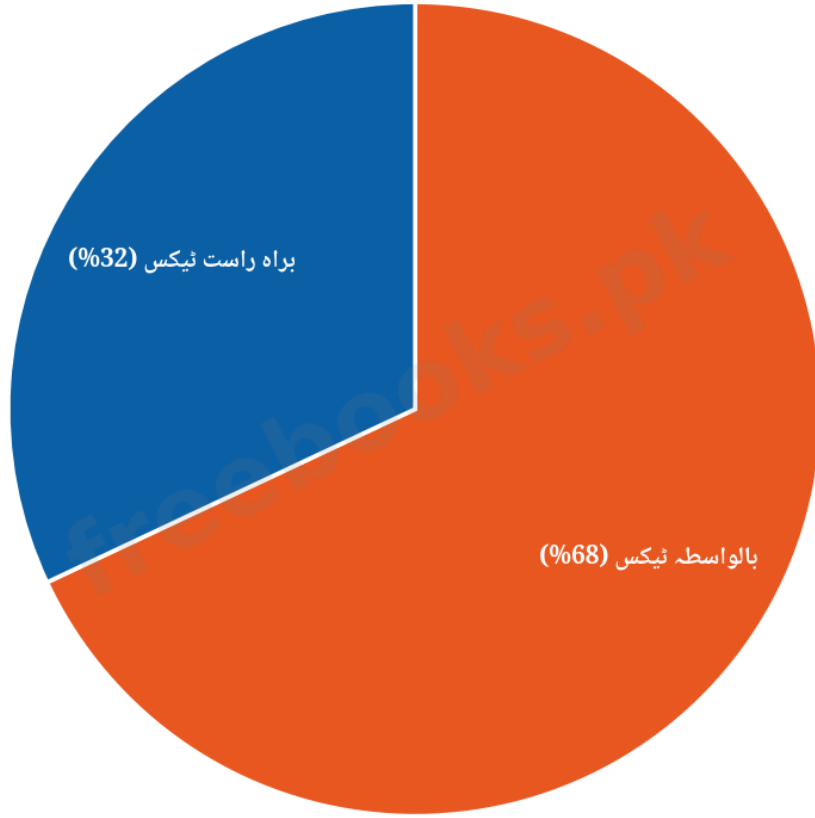


پہلے چار اصول آدم سمتھ نے، باقی چار بعد کے ماہرین نے پیش کیے۔

ٹیکس عائد کرنے کے آٹھ اصول

پاکستان میں ٹیکسوں کی تقسیم: ایک پانی چارٹ جو پاکستان کے نظام محصولات میں بالواسطہ (68%) اور براہ راست (32%) ٹیکسوں کے تناسب کو ظاہر کرتا ہے۔





پاکستان کے نظام محصولات میں بالواسطہ ٹیکسوں کا غلبہ، جو تنزیلی نوعیت کا حامل ہے۔

پاکستان میں ٹیکسوں کی تقسیم

مختصر سوالات و جوابات

سوال 1: سرکاری مالیات سے کیا مراد ہے؟

جواب: سرکاری مالیات حکومت کی سرکاری آمدنی اور اخراجات میں باہمی تنظیم اور انتظام کا نام ہے، جسے مالیاتی پالیسی بھی کہا جاتا ہے۔

سوال 2: خسارے کی پالیسی سے کیا مراد ہے؟

جواب: جب حکومت کے اخراجات آمدنی سے تجاوز کر جائیں تو حکومت نوٹ چھاپ کر یا اندرونی و بیرونی قرضے حاصل کر کے خسارہ پورا کرتی ہے، اسے خسارے کی پالیسی کہتے ہیں۔

سوال 3: آدم سمتھ کے بیان کردہ ٹیکس کے چار اصول کیا ہیں؟

جواب: آدم سمتھ نے اصول مساوات، اصول تیقن، اصول سہولت اور اصول کفایت بیان کیے ہیں۔



سوال 4: براہ راست اور بالواسطہ ٹیکس میں کیا فرق ہے؟

جواب: براہ راست ٹیکس جس شخص پر لگے وہی ادا کرتا ہے اور بوجھ منتقل نہیں کر سکتا، جبکہ بالواسطہ ٹیکس کا بوجھ دوسروں پر منتقل کیا جا سکتا ہے، جیسے سیلز ٹیکس۔

سوال 5: پاکستان میں زرعی آمدنی پر ٹیکس کیوں نہیں لگایا جاتا؟

جواب: پاکستان میں زرعی شعبے کی ترقی اور پیداوار میں اضافے کی حوصلہ افزائی کے لیے زرعی آمدنی کو ابھی تک ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔

سوال 6: ٹیکسوں کے اصول تنوع سے کیا مراد ہے؟

جواب: اصول تنوع کا تقاضا ہے کہ ٹیکس کا بوجھ معیشت کے کسی ایک شعبے پر نہ پڑے بلکہ مختلف اقسام کے ٹیکس عائد کیے جائیں تاکہ سب شہری اپنی مالی حیثیت کے مطابق حصہ ڈالیں۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سوال 1: سرکاری اور نجی مالیات میں مماثلت اور فرق تفصیل سے بیان کریں۔

سرکاری مالیات اور نجی مالیات دونوں کا بنیادی مقصد محدود وسائل کو استعمال میں لا کر زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا ہے، اسی لیے دونوں میں کئی مماثلتیں پائی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے، دونوں میں منافع یا فائدے کا محرک کارفرما ہوتا ہے: ایک عام فرد اپنے محدود وسائل سے زیادہ سے زیادہ ذاتی فائدہ چاہتا ہے جبکہ حکومت اپنے وسائل کے استعمال سے زیادہ سے زیادہ معاشرتی فلاح چاہتی ہے۔ دوسرے، دونوں کو اپنے اخراجات اور وصولیوں میں توازن رکھنے کے لیے قرضے کی ضرورت پڑتی ہے، کیونکہ عام آدمی کی آمدنی وقفے وقفے سے آتی ہے مگر اخراجات مسلسل ہوتے ہیں، اور اسی طرح حکومت کی زیادہ تر آمدنی سال میں ایک بار وصول ہوتی ہے مگر اخراجات سارا سال جاری رہتے ہیں۔ تیسرے، دونوں مزید آمدنی کی خواہش رکھتے ہوئے اپنے وسائل کو منافع بخش کاموں میں لگاتے ہیں۔ چوتھے، دونوں اپنی آمدنی اور اخراجات میں توازن برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ مقروض نہ ہونا پڑے۔ ان مماثلتوں کے باوجود دونوں میں کئی بنیادی فرق بھی پائے جاتے ہیں۔ سب سے اہم فرق ترتیب کا ہے: نجی مالیات میں پہلے آمدنی حاصل ہوتی ہے اور پھر اس کے مطابق اخراجات کیے جاتے ہیں، جبکہ سرکاری مالیات میں حکومت پہلے اپنے اخراجات کا تخمینہ لگاتی ہے اور پھر اس کے مطابق ٹیکس عائد کر کے آمدنی حاصل کرتی ہے۔ دوسرا فرق بجٹ کی میعاد کا ہے: حکومت کا بجٹ ایک سال کی مقررہ مدت پر محیط ہوتا ہے جبکہ عام فرد



کے لیے کوئی مقررہ میعاد نہیں ہوتی۔ تیسرا فرق مستقبل کی ضروریات کے حوالے سے ہے: عام فرد اپنی اور اپنی نسل کی ضروریات تک محدود رہتا ہے جبکہ حکومت آنے والی کئی نسلوں کے لیے سرمایہ کاری کرتی ہے۔ چوتھا فرق شفافیت کا ہے: نجی مالیات خفیہ رکھی جاتی ہے جبکہ سرکاری بجٹ اخبارات اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے عام کیا جاتا ہے۔ پانچواں فرق قرض کے ذرائع کا ہے: حکومت اندرونی اور بیرونی دونوں ذرائع سے قرض لے سکتی ہے جبکہ عام فرد صرف بیرونی (دوستوں، رشتہ داروں) ذرائع سے قرض لے سکتا ہے۔ چھٹا فرق کرنسی کے اجراء کا ہے: حکومت ضرورت پڑنے پر نوٹ چھپوا سکتی ہے جبکہ عام فرد یہ اختیار نہیں رکھتا۔ ساتواں فرق فاضل بجٹ کے حوالے سے ہے: فرد کے لیے بچت اچھی سمجھی جاتی ہے مگر حکومت کا فاضل بجٹ عوام میں برا سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ عوام پر ضرورت سے زیادہ ٹیکس لگایا گیا۔ آخر میں، سرکاری آمدنی اور اخراجات کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا ہے اور آڈٹ ہوتا ہے، جبکہ نجی مالیات میں ایسا کوئی نظام موجود نہیں۔

سوال 2: براہ راست اور بالواسطہ ٹیکسوں میں فرق بیان کریں، اور دونوں کے فوائد اور نقصانات تفصیل سے تحریر کریں۔

ٹیکسوں کو بنیادی طور پر دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے: براہ راست یا بلاواسطہ ٹیکس اور بالواسطہ ٹیکس۔ براہ راست ٹیکس وہ ہوتا ہے جس شخص پر یہ لاگو ہو وہی اسے ادا کرتا ہے، یعنی ٹیکس کا نفاذ اور بوجھ ایک ہی شخص پر پڑتا ہے اور وہ اسے کسی دوسرے پر منتقل نہیں کر سکتا، جیسے انکم ٹیکس، دولت ٹیکس اور وراثت ٹیکس۔ اس کے برعکس بالواسطہ ٹیکس وہ ہے جو کسی واسطے کے ذریعے وصول کیا جاتا ہے اور اس کا بوجھ دوسروں پر منتقل کیا جا سکتا ہے، جیسے کسٹم ڈیوٹی، ایکسائز ڈیوٹی اور سیلز ٹیکس، جن کا نفاذ تو تاجروں پر ہوتا ہے مگر وہ انہیں اشیاء کی قیمتوں میں شامل کر کے آخر کار صارفین سے وصول کر لیتے ہیں۔ براہ راست ٹیکسوں کے کئی اہم فوائد ہیں: یہ متزائد شرح سے وصول کیے جاتے ہیں اس لیے اصول مساوات کے تقاضے پورے کرتے ہیں، یعنی زیادہ آمدنی والے زیادہ اور کم آمدنی والے کم ٹیکس دیتے ہیں؛ ان کی وصولی پر کم انتظامی اخراجات اٹھتے ہیں اس لیے یہ اصول کفایت پر بھی پورا اترتے ہیں؛ ان سے حاصل ہونے والی آمدنی یقینی ہوتی ہے جس سے حکومت پیشگی منصوبہ بندی کر سکتی ہے؛ یہ لچکداری کے اصول کو بھی تقویت دیتے ہیں کیونکہ حکومت ضرورت پڑنے پر نئے ٹیکس لگا سکتی ہے؛ اور یہ ٹیکس دہندگان میں احساس شہریت پیدا کرتے ہیں۔ تاہم ان کے کچھ نقصانات بھی ہیں: یہ ٹیکس دہندگان کو ناگوار لگتے ہیں کیونکہ ان کی آمدنی میں براہ راست کمی آتی ہے، جس کے باعث وہ رشوت اور بددیانتی کا سہارا لے کر ٹیکس چوری کرتے ہیں؛ ان کی وصولی کا انحصار لوگوں کی دیانت داری پر ہوتا ہے، اور اکثر لوگ اپنی صحیح آمدنی ظاہر نہیں کرتے؛ ان کی ادائیگی سے لوگوں کی بچتوں میں کمی واقع ہوتی ہے جو سرمایہ کاری کو متاثر کرتی ہے؛ اور یکمشت ادائیگی



کے باعث ٹیکس گزاروں کو دشواری پیش آتی ہے۔ دوسری طرف بالواسطہ ٹیکسوں کے بھی کئی فوائد ہیں: یہ اشیاء کی قیمتوں میں شامل ہو کر ادا ہوتے ہیں اس لیے ٹیکس دہندگان کو اضافی بوجھ محسوس نہیں ہوتا؛ ان کی وصولی یقینی ہوتی ہے کیونکہ صارفین خریداری کے وقت ہی ٹیکس ادا کر دیتے ہیں؛ ٹیکس گزاروں کو دفتری کارروائیوں سے واسطہ نہیں پڑتا؛ اور حکومت نقصان دہ اشیاء پر بھاری ٹیکس لگا کر ان کے استعمال کو محدود کر سکتی ہے، جبکہ تقریباً زیرِ افراطِ زر کے حالات میں شرح کم یا زیادہ کر کے قوتِ خرید کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔ ان کے نقصانات میں سب سے اہم یہ ہے کہ یہ تنزیلی نوعیت کے ہوتے ہیں، یعنی چونکہ یہ تمام صارفین پر یکساں شرح سے لگتے ہیں اس لیے غریب طبقے پر ان کا بوجھ امیر طبقے کی نسبت زیادہ پڑتا ہے؛ تاجر اپنے منافع بڑھانے کے لیے انہیں اشیاء کی قیمتوں میں مسلسل شامل کرتے رہتے ہیں؛ یہ اصول یقین کے منافی ہوتے ہیں کیونکہ ٹیکس دہندگان کو معلوم نہیں ہوتا کہ کتنا ٹیکس قیمت میں شامل کیا گیا ہے؛ اور یہ لوگوں میں احساسِ شہریت پیدا نہیں کرتے۔ پاکستان میں بالواسطہ ٹیکسوں کا تناسب براہِ راست ٹیکسوں سے کہیں زیادہ ہے، جس کی وجہ سے عام صارفین پر ٹیکسوں کا بوجھ زیادہ پڑتا ہے، اور اسی لیے ماہرینِ معاشیات پاکستان کے نظامِ محصولات میں براہِ راست ٹیکسوں کے تناسب کو بڑھانے کی سفارش کرتے ہیں۔

معروضی سوالات (MCQs)

1. حکومت کی سرکاری آمدنی اور اخراجات میں باہمی تنظیم و انتظام کو کیا کہتے ہیں؟
(الف) نجی مالیات (ب) صوبائی مالیات (ج) سرکاری مالیات (د) معاشی مالیات
درست جواب: (ج) سرکاری مالیات۔ حکومت کی سرکاری آمدنی اور اخراجات میں باہمی تنظیم و انتظام کو سرکاری مالیات (Public Finance) کہا جاتا ہے۔
2. نجی مالیات میں ہر فرد کے بجٹ کی میعاد کیا ہوتی ہے؟
(الف) ایک سال (ب) چھ ماہ (ج) ایک ماہ (د) کوئی میعاد مقرر نہیں
درست جواب: (د) کوئی میعاد مقرر نہیں۔ نجی مالیات میں کوئی مخصوص میعاد مقرر نہیں ہوتی، جبکہ سرکاری بجٹ کی میعاد عموماً ایک سال ہوتی ہے۔
3. کس اصول کے تحت ہر شخص اپنی مالی حیثیت کے مطابق ٹیکس ادا کرتا ہے؟



(الف) اصول یقن (ب) اصول مساوات (ج) اصول سادگی (د) اصول لچکداری
درست جواب: (ب) اصول مساوات۔ اصول مساوات (Canon of Equality) کے تحت ہر شخص اپنی مالی حیثیت کے مطابق ٹیکس ادا کرتا ہے۔

4. ٹیکس عائد کرنے کے پہلے چار اصول کس نے پیش کیے؟

(الف) ریکارڈو (ب) مارشل (ج) آدم سمٹھ (د) کینز
درست جواب: (ج) آدم سمٹھ۔ ٹیکس عائد کرنے کے پہلے چار اصول (مساوات، یقن، سہولت، کفایت) آدم سمٹھ نے پیش کیے۔

5. درج ذیل میں سے کون سا بالواسطہ ٹیکس میں شامل نہیں؟

(الف) انکم ٹیکس (ب) ایکسائز ڈیوٹی (ج) سیلز ٹیکس (د) کسٹم ڈیوٹی
درست جواب: (الف) انکم ٹیکس۔ انکم ٹیکس ایک براہ راست ٹیکس ہے، جبکہ ایکسائز ڈیوٹی، سیلز ٹیکس اور کسٹم ڈیوٹی بالواسطہ ٹیکس ہیں۔

6. جب حکومت کے اخراجات آمدنی سے تجاوز کر جائیں تو کون سی پالیسی اپنائی جاتی ہے؟

(الف) فاضل بجٹ (ب) متوازن بجٹ (ج) خسارے کی پالیسی (د) اصول تنوع
درست جواب: (ج) خسارے کی پالیسی۔ جب اخراجات آمدنی سے تجاوز کر جائیں تو حکومت نوٹ چھاپ کر یا قرضے لے کر خسارے کی پالیسی (Deficit Financing) اپناتی ہے۔

7. بالواسطہ ٹیکسوں کا بوجھ عموماً کس پر زیادہ پڑتا ہے؟

(الف) امیر طبقہ (ب) غریب طبقہ (ج) حکومت (د) بیرونی سرمایہ کار
درست جواب: (ب) غریب طبقہ۔ بالواسطہ ٹیکس تنزیلی نوعیت کے ہوتے ہیں، اس لیے ان کا بوجھ غریب طبقے پر امیر طبقے کی نسبت زیادہ پڑتا ہے۔

8. پاکستان میں زرعی آمدنی پر ٹیکس کی صورتحال کیا ہے؟

(الف) مکمل طور پر ٹیکس عائد (ب) ٹیکس سے مستثنیٰ (ج) صرف بڑے کاشتکاروں پر ٹیکس (د) دگنی شرح سے ٹیکس

درست جواب: (ب) ٹیکس سے مستثنیٰ۔ پاکستان میں زرعی شعبے کی ترقی کی حوصلہ افزائی کے لیے زرعی آمدنی کو ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔



9. پاکستان میں سرکاری محصولات خام ملکی پیداوار (GDP) کا تقریباً کتنا فیصد ہیں؟

(الف) 5% (ب) 16% (ج) 35% (د) 50%

درست جواب: (ب) 16%۔ پاکستان میں سرکاری محصولات GDP کا صرف تقریباً 16 فیصد فراہم کرتے ہیں، جو ایک ترقی پذیر ملک کے لیے ناکافی ہے۔

10. تحفہ ٹیکس کی صورت میں کتنی مالیت تک تحفہ ٹیکس سے مستثنیٰ ہے؟

(الف) 10,000 روپے (ب) 25,000 روپے (ج) 35,000 روپے (د) 50,000 روپے

درست جواب: (ج) 35,000 روپے۔ 35,000 روپے کی مالیت تک تحفہ ٹیکس سے مستثنیٰ ہے، اس سے زائد مالیت کے تحائف پر ٹیکس واجب ہوتا ہے۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

• سرکاری مالیات = حکومت کی آمدنی و اخراجات کا انتظام (مالیاتی پالیسی)۔ نجی مالیات = فرد کی آمدنی و اخراجات کا انتظام۔ 4 مماثلتیں: منافع کا محرک، قرضے کی ضرورت، زیادہ آمدنی کی خواہش، توازن کی کوشش۔

• فرق: ترتیب (نجی: آمدنی پہلے؛ سرکاری: اخراجات پہلے)، بجٹ میعاد (سرکاری: 1 سال)، قرض کے ذرائع (سرکاری: اندرونی + بیرونی)، نوٹ اجراء (صرف حکومت)، شفافیت (سرکاری بجٹ عام؛ نجی خفیہ)۔

• سرکاری وصولیاں: محصولات (کسٹم، ایکسائز، انکم / کارپوریٹ ٹیکس، سیلز ٹیکس، دولت / تحفہ / وراثت ٹیکس) + غیر محصولات (فیس، قیمت، سود، خصوصی تشخیص، سرکاری جائیدادیں)۔ زرعی آمدنی ٹیکس سے مستثنیٰ۔

• آدم سمٹھ کے 4 اصول: مساوات، یقین، سہولت، کفایت۔ دیگر 4 اصول: پیداواری، لچکداری، سادگی، تنوع۔

• براہ راست ٹیکس (انکم، دولت، وراثت) = بوجھ منتقل نہیں ہو سکتا؛ بالواسطہ ٹیکس (کسٹم، ایکسائز، سیلز) = بوجھ صارف پر منتقل۔ براہ راست = اصول مساوات پورا؛ بالواسطہ = تنزیلی نوعیت۔



• پاکستان: ٹیکس آمدنی $\approx 75\%$ مرکزی آمدنی کی؛ بالواسطہ: براہ راست $\approx 68\%:32\%$ ؛ محصولات/GDP $\approx 16\%$ ۔ مسائل: ٹیکس چوری (صرف ≈ 28 لاکھ ٹیکس دہندہ)، غیر مؤثر نظام۔ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے۔

امتحانی نکات

- سرکاری اور نجی مالیات کے فرق کو ایک جدول کی صورت میں یاد رکھیں (ترتیب، میعاد، قرض، نوٹ اجراء، شفافیت)۔ یہ تفصیلی سوال میں اکثر پوچھا جاتا ہے۔
- آدم سمٹھ کے چار بنیادی اصول (مساوات، تیقن، سہولت، کفایت) کو ترتیب سے رٹ لیں، پھر باقی چار اصول (پیداواری، لچکداری، سادگی، تنوع) الگ سے یاد رکھیں۔
- براہ راست اور بالواسطہ ٹیکس کی مثالیں یاد رکھیں: انکم/دولت/وراثت ٹیکس = براہ راست؛ کسٹم/ایکسائز/سیلز ٹیکس = بالواسطہ۔
- پاکستان کے اعداد و شمار (75% ٹیکس آمدنی، 68:32 بالواسطہ: براہ راست تناسب، 16% GDP تناسب) کو یاد رکھیں۔ یہ اکثر معروضی سوالات میں پوچھے جاتے ہیں۔
- براہ راست اور بالواسطہ ٹیکسوں کے فوائد و نقصانات کو الگ الگ فہرست کی صورت میں یاد رکھیں تاکہ تفصیلی سوال میں دونوں کا مکمل موازنہ کیا جاسکے۔

© freebooks.pk — پاکستانی طلبہ کے لیے مفت تعلیمی نوٹس۔ اصل مواد: freebooks.pk



Freebooks.pk

مفت نوٹس • پرانے پرچہ جات • رہنما کتب

ICOM دوم سال معاشیات — پنجاب بورڈ (اردو میڈیم)

باب 5

بین الاقوامی تجارت

(International Trade)

کلیدی تصورات • تعریفات • مختصر و تفصیلی سوالات • معروضی سوالات • خاکہ جات • امتحانی نکات

© freebooks.pk — اصل تعلیمی مواد



یہ نوٹس پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ (PCTB) کے تحت انٹرمیڈیٹ (ICOM، جماعت 12) معاشیات کے نصاب کے باب پنجم، بین الاقوامی تجارت پر مبنی ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی ملک اپنی ضروریات کی تمام اشیاء میں خود کفالت حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ قدرت نے ہر ملک کو مختلف وسائل اور مخصوص آب و ہوا سے نوازا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ممالک تخصیص کار کے اصول کے تحت آپس میں تجارتی مراسم استوار کرتے ہیں۔

اس باب میں ملکی اور بین الاقوامی تجارت کا مفہوم اور فرق، بین الاقوامی تجارت کے فوائد و نقصانات، آدم سمٹھ کا نظریہ کلی برتری اور ڈیوڈ ریکارڈو کا نظریہ تقابلی مصارف، توازن تجارت اور توازن ادائیگی، گلوبلائزیشن، کثیر الملکنفی کارپوریشنز اور عالمی تجارتی ادارہ (WTO) تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ یہ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے ہیں۔

تعلیمی مقاصد

- ملکی اور بین الاقوامی تجارت کے مفہوم کی وضاحت کریں۔
- ملکی اور بین الاقوامی تجارت میں فرق کے نکات بیان کریں۔
- بین الاقوامی تجارت کے فوائد اور نقصانات کا تجزیہ کریں۔
- نظریہ کلی برتری اور نظریہ تقابلی مصارف کی وضاحت کریں۔
- توازن تجارت اور توازن ادائیگی میں فرق کریں۔
- گلوبلائزیشن، کثیر الملکنفی کارپوریشنز اور عالمی تجارتی ادارے کے کردار کو بیان کریں۔

کلیدی تصورات

ملکی اور بین الاقوامی تجارت کا مفہوم

ملکی تجارت (Domestic Trade) سے مراد کسی ملک کی جغرافیائی حدود کے اندر افراد، اداروں، شہروں اور قصبوں کے درمیان اشیاء و خدمات کا لین دین ہے۔ اس میں خریدار اور فروخت کار ایک ہی ملک کے باشندے ہوتے ہیں اور یہ لین دین بدستور ملکی اثاثوں کا حصہ رہتا ہے۔



بین الاقوامی تجارت (International Trade) سے مراد کسی ایک ملک کا دیگر ممالک سے اشیاء و خدمات کا لین دین ہے۔ ہر ملک وہ اشیاء دوسرے ممالک سے منگواتا ہے جو وہ خود پیدا کرنے سے قاصر ہو یا جن کی پیداوار میں اسے نسبتاً زیادہ لاگت اٹھانی پڑے۔ اسے بیرونی تجارت یا تجارتِ خارجہ بھی کہا جاتا ہے۔

ملکی اور بین الاقوامی تجارت میں فرق

ملکی اور بین الاقوامی تجارت کی بنیادی وجہ تخصیص کار اور مصارفِ پیدائش میں فرق ہے، تاہم منافع کا محرک دونوں میں کارفرما ہوتا ہے۔ محنت اور سرمائے کی نقل پذیری ملکی سطح پر آسان اور لچکدار ہوتی ہے، جبکہ بین الاقوامی سطح پر زبان، رسم و رواج، پاسپورٹ اور ویزا جیسی رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں۔

ملکی تجارت میں ایک ہی کرنسی استعمال ہوتی ہے جبکہ بین الاقوامی تجارت میں مختلف کرنسیوں کی شرح مبادلہ کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے۔ ملکی سطح پر خاص تجارتی پابندیاں نہیں ہوتیں، مگر بین الاقوامی تجارت میں درآمدی و برآمدی لائسنس، محصولات اور تحفظاتی پالیسیاں نافذ ہوتی ہیں۔ اسی طرح سرکاری سہولتوں، ذوق و معیار اور وسائل کی دستیابی کے حوالے سے بھی دونوں میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔

بین الاقوامی تجارت کے فوائد

بین الاقوامی تجارت کی بدولت کوئی ملک وہ اشیاء درآمد کر سکتا ہے جو وہاں پیدا نہیں ہوتیں (ضروری اشیاء کا حصول)، اور سستی و اعلیٰ کوالٹی کی اشیاء بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔ تخصیص کار کے اصول کے تحت ہر ملک کم لاگت والی اشیاء کی پیداوار میں مہارت حاصل کرتا ہے، جس سے وسیع پیمانے کی پیداوار اور فاضل پیداوار کے نکاس میں مدد ملتی ہے۔

اس کے علاوہ بین الاقوامی تجارت ناگہانی حالات (قحط سالی، زلزلے، سیلاب) میں دیگر ممالک سے امداد کا ذریعہ بنتی ہے، اجارہ داریوں کا خاتمہ کرتی ہے، اور عالمی امن، تہذیب و تمدن کے فروغ میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔



بین الاقوامی تجارت کے نقصانات

بین الاقوامی تجارت کے باعث ممالک بیرونی اشیاء پر انحصار کرنے لگتے ہیں اور محدود اشیاء کی پیدائش میں تخصیص کار سے دیگر شعبے نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کو اکثر ناموافق نسبت درآمد و برآمد کا سامنا رہتا ہے، اور وہ صنعتی ممالک کے لیے محض خام مال کی منڈی بن کر رہ جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ بین الاقوامی تجارت سے اسلحہ اور مضر صحت اشیاء کی دستیابی، عالمی معاشی حالات میں اتار چڑھاؤ، اور بعض اوقات چھوٹے ممالک کی سیاسی آزادی پر بڑے ممالک کا غلبہ جیسے نقصانات بھی سامنے آتے ہیں۔

بین الاقوامی تجارت کا کلاسیکی نظریہ: نظریہ کلی برتری

بین الاقوامی تجارت کے کلاسیکی نظریے کی بنیاد آدم سمٹھ اور ڈیوڈ ریکارڈو نے رکھی۔ آدم سمٹھ نے نظریہ کلی برتری (Absolute Advantage) پیش کیا، جس کے مطابق دو ممالک کے درمیان تجارت اس لیے فائدہ مند ہوتی ہے کہ دونوں کو اپنی اپنی شے کی پیداوار میں کلی برتری حاصل ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر اگر پاکستان سستا چاول (20 اکائیاں) اور بھارت سستی چینی (20 اکائیاں) پیدا کرے تو دونوں ممالک تخصیص کار اپنا کر تجارت کریں گے: تخصیص و تجارت کی صورت میں مجموعی پیداوار 40 اکائی چاول + 40 اکائی چینی ہوگی، جبکہ تخصیص نہ کرنے کی صورت میں صرف 30+30 اکائیاں ملتی ہیں — یعنی 10+10 اکائیوں کا تجارتی منافع۔

نظریہ تقابلی برتری یا تقابلی مصارف

تقابلی برتری کا نظریہ ڈیوڈ ریکارڈو نے پیش کیا۔ اس کے مطابق اگر ایک ملک دونوں اشیاء دوسرے ملک سے سستی تیار کر سکتا ہو، تب بھی اسے صرف وہی شے پیدا کرنی چاہیے جس میں اسے نسبتاً زیادہ تقابلی برتری حاصل ہو، اور دوسری شے دوسرے ملک سے درآمد کر لینی چاہیے۔

مثال کے طور پر پاکستان محنت کی ایک اکائی سے 8 اکائی چینی یا 12 اکائی چاول پیدا کر سکتا ہے، جبکہ بھارت اتنی ہی محنت سے 10 اکائی چینی یا 20 اکائی چاول پیدا کر سکتا ہے۔ اگرچہ بھارت دونوں اشیاء سستی پیدا کرتا ہے، مگر



چاول میں اس کی برتری زیادہ ہے، اس لیے بھارت چاول اور پاکستان چینی کی پیداوار میں تخصیص حاصل کرے گا۔ تجارت کی صورت میں دونوں ممالک کو مجموعی طور پر اضافی پیداوار (تجارتی فائدہ) حاصل ہوگی۔

نظریہ تقابلی مصارف پر تنقید

نظریہ تقابلی مصارف کو کئی بنیادوں پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس میں صرف محنت کو پیداوار کی بنیاد سمجھا گیا حالانکہ سرمایہ اور تنظیم کے کردار کو نظر انداز کیا گیا؛ یہ فرض کیا گیا کہ محنت بین الاقوامی سطح پر نقل پذیر نہیں، حالانکہ حقیقت میں مزدور بہتر روزگاری خاطر ممالک کا رخ کرتے ہیں؛ اور یہ کہ تجارت صرف دو ممالک اور دو اشیاء تک محدود ہوتی ہے، جو حقیقت کے منافی ہے۔

مزید برآں، نقل و حمل کے اخراجات کو نظر انداز کیا گیا، مکمل مقابلہ اور کامل روزگاری کے غیر حقیقی مفروضے قائم کیے گئے، خدمات کے شعبے کو نظر انداز کیا گیا، آزاد تجارت کا مفروضہ حقیقت پر مبنی نہیں، اور تمام مزدوروں کی استعداد کار کو یکساں سمجھنا بھی غیر حقیقی ہے۔

توازن تجارت اور توازن ادائیگی

توازن تجارت (Balance of Trade) میں صرف مرئی اشیاء (Visible Goods) کی درآمد و برآمد کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ اگر درآمدات برآمدات سے تجاوز کر جائیں تو ملک غیر موافق توازن تجارت کا شکار ہو جاتا ہے، اور اگر برآمدات زیادہ ہوں تو توازن موافق ہوتا ہے۔

توازن ادائیگی (Balance of Payments) میں مرئی اور غیر مرئی دونوں اشیاء کی درآمد و برآمد شامل ہوتی ہے۔ پروفیسر کنڈل برگر کے مطابق یہ ایک ملک کے باشندوں اور دیگر ممالک کے باشندوں کے درمیان تمام معاشی لین دین کا جامع ریکارڈ ہے۔ IMF کے مطابق اسے حساب رواں (Current Account) اور حساب سرمایہ (Capital Account) میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

گلوبلائزیشن اور کثیر الملکنفی کارپوریشنز

گلوبلائزیشن (عالمیت) سے مراد وہ عمل ہے جس کے تحت متعدد ممالک بین الاقوامی تجارت کے ذریعے آپس میں مربوط ہو کر عالمی معیشت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اس سے ٹیکنالوجی کے استعمال، نقل و حمل کے کم اخراجات، اجارہ داریوں کے خاتمے اور معیار زندگی میں بہتری جیسے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔



کثیر الملکنفی کارپوریشنز (Multi-National Corporations) ترقی پذیر ممالک میں اپنے ذیلی ادارے کھول کر ٹیکنالوجی، مہارت اور روزگار کی منتقلی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ تاہم ان کے نقصانات بھی ہیں: یہ اکثر ٹیکس ادا نہیں کرتیں، منافع کا بیشتر حصہ بیرون ملک منتقل کر دیتی ہیں، اور میزبان ممالک کو خام مال کی منڈی بنا کر رکھ دیتی ہیں۔

عالمی تجارتی ادارہ (WTO)

عالمی تجارتی ادارہ (World Trade Organization) کا قیام یکم جنوری 1995 کو عمل میں آیا، جس میں تقریباً 148 ممالک شامل ہیں۔ اس کا مقصد مختلف ممالک کے درمیان تجارتی قواعد و ضوابط نافذ کرنا اور بین الاقوامی تجارت، سرمایہ کاری اور ملکی قوانین کو بہتر بنانا ہے۔

WTO کے فوائد میں تجارتی امن و سلامتی، تجارتی اختلافات کا پر امن حل، ٹیکس و کوٹے سے آزادی اور معیار زندگی میں بہتری شامل ہیں۔ تاہم اس کے نقصانات میں رکن ممالک پر مخصوص پالیسیاں مسلط کرنا، ٹیکس کے خاتمے سے زرمبادلہ میں کمی، اور نئی صنعتوں کے قیام میں رکاوٹیں شامل ہیں۔

اہم تعریفات

اصطلاح	تعریف
ملکی تجارت (Domestic Trade)	کسی ملک کی جغرافیائی حدود کے اندر افراد، اداروں اور شہروں کے درمیان اشیاء و خدمات کا لین دین۔
بین الاقوامی تجارت (International Trade)	کسی ایک ملک کا دیگر ممالک سے اشیاء و خدمات کا لین دین، جسے بیرونی تجارت یا تجارتِ خارجہ بھی کہا جاتا ہے۔
نظریہ کلی برتری (Absolute Advantage)	آدم سمٹھ کا نظریہ کہ دو ممالک اپنی اپنی شے کی پیداوار میں کلی برتری کی بنیاد پر تخصیص اور تجارت کر کے فائدہ اٹھاتے ہیں۔
نظریہ تقابلی مصارف (Comparative Cost)	ڈیوڈ ریکارڈو کا نظریہ کہ ہر ملک اس شے کی پیداوار میں تخصیص حاصل کرے جس میں اسے نسبتاً زیادہ تقابلی برتری حاصل ہو۔
توازن تجارت (Balance of Trade)	کسی ملک میں سال بھر کے دوران مرئی اشیاء کی درآمد و برآمد کے درمیان توازن۔



اصطلاح	تعریف
توازن ادائیگی (Balance of Payments)	ایک ملک کے باشندوں اور دیگر ممالک کے باشندوں کے درمیان تمام معاشی لین دین (مرئی و غیر مرئی) کا جامع ریکارڈ۔
گلوبلائزیشن (Globalization)	متعدد ممالک کا بین الاقوامی تجارت کے ذریعے آپس میں مربوط ہو کر عالمی معیشت کا حصہ بن جانا۔
عالمی تجارتی ادارہ (WTO)	1995 میں قائم ہونے والا عالمی ادارہ جو رکن ممالک کے درمیان تجارتی قواعد و ضوابط نافذ کرتا ہے۔

اہم حقائق و فارمولے

عنوان	فارمولا / حقیقت
کلی برتری کی مثال	پاکستان: چاول 20، چینی 10؛ بھارت: چاول 10، چینی 20 (اکائیاں فی محنت)
تخصیص و تجارت سے مجموعی پیداوار	40 اکائی چاول + 40 اکائی چینی (بمقابلہ بغیر تخصیص کے 30+30)
تقابلی مصارف کی مثال	پاکستان: چینی 8 یا چاول 12؛ بھارت: چینی 10 یا چاول 20 (فی اکائی محنت)
تجارت سے حاصل ہونے والا فائدہ	تجارت کی صورت میں: 40 اکائی چاول + 16 اکائی چینی؛ بغیر تجارت: 18 چاول + 32 چینی — خالص فائدہ ≈ 4 اکائی چاول
WTO کا قیام	یکم جنوری 1995، تقریباً 148 رکن ممالک
توازن ادائیگی کے اجزاء	حسابِ رواں (Current Account) + حسابِ سرمایہ (Capital Account)

خاکہ جات و تصاویر

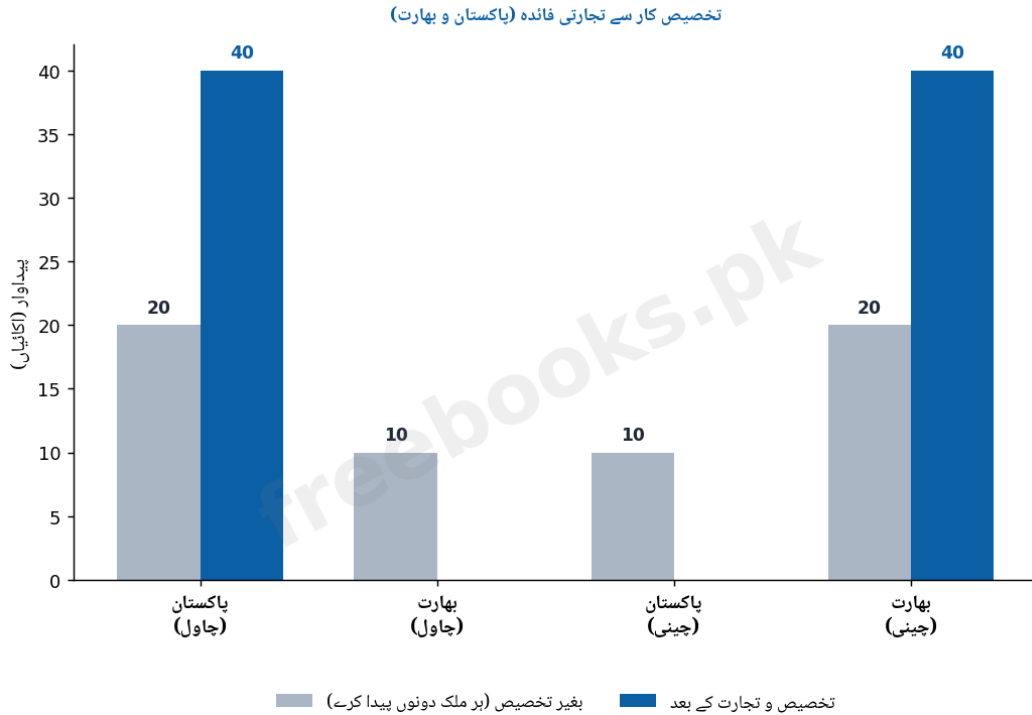
ملکی اور بین الاقوامی تجارت میں فرق: ایک موازنہ خاکہ جو ملکی اور بین الاقوامی تجارت کے درمیان بنیادی فرق — نقل پذیری، کرنسی، تجارتی پابندیاں اور سرکاری سہولتیں — کو ظاہر کرتا ہے۔



ملکی تجارت	بین الاقوامی تجارت
محنت و سرمایہ کی نقل پذیری آسان	نقل پذیری زبان، پاسپورٹ، ویزا کی رکاوٹیں
ایک ہی ملکی کرنسی رائج	کرنسی شرح مبادلہ کا مسئلہ درپیش
خاص پابندیاں عائد نہیں ہوتیں	تجارتی پابندیاں لائسنس، محصولات، تحفظاتی پالیسیاں
ٹیکس رعایت، رعایتی قرضے	سرکاری سہولتیں ممالک کے لیے مختلف ترجیحات
آزادانہ اور غیر مشروط تجارت	ذوق و معیار کی شرائط عائد
یکساں نوعیت کے وسائل	وسائل کی دستیابی متنوع قدرتی وسائل کی بنیاد

ملکی اور بین الاقوامی تجارت میں فرق

تخصیص کار سے تجارتی فائدہ: ایک بار چارٹ جو پاکستان اور بھارت کی مثال سے تخصیص کار اور تجارت سے پہلے اور بعد کی پیداوار کا موازنہ ظاہر کرتا ہے۔



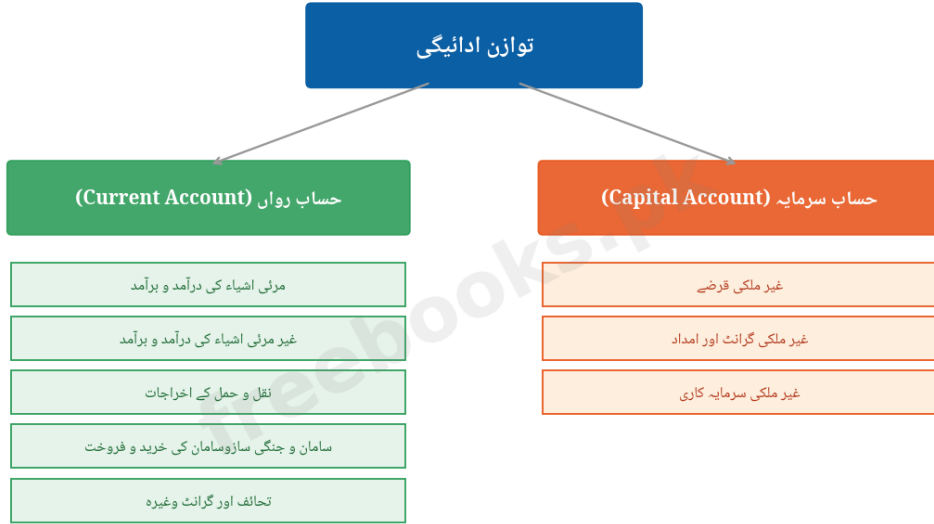
مجموعی پیداوار: بغیر تخصیص $30+30=60$ اکائی؛ تخصیص کے بعد $40+40=80$ اکائی (تجارتی فائدہ = 20 اکائی)

تخصیص کار سے تجارتی فائدہ



توازن ادائیگی کی درجہ بندی: ایک درختی خاکہ جو توازن ادائیگی کو حساب رواں اور حساب سرمایہ میں تقسیم کر کے ان کے اجزاء کو ظاہر کرتا ہے۔

توازن ادائیگی کی درجہ بندی



روان حساب کا خسارہ حساب سرمایہ سے پورا کیا جاتا ہے۔

توازن ادائیگی کی درجہ بندی

مختصر سوالات و جوابات

سوال 1: بین الاقوامی تجارت سے کیا مراد ہے؟

جواب: کسی ایک ملک کا دیگر ممالک سے اشیاء و خدمات کا لین دین بین الاقوامی تجارت کہلاتا ہے، جسے بیرونی تجارت بھی کہتے ہیں۔

سوال 2: ملکی تجارت کی تعریف لکھیں۔

جواب: کسی ملک کی جغرافیائی حدود کے اندر افراد، اداروں اور شہروں کے درمیان اشیاء و خدمات کا لین دین ملکی تجارت کہلاتا ہے۔

سوال 3: حساب رواں اور حساب سرمایہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: حساب رواں میں سال بھر کے دوران اشیاء و خدمات کا لین دین شامل ہوتا ہے، جبکہ حساب سرمایہ میں سرمائے کی اندرون ملک حرکت اور بیرون ملک اخراج شامل ہوتا ہے۔



سوال 4: تقابلی برتری سے کیا مراد ہے؟

جواب: تقابلی برتری سے مراد یہ ہے کہ ایک ملک اس شے کی پیداوار میں تخصیص حاصل کرے جس میں اسے دوسرے ملک کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ فائدہ ہو۔

سوال 5: توازن ادائیگی سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایک ملک کے باشندوں اور دیگر ممالک کے باشندوں کے درمیان ہونے والے تمام معاشی لین دین کا جامع ریکارڈ توازن ادائیگی کہلاتا ہے۔

سوال 6: عالمی تجارتی ادارے کا قیام کب ہوا؟

جواب: عالمی تجارتی ادارہ (WTO) یکم جنوری 1995 کو قائم ہوا، جس میں تقریباً 148 ممالک شامل ہیں۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سوال 1: ملکی اور بین الاقوامی تجارت میں فرق تفصیل سے بیان کریں۔

ملکی اور بین الاقوامی تجارت کی بنیادی وجہ تخصیص کار (Specialization) اور مصارفِ پیدائش میں فرق ہے، تاہم دونوں میں منافع کا محرک کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے باوجود وسائل کی امتیازی تقسیم دونوں قسم کی تجارت کو کئی نکات پر ایک دوسرے سے مختلف کر دیتی ہے۔ سب سے پہلے، محنت اور سرمائے کی نقل پذیری کا معاملہ ہے: ایک ہی ملک کی جغرافیائی حدود کے اندر محنت اور سرمایہ آسانی اور لچک کے ساتھ ایک علاقے سے دوسرے علاقے منتقل ہو سکتے ہیں، جس سے معاوضے یکساں ہو جاتے ہیں اور منڈی کو استحکام نصیب ہوتا ہے۔ اس کے برعکس بین الاقوامی سطح پر زبان، رسم و رواج، مذہبی جذبات، پاسپورٹ اور ویزا جیسی پابندیاں محنت اور سرمائے کی نقل پذیری میں رکاوٹ بنتی ہیں، جس سے شرحِ اجرت اور شرحِ سود میں یکسانیت نہیں پائی جاتی۔ دوسرا فرق کرنسیوں کی شرحِ مبادلہ کا ہے: ملکی تجارت میں ایک ہی کرنسی رائج ہوتی ہے، جبکہ بین الاقوامی تجارت میں ڈالر، پونڈ، یورو، ریال جیسی مختلف کرنسیوں کے درمیان شرحِ مبادلہ کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے، اور اس میں اتار چڑھاؤ تجارت میں مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ تیسرا فرق تجارتی پابندیوں کا ہے: ملکی سطح پر تجارتی مال کی نقل و حمل پر کوئی خاص پابندی نہیں ہوتی، مگر بین الاقوامی سطح پر درآمدی و برآمدی لائسنس، تجارتی محصولات اور تحفظاتی پالیسیاں نافذ ہوتی ہیں۔ چوتھا فرق سرکاری سہولتوں کا ہے: حکومت ملکی تجارت کے فروغ کے لیے ٹیکس میں رعایت اور رعایتی قرضے دیتی ہے، جبکہ بین الاقوامی سطح پر مختلف ممالک کے لیے حکومتی ترجیحات اور معاہدے



مختلف ہوتے ہیں۔ پانچواں فرق ذوق اور معیار کا ہے: ملک کے اندر پیدا ہونے والی اشیاء کی تجارت آزادانہ اور غیر مشروط ہوتی ہے، جبکہ بین الاقوامی سطح پر صرف وہی اشیاء درآمد کی جاتی ہیں جو لوگوں کے ذوق اور معیار پر پوری اتریں۔ آخر میں، وسائل کی دستیابی کا فرق بھی اہم ہے: ایک ملک کے اندر وسائل یکساں نوعیت کے ہوتے ہیں، جبکہ مختلف ممالک مختلف نوعیت کے قدرتی وسائل سے مالا مال ہوتے ہیں، جو تخصیص کار اور بین الاقوامی تجارت کی بنیاد بنتے ہیں۔

سوال 2: نظریہ کلی برتری اور نظریہ تقابلی مصارف کی وضاحت کریں، اور بتائیں کہ دونوں ممالک تجارت سے کیسے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

بین الاقوامی تجارت کے کلاسیکی نظریے کی بنیاد آدم سمٹھ اور ڈیوڈ ریکارڈو نے رکھی۔ آدم سمٹھ نے نظریہ کلی برتری (Absolute Advantage) پیش کیا، جس کے مطابق دو ممالک کے درمیان تجارت اس لیے فائدہ مند ہوتی ہے کہ تجارت میں شریک دونوں ممالک کو اپنی اپنی شے کی پیداوار میں کلی برتری حاصل ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر پاکستان چاول کی پیداوار میں (20 اکائیاں فی محنت) اور بھارت چینی کی پیداوار میں (20 اکائیاں فی محنت) کلی برتری رکھتا ہو، جبکہ پاکستان صرف 10 اکائی چینی اور بھارت صرف 10 اکائی چاول پیدا کر سکے، تو دونوں ممالک اپنی اپنی برتری والی شے میں تخصیص حاصل کر کے تجارت کریں گے۔ تخصیص اور تجارت کی صورت میں دونوں ممالک کی مجموعی پیداوار 40 اکائی چاول + 40 اکائی چینی ہو جاتی ہے، جبکہ تخصیص نہ کرنے کی صورت میں صرف 30 اکائی چاول + 30 اکائی چینی ملتی، یعنی تجارت سے 10+10 اکائیوں کا خالص فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ تاہم نظریہ کلی برتری اس صورت میں ناکافی ثابت ہوتا ہے جب ایک ملک دونوں اشیاء میں دوسرے سے برتر ہو۔ اسی خلا کو پر کرنے کے لیے ڈیوڈ ریکارڈو نے نظریہ تقابلی مصارف (Comparative Cost) پیش کیا، جس کے مطابق اگر ایک ملک دوسرے ملک کے مقابلے میں دونوں اشیاء سستی تیار کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، تب بھی اسے دونوں پیدا نہیں کرنی چاہئیں بلکہ صرف اس شے میں تخصیص حاصل کرنی چاہیے جس میں اسے نسبتاً زیادہ تقابلی برتری حاصل ہو۔ مثال کے طور پر پاکستان محنت کی ایک اکائی سے 8 اکائی چینی یا 12 اکائی چاول پیدا کر سکتا ہے، جبکہ بھارت اتنی ہی محنت سے 10 اکائی چینی یا 20 اکائی چاول پیدا کر سکتا ہے۔ اگرچہ بھارت دونوں اشیاء پاکستان سے سستی پیدا کرتا ہے، لیکن پاکستان میں چینی اور چاول کے درمیان لاگت کی نسبت 1:1.5 ہے جبکہ بھارت میں یہ نسبت 1:2 ہے، یعنی بھارت کو چاول کی پیداوار میں زیادہ تقابلی برتری حاصل ہے۔ اس لیے بھارت چاول کی پیداوار میں تخصیص حاصل کرے گا جبکہ پاکستان چینی کی پیداوار میں تخصیص حاصل کرے گا، کیونکہ پاکستان کو چینی کی پیداوار میں دونوں اشیاء کی نسبت کم تقابلی برتری حاصل ہے۔ اعداد و شمار سے



ظاہر ہوتا ہے کہ اگر دونوں ممالک تجارت نہ کریں تو مجموعی پیداوار 18 اکائی چاول + 32 اکائی چینی ہوگی، جبکہ تجارت کی صورت میں یہ 40 اکائی چاول + 16 اکائی چینی ہو جاتی ہے۔ چونکہ پیداوار کی نسبت کے اعتبار سے 2 اکائی چینی 4 اکائی چاول کے برابر ہے، اس لیے تجارت کی صورت میں دونوں ممالک کو مجموعی طور پر تقریباً 4 اکائی چاول کا خالص فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح دونوں نظریات ثابت کرتے ہیں کہ تخصیص کار اور بین الاقوامی تجارت کے ذریعے شریک ممالک اپنے محدود وسائل سے زیادہ سے زیادہ پیداوار اور فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

معروضی سوالات (MCQs)

1. کسی ملک کی جغرافیائی حدود کے اندر اشیاء و خدمات کی نقل و حرکت کیا کہلاتی ہے؟
(الف) بین الاقوامی تجارت (ب) ملکی تجارت (ج) علاقائی تجارت (د) عالمی تجارت
درست جواب: (ب) ملکی تجارت۔ کسی ملک کی جغرافیائی حدود کے اندر اشیاء و خدمات کی نقل و حرکت ملکی تجارت (Domestic Trade) کہلاتی ہے۔
2. بین الاقوامی تجارت کی بنیادی وجہ کیا ہے؟
(الف) تخصیص کار (ب) منافع جات (ج) اشیاء کی پیداوار (د) باہمی تعاون
درست جواب: (الف) تخصیص کار۔ بین الاقوامی تجارت کی بنیادی وجہ تخصیص کار (Specialization) اور مصارفِ پیدائش میں فرق ہے۔
3. نظریہ کلی برتری بین الاقوامی تجارت کس نے پیش کیا؟
(الف) مارشل (ب) آدم سمٹھ (ج) ڈیوڈ ریکارڈو (د) کینز
درست جواب: (ب) آدم سمٹھ۔ نظریہ کلی برتری (Absolute Advantage) آدم سمٹھ نے پیش کیا۔
4. نظریہ تقابلی مصارف کس نے پیش کیا؟
(الف) آدم سمٹھ (ب) مارشل (ج) ڈیوڈ ریکارڈو (د) کنڈل برگر
درست جواب: (ج) ڈیوڈ ریکارڈو۔ نظریہ تقابلی مصارف (Comparative Cost) ڈیوڈ ریکارڈو نے پیش کیا۔
5. توازن تجارت میں کون سی اشیاء شامل ہوتی ہیں؟



(الف) صرف غیر مرئی (ب) صرف مرئی (ج) مرئی و غیر مرئی دونوں (د) کوئی بھی نہیں
درست جواب: (ب) صرف مرئی۔ توازن تجارت میں صرف مرئی اشیاء (Visible Goods) کی درآمد و برآمد شامل ہوتی ہے۔

6. توازن ادائیگی کے کتنے حصے ہوتے ہیں؟

(الف) ایک (ب) دو (ج) تین (د) چار
درست جواب: (ب) دو۔ IMF کے مطابق توازن ادائیگی کو دو حصوں — حسابِ رواں اور حسابِ سرمایہ — میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

7. عالمی تجارتی ادارے کا قیام کب عمل میں آیا؟

(الف) 1985 (ب) 1990 (ج) 1995 (د) 2000
درست جواب: (ج) 1995۔ عالمی تجارتی ادارہ (WTO) یکم جنوری 1995 کو قائم ہوا۔

8. کثیر الملکنفی کارپوریشنز کا سب سے بڑا نقصان کیا ہے؟

(الف) ٹیکنالوجی کی منتقلی (ب) منافع کی بیرون ملک منتقلی (ج) روزگار میں اضافہ (د) پیداوار میں اضافہ
درست جواب: (ب) منافع کی بیرون ملک منتقلی۔ کثیر الملکنفی کارپوریشنز اپنے منافع کا بیشتر حصہ بیرون ملک منتقل کر دیتی ہیں، جو میزبان ملک کے لیے نقصان دہ ہے۔

9. پاکستان کی مثال میں چاول کی پیداواری صلاحیت کتنی بتائی گئی؟

(الف) 8 اکائی (ب) 10 اکائی (ج) 12 اکائی (د) 20 اکائی
درست جواب: (ج) 12 اکائی۔ نظریہ تقابلی مصارف کی مثال میں پاکستان محنت کی ایک اکائی سے 12 اکائی چاول پیدا کر سکتا ہے۔

10. توازن ادائیگی کی تعریف کس ماہر معاشیات نے دی؟

(الف) آدم سمٹھ (ب) ڈیوڈ ریکارڈو (ج) پروفیسر کنڈل برگر (د) مارشل
درست جواب: (ج) پروفیسر کنڈل برگر۔ توازن ادائیگی کی تعریف پروفیسر کنڈل برگر (Kindle Berger) نے دی ہے۔



• ملکی تجارت = ایک ملک کے اندر لین دین؛ بین الاقوامی تجارت = مختلف ممالک کے درمیان لین دین۔ فرق: نقل پذیری، کرنسی شرح مبادلہ، تجارتی پابندیاں، سرکاری سہولتیں، ذوق و معیار، وسائل کی دستیابی۔

• بین الاقوامی تجارت کے فوائد: ضروری و سستی اشیاء کا حصول، تخصیص کار، وسیع پیمانہ پیداوار، فاضل پیداوار کا نکاس، اجارہ داریوں کا خاتمہ، عالمی امن۔ نقصانات: بیرونی انحصار، ناموافق نسبت تجارت، سیاسی غلبہ۔

• نظریہ کلی برتری (آدم سمٹھ): ہر ملک اپنی برتری والی شے میں تخصیص حاصل کرے۔ نظریہ تقابلی مصارف (ڈیوڈ ریکارڈو): نسبتاً زیادہ برتری والی شے میں تخصیص، چاہے دونوں اشیاء میں مطلق برتری ہو۔

• توازن تجارت = صرف مرئی اشیاء کی درآمد/برآمد۔ توازن ادائیگی = مرئی + غیر مرئی اشیاء؛ دو حصے: حساب رواں + حساب سرمایہ (کنڈل برگر کی تعریف)۔

• گلوبلائزیشن = ممالک کا باہمی ادغام؛ کثیر الملکنفی کارپوریشنز = ٹیکنالوجی کی منتقلی مگر منافع کا اخراج؛ 148، 1995 WTO ممالک، تجارتی قواعد کا نفاذ۔

• پاکستان۔ بھارت مثالیں یاد رکھیں: کلی برتری (چاول 20/10، چینی 10/20)؛ تقابلی مصارف (چینی 8/10، چاول 12/20)۔ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے۔

امتحانی نکات

• کلی برتری اور تقابلی مصارف کے نظریات کو الگ الگ اعداد کی مثالوں کے ساتھ یاد رکھیں۔ امتحان میں اکثر گوشوارے (جدول) کے ساتھ سوال آتا ہے۔

• ملکی اور بین الاقوامی تجارت کے 6 نکات فرق کو ترتیب سے یاد رکھیں: نقل پذیری، کرنسی، پابندیاں، سرکاری سہولتیں، ذوق و معیار، وسائل۔

• توازن تجارت اور توازن ادائیگی کا فرق یاد رکھیں: توازن تجارت صرف مرئی اشیاء تک محدود ہے، توازن ادائیگی مرئی + غیر مرئی دونوں شامل کرتا ہے۔



- WTO کے قیام کی تاریخ (1995) اور رکن ممالک کی تعداد (148) کو یاد رکھیں۔ یہ معروضی سوالات میں اکثر پوچھا جاتا ہے۔
- نظریہ تقابلی مصارف پر تنقید کے 8 نکات کو مختصر الفاظ میں یاد رکھیں تاکہ تفصیلی سوال میں مکمل جواب دیا جاسکے۔

© freebooks.pk — پاکستانی طلبہ کے لیے مفت تعلیمی نوٹس۔ اصل مواد: freebooks.pk



Freebooks.pk

مفت نوٹس • پرانے پرچہ جات • رہنما کتب

ICOM دوم سال معاشیات — پنجاب بورڈ (اردو میڈیم)

باب 6

پاکستان کی معیشت کا تعارف

(Introduction to Pakistan's Economy)

کلیدی تصورات • تعریفات • مختصر و تفصیلی سوالات • معروضی سوالات • خاکہ جات • امتحانی نکات

© freebooks.pk — اصل تعلیمی مواد



یہ نوٹس پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ (PCTB) کے تحت انٹر میڈیٹ (ICOM، جماعت 12) معاشیات کے نصاب کے باب ششم، پاکستان کی معیشت کا تعارف پر مبنی ہیں۔ 14 اگست 1947 کو معرض وجود میں آنے والا پاکستان قدرتی وسائل، زرخیز میدانوں اور محنتی افراد سے مالا مال ملک ہے، تاہم قیام کے وقت اس کی صنعتی بنیاد نہایت کمزور تھی۔ متحدہ ہندوستان کے 921 صنعتی یونٹوں میں سے صرف 34 پاکستان کے حصے میں آئے۔

اس باب میں پاکستان کی معیشت کے مختلف شعبوں یعنی زراعت، صنعت، تجارت، بازارِ حصص، تعلیم اور صحت کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، جس میں تازہ ترین شماریاتی اعداد و شمار بھی شامل کیے گئے ہیں۔ یہ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے ہیں۔

تعلیمی مقاصد

- پاکستان کی معیشت کے مختلف شعبوں کا تعارف بیان کریں۔
- پاکستان میں زراعت کے شعبے کی اہمیت اور اعداد و شمار کی وضاحت کریں۔
- پاکستان کی اہم صنعتوں اور ان کے کردار کا تجزیہ کریں۔
- پاکستان کے تجارتی شعبے، درآمدات و برآمدات کی تفصیل بیان کریں۔
- پاکستان کی سٹاک ایکسچینجوں کے کردار کی وضاحت کریں۔
- پاکستان میں تعلیم اور صحت کے شعبوں کی موجودہ صورتحال کا جائزہ لیں۔

کلیدی تصورات

پاکستان کا معاشی پس منظر

14 اگست 1947 کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ جغرافیائی لحاظ سے پاکستان دو حصوں، مشرقی اور مغربی پاکستان، پر مشتمل تھا جن کے درمیان تقریباً ایک ہزار میل کا فاصلہ تھا۔ مشرقی پاکستان پٹ سن کی بہترین فصل کے لیے مشہور تھا جبکہ مغربی پاکستان گندم، چاول اور کپاس کی پیداوار کے لیے جانا جاتا تھا، مگر دونوں حصوں کی صنعتی بنیاد بہت کمزور تھی۔



متحدہ ہندوستان کے کل 921 صنعتی یونٹوں میں سے صرف 34 صنعتی یونٹ پاکستان کے حصے میں آئے۔ اس کے باوجود پاکستان وسیع میدانوں، بلند و بالا پہاڑوں، بڑے ڈیموں اور محنتی افراد کی بدولت زراعت اور صنعت کے میدان میں مسلسل ترقی کر رہا ہے۔

زراعت کا شعبہ

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے۔ تقریباً 61 فیصد آبادی دیہات میں آباد ہے جس میں سے 43.5 فیصد کا تعلق براہ راست زراعت سے ہے۔ پاکستان کا کل رقبہ 79.6 ملین ہیکٹر ہے جس میں سے صرف 25.2 فیصد قابل کاشت، 10 فیصد نیم کاشت شدہ اور 3.5 فیصد جنگلات پر مشتمل ہے۔

پاکستان کی خام قومی پیداوار (GDP) کا 20.9 فیصد زراعت سے حاصل ہوتا ہے اور زر مبادلہ کا تقریباً 65 فیصد زراعت اور اس سے وابستہ صنعتوں سے آتا ہے۔ سال 2014-15 میں زرعی شعبے کی شرح نمو 2.9 فیصد رہی۔ فصلیں دو موسموں میں کاشت ہوتی ہیں: خریف (اپریل تا جون بوائی، اکتوبر تا دسمبر کٹائی) میں چاول، گنا، کپاس اور جوار شامل ہیں، جبکہ ربیع (اکتوبر تا دسمبر بوائی، اپریل مئی کٹائی) میں گندم، تمباکو اور جو شامل ہیں۔ بڑی فصلوں (گندم، چاول، کپاس، گنا) کا زرعی شعبے میں حصہ 32 فیصد ہے۔

صنعت کا شعبہ

پاکستان کی خام قومی پیداوار میں صنعتی شعبے کا حصہ 20.30 فیصد ہے، جس میں مینوفیکچرنگ کا حصہ 13.3 فیصد ہے۔ اس میں بڑے پیمانے کی صنعتوں کا حصہ 10.6 فیصد اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کا حصہ 1.73 فیصد ہے، جبکہ تعمیراتی شعبے کا حصہ 5.2 فیصد اور بجلی و گیس کی تقسیم کا حصہ 2.2 فیصد ہے۔ جولائی تا مارچ 2014-15 میں صنعتی شعبے کی شرح نمو 3.62 فیصد رہی۔

کل صنعتی پیداوار میں بڑی صنعتوں کا حصہ 69.5 فیصد ہے، جن میں سوتی دھاگہ، کپڑا، چینی، کھادیں، صابن، پکانے کا تیل، سگریٹ، کاریں، ٹریکٹر اور موٹر سائیکل جیسی صنعتیں شامل ہیں۔

اہم صنعتیں: ٹیکسٹائل، آٹو موٹائل، کھاد اور سیمنٹ

ٹیکسٹائل پاکستان کی سب سے اہم صنعت ہے، جس کا ملکی برآمدات میں حصہ 54 فیصد ہے اور اس سے مزدور طبقے کا 38 فیصد وابستہ ہے۔ دنیا کے دھاگے کی تجارت کا 30 فیصد اور کپڑے کا 8 فیصد پاکستان سے ہوتا ہے۔



آٹوموبائل کی صنعت میں 18 بڑے یونٹ گاڑیوں کی پیداوار میں مصروف ہیں اور 850 دیگر یونٹ پرزہ جات فراہم کرتے ہیں، جس سے گاڑیوں کی پیداوار میں 17.02 فیصد اضافہ ہوا۔

کھاد کی صنعت میں کارخانے 6.9 ملین ٹن کھاد تیار کرتے ہیں جبکہ پیداواری گنجائش 8.983 ملین ٹن ہے۔ رنگ و روغن کی صنعت میں 22 بڑے اور تقریباً 400 چھوٹے کارخانے کام کرتے ہیں۔ سیمنٹ کی صنعت بھی تیزی سے ترقی کر رہی ہے اور 2014-15 میں پیداوار 29 ملین ٹن رہی، جو افغانستان، انڈیا، جنوبی افریقہ، عراق اور سری لنکا سمیت کئی ممالک کو برآمد کی جاتی ہے۔

سرکاری شعبے کی صنعتیں اور چھوٹی و درمیانے درجے کی صنعتیں (SMEs)

سرکاری شعبے میں نیشنل فریڈلائزر کارپوریشن (NFC)، پنجاب ایگریکلچر کارپوریشن (PACO)، سیٹل سیمنٹ کارپوریشن (SCC)، سیٹل انجینئرنگ کارپوریشن (SEC) اور پاکستان سیٹل جیسے ادارے صنعتی ضروریات پوری کرنے میں مصروف ہیں۔

چھوٹی اور درمیانے درجے کی صنعتیں (SMEs) کسی بھی ترقی پذیر ملک کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان کے فروغ کے لیے پاکستان میں Small and Medium Enterprises Development Authority (SMEDA) قائم کی گئی، جس نے موتی و زیورات، دودھ، زرعی پراسیسنگ، ماہی گیری، فرنیچر، کھیلوں کا سامان، انجینئرنگ، ماربل اور گرینائٹ سمیت 7 اہم شعبے منتخب کیے ہیں۔ اسی مقصد کے لیے یکم جنوری 2002 میں SME بینک بھی قائم کیا گیا۔

تجارتی شعبہ: درآمدات و برآمدات

2014-15 میں پاکستان کا تجارتی خسارہ 13,910 ملین ڈالر رہا، جس کی بڑی وجہ درآمدات میں 1.8 فیصد اضافے کے مقابلے میں برآمدات میں صرف کمی واقع ہونا تھی۔ قیام پاکستان کے وقت زیادہ تر برآمدات (تقریباً 60 فیصد) بھارت کو جاتی تھیں، مگر 1949 کی کشیدگی کے بعد پاکستان نے برطانیہ، بلجیم، فرانس، جرمنی اور اٹلی کی نئی منڈیاں تلاش کیں۔

پاکستان کی 36.3 فیصد برآمدات صرف 5 ممالک — امریکہ، جرمنی، برطانیہ، ہانگ کانگ اور متحدہ عرب امارات — کو جاتی ہیں، جن میں اکیلے امریکہ کا حصہ 25 فیصد ہے۔ اہم برآمدات میں سوتی کپڑا، چاول، سوتی دھاگہ، قالین،



سبزیاں، پھل اور کھیلوں کا سامان شامل ہیں، جبکہ اہم درآمدات میں تیل، کھانے کا تیل، ایلومینیم، سٹیل، ادویات اور مشینری شامل ہیں۔

بازارِ حصص (Stock Exchange)

کسی ملک کی شرح ترقی، صنعتوں کے فروغ اور سرمایہ کاری میں اضافے کے لیے ایک فعال سرمائے کی منڈی ضروری ہے۔ پاکستان میں تین ایکسچینجس کام کرتی ہیں: کراچی سٹاک ایکسچینج (KSE)، لاہور سٹاک ایکسچینج (LSE) اور اسلام آباد سٹاک ایکسچینج (ISE)۔

2015 میں KSE میں 560 کمپنیاں لسٹ تھیں اور اس کا کل سرمایہ 1177.77 بلین روپے تھا۔ LSE کا قیام 1971 میں ہوا، جس میں 433 کمپنیاں لسٹ ہیں اور کل سرمایہ 1096.1 بلین روپے ہے۔ ISE کا قیام اگست 1992 میں ہوا، جس میں 218 کمپنیاں لسٹ ہیں اور کل سرمایہ 894.4 بلین روپے ہے۔ تینوں ایکسچینجوں نے 2014-15 میں مجموعی طور پر 40.3 بلین روپے فنڈ گردش میں لائے۔

شعبہ تعلیم اور شرح خواندگی

تعلیم کسی بھی ملک کی تعمیر و ترقی کے لیے انتہائی اہم ہے۔ بد قسمتی سے پاکستان میں شرح خواندگی تقریباً 58 فیصد ہے، جس میں شہری علاقوں میں یہ شرح 73.2 فیصد جبکہ دیہی علاقوں میں صرف 49.2 فیصد ہے۔ مردوں میں شرح خواندگی (69 فیصد) خواتین (46 فیصد) کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

سندھ اور پنجاب میں شرح خواندگی نسبتاً زیادہ جبکہ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں کم ہے۔ پڑھے لکھے افراد میں 37.5 فیصد میٹرک سے کم، 10.7 فیصد میٹرک، 4.7 فیصد انٹر میڈیٹ اور 4.3 فیصد گریجویٹ و پوسٹ گریجویٹ ہیں۔

شعبہ صحت

صحت کی بنیادی سہولتوں کی فراہمی حکومت کے فرائض میں شامل ہے۔ پاکستان میں اوسط عمر 66 سال ہے، جبکہ سری لنکا میں یہ 75.73 اور ملائیشیا میں 73.79 سال ہے۔ نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات پاکستان میں 63.26 فی ہزار ہے، جو بھارت (47.6)، سری لنکا (9.7) اور تھائی لینڈ (16.4) سے کہیں زیادہ ہے۔



پاکستان میں سرکاری شعبے میں 1,142 ہسپتال، 669 دیہی مراکزِ صحت اور 5,438 بنیادی مراکزِ صحت ہیں۔ اوسطاً 1,073 افراد کے لیے صرف ایک ڈاکٹر اور 2,123 افراد کے لیے صرف ایک نرس دستیاب ہے۔ صحت کے شعبے پر حکومتی اخراجات GDP کا صرف 0.6 فیصد ہیں، جبکہ عالمی ادارہ صحت کی سفارش کے مطابق کم از کم 34 ڈالر فی کس اخراجات درکار ہیں۔ اس شعبے کی اہم خامیاں دیہی و شہری فرق، ناکافی سہولتیں اور سہولتوں کا فقدان ہیں۔

اہم تعریفات

اصطلاح	تعریف
زرعی شعبہ (Agriculture Sector)	پاکستانی معیشت کا وہ شعبہ جو GDP کا 20.9 فیصد فراہم کرتا ہے اور 43.5 فیصد آبادی کا روزگار اس سے وابستہ ہے۔
صنعتی شعبہ (Industrial Sector)	پاکستانی معیشت کا وہ شعبہ جس میں مینوفیکچرنگ، تعمیرات اور بجلی و گیس شامل ہیں اور جو GDP کا 20.30 فیصد فراہم کرتا ہے۔
تجارتی خسارہ (Trade Deficit)	وہ صورتحال جب کسی ملک کی درآمدات اس کی برآمدات سے زیادہ ہوں۔
سٹاک ایکسچینج (Stock Exchange)	وہ منظم منڈی جہاں کمپنیوں کے حصص خرید و فروخت کیے جاتے ہیں اور سرمائے کی فراہمی ممکن ہوتی ہے۔
SMEDA	Small and Medium Enterprises Development Authority — چھوٹی اور درمیانے درجے کی صنعتوں کے فروغ کے لیے قائم کردہ ادارہ۔
شرح خواندگی (Literacy Rate)	کسی ملک کی کل آبادی میں پڑھے لکھے افراد کا تناسب۔ پاکستان میں یہ شرح تقریباً 58 فیصد ہے۔
خریف کی فصلیں (Kharif Crops)	وہ فصلیں جو اپریل تا جون بوئی جاتی ہیں اور اکتوبر تا دسمبر کاٹی جاتی ہیں، مثلاً چاول، گنا اور کپاس۔
ربیع کی فصلیں (Rabi Crops)	وہ فصلیں جو اکتوبر تا دسمبر بوئی جاتی ہیں اور اپریل مئی میں کاٹی جاتی ہیں، مثلاً گندم اور جو۔



اہم حقائق و فارمولے

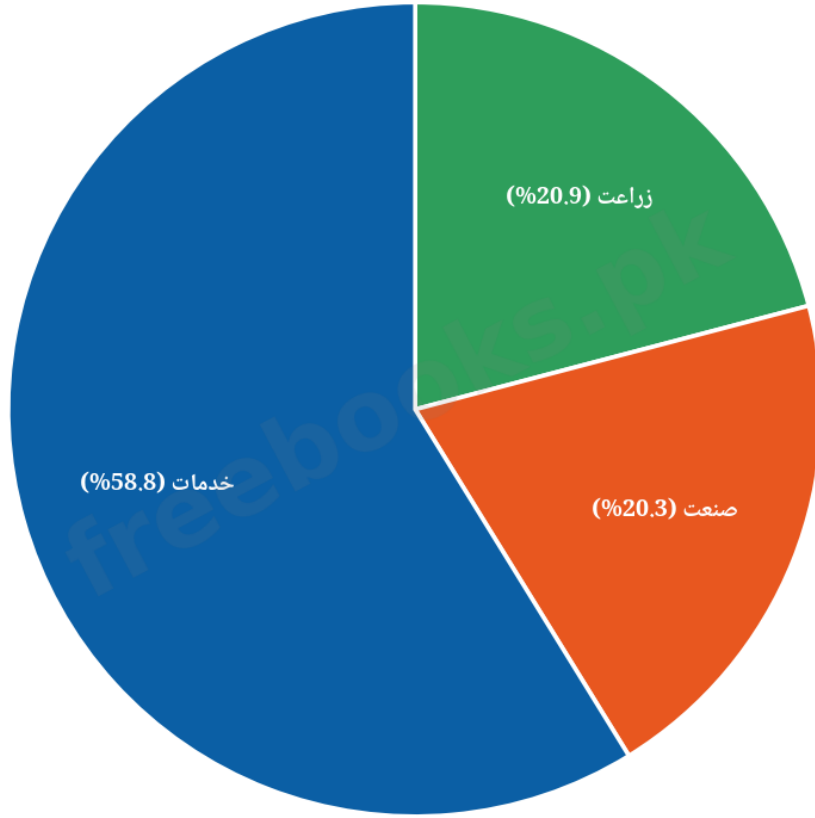
عنوان	فارمولا / حقیقت
زراعت کا GDP میں حصہ	20.9 فیصد؛ زرمبادلہ میں حصہ $\approx$ 65 فیصد
صنعتی شعبے کا GDP میں حصہ	20.30 فیصد (مینوفیکچرنگ 13.3 فیصد، بڑی صنعتیں 10.6 فیصد، چھوٹی صنعتیں 1.73 فیصد)
ٹیکسٹائل کی برآمدات میں حصہ	54 فیصد؛ مزدور طبقے سے وابستگی 38 فیصد
تجارتی خسارہ 2014-15	13,910 ملین ڈالر؛ درآمدات میں اضافہ 1.8%، برآمدات میں کمی
پاکستان کی سٹاک ایکسچینجز کا کل سرمایہ	KSE: 1177.77 بلین روپے؛ LSE: 1096.1 بلین روپے؛ ISE: 894.4 بلین روپے
شرح خواندگی	مجموعی 58%؛ شہری 73.2%؛ دیہی 49.2%؛ مرد 69%؛ خواتین 46%
صحت کے شعبے پر اخراجات	GDP کا صرف 0.6%؛ WHO کی سفارش کم از کم 34 ڈالر فی کس

خاکہ جات و تصاویر

پاکستان کی GDP میں شعبہ جاتی حصہ داری: ایک پائی چارٹ جو پاکستان کی خام قومی پیداوار میں زراعت، صنعت اور خدمات کے شعبوں کے حصے کو ظاہر کرتا ہے۔



پاکستان کی GDP میں شعبہ جاتی حصہ داری



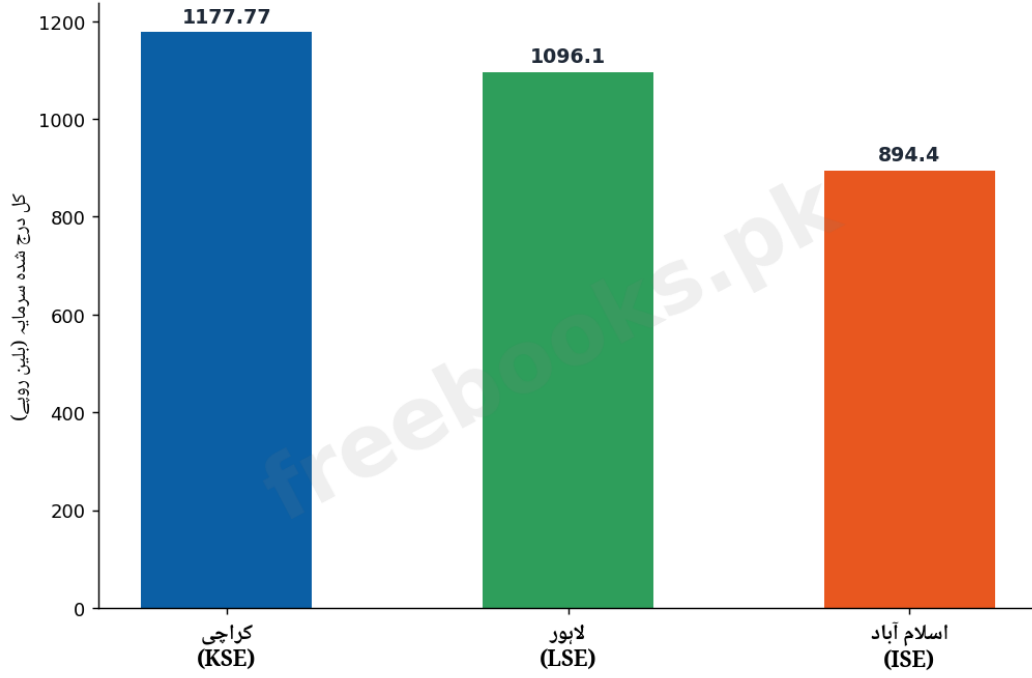
زراعت اور صنعت کے حصے کے بعد باقی حصہ خدمات کے شعبے سے حاصل ہوتا ہے۔

پاکستان کی GDP میں شعبہ جاتی حصہ داری

پاکستان کی سٹاک ایکسچینج کا موازنہ: ایک بار چارٹ جو کراچی، لاہور اور اسلام آباد سٹاک ایکسچینج کے کل درج شدہ سرمائے کا موازنہ ظاہر کرتا ہے۔



پاکستان کی سٹاک ایکسچینجز کا موازنہ

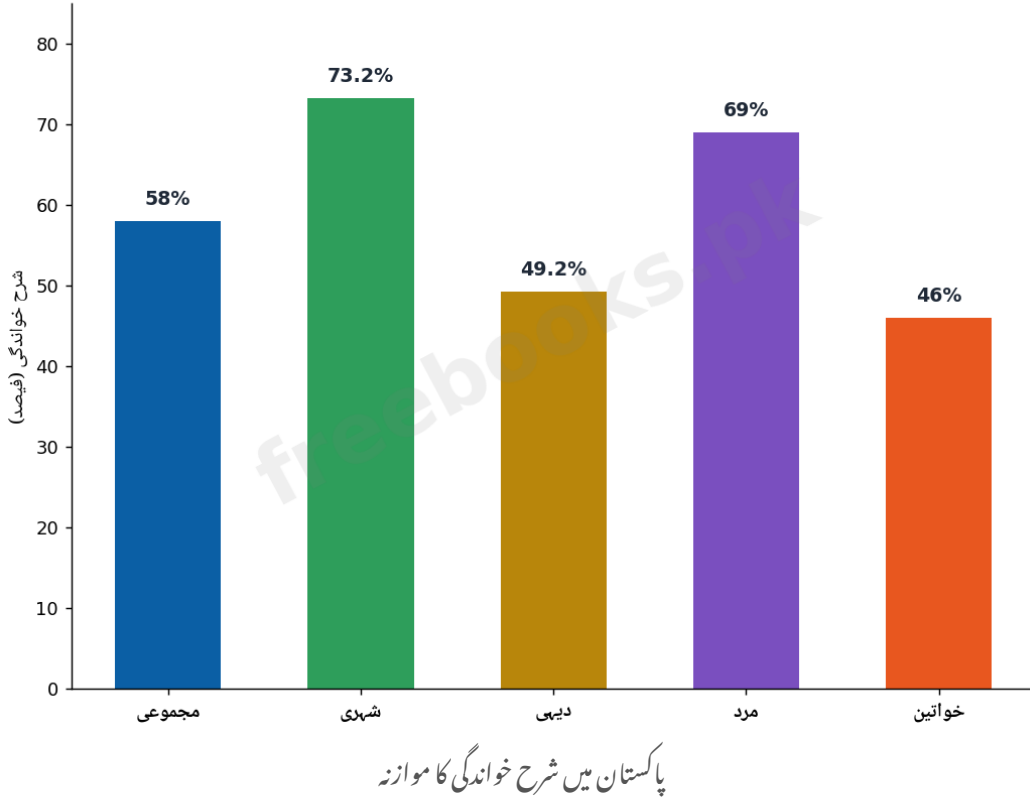


تینوں سٹاک ایکسچینجز نے 2014-15 میں مجموعی طور پر 40.3 بلین روپے فنڈ گردش میں لائے۔

پاکستان کی سٹاک ایکسچینجز کا موازنہ

پاکستان میں شرح خواندگی کا موازنہ: ایک بار چارٹ جو پاکستان میں مجموعی، شہری، دیہی، مردانہ اور زنانہ شرح خواندگی کا موازنہ ظاہر کرتا ہے۔





مختصر سوالات و جوابات

سوال 1: پاکستان کی GDP میں زراعت کا حصہ کتنا ہے؟

جواب: پاکستان کی خام قومی پیداوار (GDP) کا 20.9 فیصد زراعت کے شعبے سے حاصل ہوتا ہے۔

سوال 2: پاکستان کی سب سے اہم صنعت کون سی ہے؟

جواب: ٹیکسٹائل پاکستان کی سب سے اہم صنعت ہے، جس کا ملکی برآمدات میں حصہ 54 فیصد ہے۔

سوال 3: SMEDA سے کیا مراد ہے؟

جواب: SMEDA سے مراد Small and Medium Enterprises Development Authority ہے،

جو چھوٹی اور درمیانے درجے کی صنعتوں کے فروغ کے لیے قائم کی گئی۔

سوال 4: پاکستان میں کتنی سٹاک ایکسچینج کام کر رہی ہیں؟

جواب: پاکستان میں تین سٹاک ایکسچینج کام کر رہی ہیں: کراچی، لاہور اور اسلام آباد سٹاک ایکسچینج۔

سوال 5: پاکستان میں شرح خواندگی کتنی ہے؟



جواب: پاکستان میں مجموعی شرح خواندگی تقریباً 58 فیصد ہے، جس میں شہری علاقوں میں 73.2 فیصد اور دیہی علاقوں میں 49.2 فیصد ہے۔

سوال 6: خریف اور ربیع کی فصلوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: خریف کی فصلیں اپریل تا جون ہوئی اور اکتوبر تا دسمبر کاٹی جاتی ہیں (چاول، گنا، کپاس)، جبکہ ربیع کی فصلیں اکتوبر تا دسمبر ہوئی اور اپریل مئی میں کاٹی جاتی ہیں (گندم، جو)۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سوال 1: پاکستان کی معیشت کے مختلف شعبوں (زراعت، صنعت اور تجارت) کا تفصیلی جائزہ لیں۔

پاکستان کی معیشت بنیادی طور پر تین بڑے شعبوں پر مشتمل ہے: زراعت، صنعت اور تجارت۔ زراعت کا شعبہ پاکستانی معیشت کی بنیاد ہے، کیونکہ تقریباً 61 فیصد آبادی دیہات میں آباد ہے جس میں سے 43.5 فیصد کا روزگار براہ راست زراعت سے وابستہ ہے۔ پاکستان کا کل رقبہ 79.6 ملین ہیکٹر ہے جس میں سے صرف 25.2 فیصد قابل کاشت ہے۔ زراعت GDP کا 20.9 فیصد اور زر مبادلہ کا تقریباً 65 فیصد فراہم کرتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ٹیکسٹائل جیسی بڑی صنعتیں بھی زراعت پر انحصار کرتی ہیں۔ فصلیں دو موسموں، خریف اور ربیع، میں کاشت ہوتی ہیں، جن میں بالترتیب چاول، گنا، کپاس اور گندم، جو شامل ہیں۔ صنعتی شعبہ GDP کا 20.30 فیصد فراہم کرتا ہے، جس میں مینوفیکچرنگ کا حصہ 13.3 فیصد ہے۔ اس شعبے کی سب سے اہم صنعت ٹیکسٹائل ہے، جو ملکی برآمدات کا 54 فیصد اور مزدور طبقے کے 38 فیصد روزگار کا ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ آٹو موبائل، کھاد، رنگ و روغن اور سیمنٹ کی صنعتیں بھی تیزی سے ترقی کر رہی ہیں، جبکہ سرکاری شعبے کے ادارے جیسے NFC، PACO اور پاکستان سٹیل صنعتی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ چھوٹی اور درمیانے درجے کی صنعتوں کے فروغ کے لیے SME اور SMEA بینک قائم کیے گئے ہیں۔ تجارتی شعبے میں پاکستان کو 2014-15 میں 13,910 ملین ڈالر کا تجارتی خسارہ رہا، کیونکہ درآمدات میں اضافہ برآمدات کی نسبت زیادہ تھا۔ پاکستان کی 36.3 فیصد برآمدات صرف پانچ ممالک — امریکہ، جرمنی، برطانیہ، ہانگ کانگ اور متحدہ عرب امارات — کو جاتی ہیں۔ اہم برآمدات میں سوئی کپڑا، چاول اور کھیلوں کا سامان جبکہ اہم درآمدات میں تیل، ادویات اور مشینری شامل ہیں۔ یوں زراعت،



صنعت اور تجارت تینوں شعبے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور پاکستان کی معاشی ترقی میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

سوال 2: پاکستان میں تعلیم اور صحت کے شعبوں کی موجودہ صورتحال تفصیل سے بیان کریں۔

تعلیم اور صحت کسی بھی ملک کی سماجی و معاشی ترقی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ پاکستان میں تعلیم کے شعبے کی صورتحال حوصلہ افزا نہیں، کیونکہ ملک میں مجموعی شرح خواندگی تقریباً 58 فیصد ہے، جو خطے کے دیگر ممالک کے مقابلے میں کم ہے۔ شہری علاقوں میں شرح خواندگی 73.2 فیصد ہے جبکہ دیہی علاقوں میں یہ صرف 49.2 فیصد ہے، جو شہری اور دیہی علاقوں کے درمیان تعلیمی مواقع کے فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح صنفی فرق بھی نمایاں ہے: مردوں میں شرح خواندگی 69 فیصد ہے جبکہ خواتین میں یہ صرف 46 فیصد ہے۔ صوبائی سطح پر سندھ اور پنجاب میں شرح خواندگی نسبتاً بہتر ہے جبکہ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں کم ہے۔ پڑھے لکھے افراد میں سے 37.5 فیصد میٹرک سے کم تعلیم یافتہ ہیں، جو ظاہر کرتا ہے کہ اعلیٰ تعلیم تک رسائی محدود ہے۔ صحت کے شعبے کی صورتحال بھی اسی طرح تشویشناک ہے۔ پاکستان میں اوسط متوقع عمر 66 سال ہے، جو سری لنکا (75.73 سال) اور ملائیشیا (73.79 سال) سے کم ہے۔ نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات پاکستان میں 63.26 فی ہزار ہے، جو بھارت (47.6)، سری لنکا (9.7) اور تھائی لینڈ (16.4) کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ پورے ملک میں سرکاری شعبے میں 1,142 ہسپتال اور 5,438 بنیادی مراکز صحت موجود ہیں، مگر ڈاکٹروں اور نرسوں کی تعداد ناکافی ہے۔ اوسطاً 1,073 افراد کے لیے صرف ایک ڈاکٹر اور 2,123 افراد کے لیے صرف ایک نرس دستیاب ہے۔ زیادہ تر طبی سہولتیں شہری علاقوں تک محدود ہیں جبکہ دیہی علاقوں میں یہ سہولتیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ صحت کے شعبے پر حکومتی اخراجات GDP کا صرف 0.6 فیصد ہیں، جبکہ عالمی ادارہ صحت کی سفارش کے مطابق کم از کم 34 ڈالر فی کس اخراجات درکار ہیں۔ اس شعبے کی بنیادی خامیاں دیہی و شہری علاقوں میں سہولتوں کا فرق، صحت کی سہولتوں کا ناکافی ہونا اور مجموعی طور پر سہولتوں کا فقدان ہیں، جن کے باعث مختلف بیماریوں سے ہونے والی اموات کی شرح بہت زیادہ ہے۔ ان حقائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کو تعلیم اور صحت کے شعبوں میں زیادہ سرمایہ کاری اور توجہ کی ضرورت ہے۔

معروضی سوالات (MCQs)

1. پاکستان کی دیہات میں رہنے والی آبادی کی شرح کتنی ہے؟



(الف) 61% (ب) 72.5% (ج) 63.5% (د) 80.5%

درست جواب: (الف) 61%۔ پاکستان کی تقریباً 61 فیصد آبادی دیہات میں آباد ہے۔

2. پاکستان کی قومی پیداوار میں زراعت کا حصہ کتنا ہے؟

(الف) 25.2% (ب) 20.9% (ج) 18.2% (د) 28.4%

درست جواب: (ب) 20.9%۔ پاکستان کی خام قومی پیداوار (GDP) کا 20.9 فیصد زراعت سے حاصل ہوتا ہے۔

3. پاکستان کی خام قومی پیداوار میں صنعتی شعبے کا حصہ کتنا ہے؟

(الف) 22.2% (ب) 20.30% (ج) 14.3% (د) 24.3%

درست جواب: (ب) 20.30%۔ پاکستان کی GDP میں صنعتی شعبے کا حصہ 20.30 فیصد ہے۔

4. ٹیکسٹائل کی صنعت کا ملکی برآمدات میں حصہ کتنا ہے؟

(الف) 77% (ب) 54% (ج) 57% (د) 53%

درست جواب: (ب) 54%۔ ٹیکسٹائل کی صنعت کا ملکی برآمدات میں حصہ 54 فیصد ہے۔

5. چھوٹی اور درمیانے درجے کی صنعتوں کے فروغ کے لیے کون سا ادارہ قائم کیا گیا؟

(الف) SMEDA (ب) HBL (ج) MCB (د) SBP

درست جواب: (الف) SMEDA۔ چھوٹی اور درمیانے درجے کی صنعتوں کے فروغ کے لیے SMEDA قائم کی گئی۔

6. کوریائی جنگ کی وجہ سے پاکستانی برآمدات میں کب اضافہ ہوا؟

(الف) 1955 (ب) 1951 (ج) 1949 (د) 1960

درست جواب: (ب) 1951۔ 1950 میں شروع ہونے والی کوریائی جنگ کی وجہ سے پاکستان کی برآمدات میں

1951 میں اچانک اضافہ ہوا۔

7. پاکستان میں کتنی سٹاک ایکسچینج کام کر رہی ہیں؟

(الف) ایک (ب) دو (ج) تین (د) چار

درست جواب: (ج) تین۔ پاکستان میں تین سٹاک ایکسچینج کام کر رہی ہیں: کراچی، لاہور اور اسلام آباد۔

8. لاہور سٹاک ایکسچینج کا قیام کب ہوا؟



(الف) 1965 (ب) 1971 (ج) 1980 (د) 1992

درست جواب: (ب) 1971۔ لاہور سٹاک ایکسچینج (LSE) کا قیام 1971 میں عمل میں لایا گیا۔

9. پاکستان میں شرح خواندگی تقریباً کتنی ہے؟

(الف) 48% (ب) 58% (ج) 68% (د) 78%

درست جواب: (ب) 58%۔ پاکستان میں مجموعی شرح خواندگی تقریباً 58 فیصد ہے۔

10. پاکستان میں صحت کے شعبے پر حکومتی اخراجات GDP کا کتنا حصہ ہیں؟

(الف) 0.6% (ب) 2.5% (ج) 5% (د) 10%

درست جواب: (الف) 0.6%۔ پاکستان میں صحت کے شعبے پر حکومتی اخراجات GDP کا صرف 0.6 فیصد

ہیں۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

• پاکستان کی معیشت کے شعبے: زراعت (GDP کا 20.9%)، صنعت (GDP کا 20.30%)، اور

تجارت۔ فصلیں: خریف (چاول، گنا، کپاس) اور ربیع (گندم، جو)۔

• اہم صنعتیں: ٹیکسٹائل (برآمدات میں 54% حصہ)، آٹو موبائل (18 بڑے یونٹ)، کھاد (6.9 ملین ٹن

پیداوار)، سیمنٹ (29 ملین ٹن)۔ SMEs کے لیے SMEDA اور SME بینک قائم۔

• تجارتی خسارہ 2014-15 میں 13,910 ملین ڈالر۔ اہم برآمدات: سوتی کپڑا، چاول۔ اہم درآمدات:

تیل، ادویات، مشینری۔ 36.3% برآمدات صرف 5 ممالک کو۔

• پاکستان کی 3 سٹاک ایکسچینج: KSE (1177.77 بلین روپے)، LSE (1096.1 بلین روپے)، قائم

(1971)، ISE (894.4 بلین روپے، قائم 1992)۔

• شرح خواندگی: مجموعی 58%، شہری 73.2%، دیہی 49.2%، مرد 69%، خواتین 46%۔ صحت: اوسط

عمر 66 سال، صحت پر اخراجات GDP کا صرف 0.6%۔

• پاکستان: 1073 افراد کے لیے 1 ڈاکٹر، 2123 افراد کے لیے 1 نرس۔ نوزائیدہ اموات کی شرح 63.26

فی ہزار۔ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے۔



- زراعت اور صنعت کے GDP میں حصے (بالترتیب 20.9% اور 20.30%) کو الگ الگ یاد رکھیں۔ یہ اکثر معروضی سوالات میں الجھا دیے جاتے ہیں۔
- تینوں سٹاک ایکسچینجز کے قیام کے سال اور کل سرمائے کو ترتیب سے یاد رکھیں: KSE (قدیم ترین)، ISE (1992)، LSE (1971)۔
- شرح خواندگی کے اعداد و شمار (58% مجموعی، 73.2% شہری، 49.2% دیہی) کو یاد رکھیں۔ یہ تفصیلی سوال میں اکثر پوچھے جاتے ہیں۔
- خریف اور ربیع کی فصلوں کی مثالیں الگ الگ یاد رکھیں تاکہ معروضی سوالات میں غلطی سے بچا جا سکے۔
- صحت کے شعبے کے اعداد و شمار (0.6% GDP، ڈالر فی کس WHO سفارش) کا موازنہ یاد رکھیں۔ یہ تفصیلی جواب میں مضبوط دلیل فراہم کرتا ہے۔



Freebooks.pk

مفت نوٹس • پرانے پرچہ جات • رہنما کتب

ICOM دوم سال معاشیات — پنجاب بورڈ (اردو میڈیم)

باب 7

پاکستان کی قومی آمدنی

(National Income of Pakistan)

کلیدی تصورات • تعریفات • مختصر و تفصیلی سوالات • معروضی سوالات • خاکہ جات • امتحانی نکات

© freebooks.pk — اصل تعلیمی مواد



یہ نوٹس پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ (PCTB) کے تحت انٹر میڈیٹ (ICOM، جماعت 12) معاشیات کے نصاب کے باب ہفتم، پاکستان کی قومی آمدنی پر مبنی ہیں۔ قیام پاکستان کے وقت ملک کی صنعتی و زرعی بنیاد کمزور تھی، مگر گزشتہ چند دہائیوں میں پاکستان کی خام قومی پیداوار اور فی کس آمدنی میں بتدریج اضافہ ہوا ہے، اگرچہ سیاسی عدم استحکام اور دیگر عوامل کے باعث یہ ترقی خطے کے دیگر ممالک کے مقابلے میں سست رہی۔

اس باب میں پاکستان کی خام قومی پیداوار (GNP)، قومی آمدنی کی پیمائش میں درپیش مشکلات، فی کس آمدنی کا تصور اور اس کی کمی کی وجوہات، فی کس آمدنی بڑھانے کی تجاویز، اور ٹیکس کلچر کی اہمیت و پاکستان میں اس کی موجودہ صورتحال تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ یہ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے ہیں۔

تعلیمی مقاصد

- پاکستان کی خام قومی پیداوار (GNP) کی نمو کی تاریخ بیان کریں۔
- قومی آمدنی میں مختلف شعبوں کے حصے کی وضاحت کریں۔
- پاکستان میں قومی آمدنی کی پیمائش میں درپیش مشکلات بیان کریں۔
- فی کس آمدنی کے تصور اور اس کی اہمیت کی وضاحت کریں۔
- پاکستان میں کم فی کس آمدنی کی وجوہات کا تجزیہ کریں۔
- فی کس آمدنی بڑھانے کی تجاویز اور ٹیکس کلچر کی اہمیت بیان کریں۔

کلیدی تصورات

پاکستان کی خام قومی پیداوار (GNP)

قیام پاکستان کے بعد سے قومی آمدنی میں اضافے کی شرح مختلف عشروں میں مختلف رہی: پچاس کے عشرے (1950-60) میں 3.5 فیصد، ساٹھ کے عشرے (1960-70) میں 7 فیصد (سب سے زیادہ)، ستر کے عشرے میں 5 فیصد، نوے کے عشرے میں 4 فیصد (سب سے کم)، اور 2000-06 کے دوران اوسطاً 5 فیصد سالانہ۔



پاکستان کی خام قومی پیداوار 05-2004 میں 4681.99 بلین روپے سے بڑھ کر 15-2014 میں 11195.70 بلین روپے تک پہنچ گئی۔ زراعت کا حصہ جو 1969-70 میں GNP کا 40 فیصد تھا، اب کم ہو کر صرف 20.9 فیصد رہ گیا ہے، جبکہ صنعت کا حصہ ایوب خان کے دور کے 16 فیصد سے بڑھ کر 15-2014 میں 20.30 فیصد ہو گیا ہے۔

قومی آمدنی کی پیمائش کے طریقے

پاکستان میں قومی آمدنی کی بنیادی معلومات وفاقی ادارہ شماریات اکٹھا کرتا ہے، اور یہ اعداد و شمار ہر سال قومی بجٹ کے اعلان سے ایک روز پہلے معاشی جائزہ (Economic Survey) کی صورت میں شائع کیے جاتے ہیں۔ زراعت، صنعت اور کان کنی میں پیداوار کے طریقے (Product Method)، نقل و حمل، بیمہ کاری اور خدمات میں آمدنی کے طریقے (Income Method)، جبکہ تعمیرات میں خرچ کے طریقے (Expenditure Method) سے قومی آمدنی معلوم کی جاتی ہے۔

قومی آمدنی کے اعداد و شمار دو طرح سے پیش کیے جاتے ہیں: رواں قیمتوں کے لحاظ سے (Current Prices) اور ساکن قیمتوں کے لحاظ سے (Constant Prices)، جس میں کسی ایک سال کو بنیادی سال مان کر پیمائش کی جاتی ہے۔ پاکستان میں حالیہ برسوں میں 1999-2000 کی قیمتوں کو بنیادی سال کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔

قومی آمدنی کی پیمائش میں درپیش مشکلات

پاکستان میں قومی آمدنی کی پیمائش میں کئی مشکلات درپیش ہیں: تربیت یافتہ عملے کی کمی، غیر ذمہ دار عملہ، عوام کا عدم تعاون (کئی افراد اصل معلومات چھپانے کے لیے رشوت بھی دیتے ہیں)، بلا معاوضہ خدمات (جیسے گھریلو خواتین کا کام) جو شمار نہیں ہوتیں، اور گھریلو صنعتوں کے اعداد و شمار کا نہ ہونا۔

اس کے علاوہ ناخواندگی، سمگلنگ (جس سے تقریباً 20 فیصد کاروبار شمار میں نہیں آتا)، حساب کتاب نہ رکھنا، فرسودگی کے اخراجات کا صحیح تعین نہ ہونا، اور غیر زری پیداوار (جیسے کاشتکاروں کا اپنی ضرورت کا اناج ذخیرہ کرنا) بھی قومی آمدنی کی درست پیمائش میں رکاوٹ ہیں۔



فی کس آمدنی کا تصور اور عالمی موازنہ

کسی ملک کی کل قومی آمدنی کو کل آبادی سے تقسیم کرنے سے فی کس آمدنی (Per Capita Income) حاصل ہوتی ہے: فی کس قومی آمدنی = کل قومی آمدنی ÷ کل آبادی۔ فی کس آمدنی سے کسی ملک کے عوام کے معیار زندگی اور معاشی ترقی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، تاہم یہ دولت کی تقسیم کی صحیح عکاسی نہیں کرتی۔

IMF کے معیار کے مطابق ممالک کو زیادہ، درمیانی اور کم فی کس آمدنی والے تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ سوئٹزرلینڈ (83,073 ڈالر) اور سنگاپور (49,271 ڈالر) زیادہ آمدنی والے ممالک میں شامل ہیں، جبکہ پاکستان (1,512 ڈالر) کم فی کس آمدنی والے ممالک میں شمار ہوتا ہے، جو بھارت (1,514 ڈالر) کے قریب مگر بنگلہ دیش (767 ڈالر) اور بھوٹان (365 ڈالر) سے بہتر ہے۔

پاکستان میں کم فی کس آمدنی کی معاشی وجوہات

پاکستان میں کم فی کس آمدنی کی کئی معاشی وجوہات ہیں: قدرتی وسائل کی قلت (تیل اور معیاری لوہے کی کمی)، زراعت پر حد سے زیادہ انحصار (باوجود اس کے غذائی خود کفالت حاصل نہ ہونا)، سرمائے کی کمی (کم بچت کی شرح)، صنعتی پسماندگی (جدید ٹیکنالوجی کا فقدان)، اور افراطِ آبادی (1.92 فیصد سالانہ شرح نمو)۔

اس کے علاوہ غیر ملکی قرضوں کا بوجھ (جو بجٹ کا بڑا حصہ مصارفِ قرضہ میں لے جاتا ہے)، تجارتِ خارجہ میں مسلسل خسارہ، ناقص معاشی منصوبہ بندی، اور محنت کی پست استعداد کار بھی فی کس آمدنی میں اضافے کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

پاکستان میں کم فی کس آمدنی کی سیاسی و معاشرتی وجوہات

معاشی وجوہات کے علاوہ کئی سیاسی و معاشرتی عوامل بھی فی کس آمدنی کو متاثر کرتے ہیں: معاشی و معاشرتی برائیاں (ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ، رشوت خوری)، سیاسی ابتری (بار بار بدلتی حکومتی پالیسیاں)، جغرافیائی سیاسی حالات (پاکستان کا خطے میں حساس محل وقوع اور جنگی صورتحال)، اور بدعنوانی۔

سرمائے کی بیرون ملک منتقلی (Capital Flight) — جس میں سرمایہ دار طبقہ اپنا سرمایہ متحدہ عرب امارات، سوئٹزرلینڈ اور مغربی ممالک میں محفوظ رکھنا پسند کرتا ہے — اور اعلیٰ دماغ افراد کی بیرون ملک منتقلی (Brain Drain) بھی پاکستان کی قومی و فی کس آمدنی پر منفی اثر ڈالتے ہیں۔



فی کس آمدنی میں اضافے کے لیے تجاویز

فی کس آمدنی بڑھانے کے لیے کئی اقدامات تجویز کیے جاتے ہیں: زرعی ترقی (جدید کاشتکاری، آسان قرضے، ریسرچ سینٹرز)، صنعتی ترقی (جدید ٹیکنالوجی، برآمدی مصنوعات کا فروغ)، ذرائع توانائی کی ترقی، اور عوام میں ترقی کا جذبہ پیدا کرنا۔

اس کے علاوہ موافق توازن تجارت (خام مال کی بجائے مصنوعات کی برآمد)، سیاسی استحکام، تشکیل سرمایہ میں اضافہ، مؤثر معاشی منصوبہ بندی، دولت کی مساویانہ تقسیم، شرح خواندگی میں اضافہ، آبادی کی منصوبہ بندی، قرضوں سے نجات، اور ہنرمند افراد کی حوصلہ افزائی بھی اہم تجاویز ہیں۔

ٹیکس کلچر کا تصور اور اہمیت

کسی بھی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ سرحدوں کی حفاظت، امن و امان، عدلیہ و انتظامیہ کا قیام اور عوامی فلاح کے لیے اقدامات کرے، اور اس کے لیے ٹیکسوں کی وصولی ناگزیر ہے۔ پروفیسر ڈی وی ٹی کے مطابق ٹیکس حکومت کی ان خدمات کا معاوضہ ہے جو وہ عوام کی فلاح کے لیے سرانجام دیتی ہے۔

ٹیکسوں کی دو بڑی اقسام ہیں: براہ راست محصول (انکم ٹیکس، دولت ٹیکس، جائیداد ٹیکس) اور بالواسطہ محصول (سیلز ٹیکس، ایکسائز ڈیوٹی)۔ ایک اچھا ٹیکس کلچر اسی وقت پروان چڑھتا ہے جب نظام سادہ، منصفانہ اور عوام دوست ہو، اور ٹیکس دہندگان کی ادائیگی کی صلاحیت کے مطابق ٹیکس عائد کیا جائے۔

پاکستان میں ٹیکس کلچر کی صورتحال

پاکستان کی آبادی 191.71 ملین ہے، مگر ٹیکس گزاروں کی تعداد نہایت کم ہے اور ان میں بھی اکثریت تنخواہ دار طبقے کی ہے۔ پاکستان میں ٹیکس کی شرح خام ملکی پیداوار (Tax to GDP Ratio) کے تناسب سے صرف 9.2 فیصد ہے، جو دیگر ممالک کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ 2011-12 میں مزید 23 لاکھ افراد کی نشاندہی ہوئی جو ٹیکس ادا کرنے کے قابل تھے، مگر صرف 7 لاکھ کو ٹیکس نیٹ میں لایا گیا۔

ٹیکس وصولی کی کم شرح کی وجوہات میں پیچیدہ نظام ٹیکس، عدم لچک (Inelastic)، غیر مؤثر اور غیر منصفانہ نظام شامل ہیں۔ ٹیکس کلچر کو فروغ دینے کے لیے حکومت پاکستان نے 2002 میں کئی اقدامات کیے، جن میں دولت



ٹیکس کا خاتمہ، جنرل سیلز ٹیکس کے دائرہ کار میں توسیع، خود کار نظام ٹیکس (Self Assessment Scheme) کا آغاز، اور کراچی، لاہور و پشاور میں بڑے و درمیانے درجے کے ٹیکس ادائیگی یونٹس کا قیام شامل ہیں۔

اہم تعریفات

اصطلاح	تعریف
خام قومی پیداوار (GNP)	کسی ملک کے شہریوں کی جانب سے ایک سال کے دوران ملک کے اندر اور باہر پیدا کی جانے والی تمام حتمی اشیاء و خدمات کی مجموعی مالیت۔
فی کس آمدنی (Per Capita Income)	کسی ملک کی کل قومی آمدنی کو کل آبادی پر تقسیم کرنے سے حاصل ہونے والی اوسط آمدنی۔
معاشی جائزہ (Economic Survey)	حکومت پاکستان کی جانب سے ہر سال بجٹ کے اعلان سے ایک روز قبل شائع کی جانے والی دستاویز جس میں معیشت کی مجموعی کارکردگی کے اعداد و شمار شامل ہوتے ہیں۔
سرمائے کا بیرون ملک انخلا (Capital Flight)	سرمایہ داروں کا اپنا سرمایہ ملک سے نکال کر بیرون ملک محفوظ مقامات پر رکھنا۔
ذہین افراد کی نقل مکانی (Brain Drain)	کسی ملک کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ہنرمند افراد کا بہتر مواقع کی تلاش میں بیرون ملک منتقل ہو جانا۔
ٹیکس کلچر (Tax Culture)	معاشرے میں ٹیکس کی ادائیگی کو قومی ذمہ داری سمجھنے اور رضا کارانہ طور پر ادا کرنے کا رجحان۔
براہ راست محصول (Direct Tax)	وہ ٹیکس جس کی ادائیگی کرنے والا شخص خود براہ راست حکومتی خزانے میں رقم جمع کرواتا ہے، جیسے انکم ٹیکس۔
بالواسطہ محصول (Indirect Tax)	وہ ٹیکس جو کسی کاروباری ادارے کے ذریعے وصول کیا جاتا ہے اور پھر حکومتی خزانے میں جمع ہوتا ہے، جیسے سیلز ٹیکس۔

اہم حقائق و فارمولے

عنوان	فارمولا / حقیقت
فی کس آمدنی کا فارمولا	فی کس قومی آمدنی = کل قومی آمدنی ÷ کل آبادی



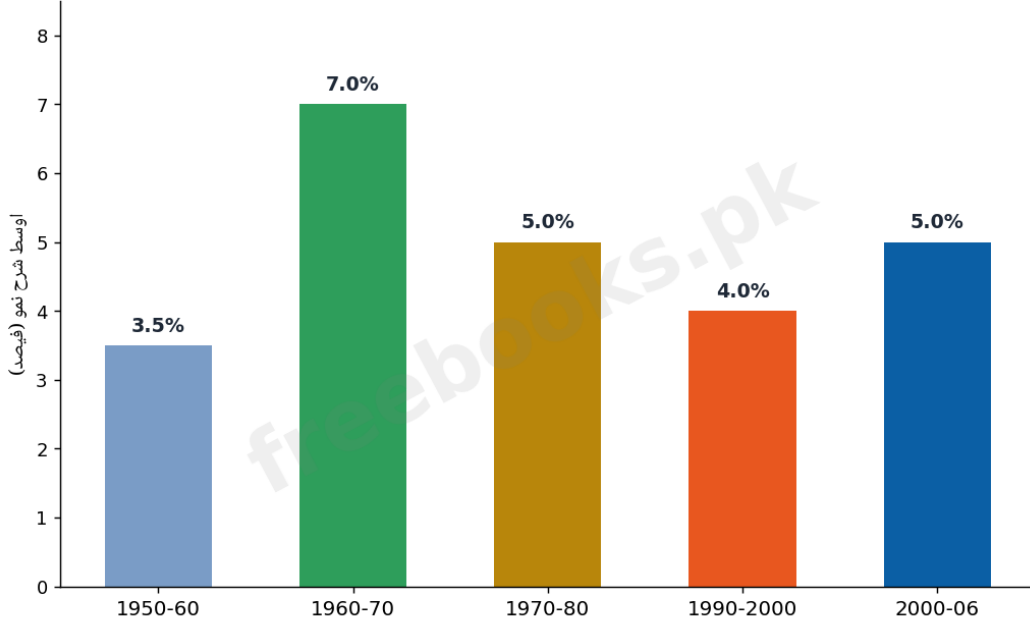
عنوان	فارمولا / حقیقت
GNP کی شرح نمو (بلحاظ عشرہ)	1950-60: 3.5%؛ 1960-70: 7% (زیادہ ترین)؛ 1970-80: 5%؛ 1990-2000: 4% (کم ترین)
پاکستان کی خام قومی پیداوار	2004-05: 4681.99 بلین روپے؛ 2014-15: 11195.70 بلین روپے
زراعت اور صنعت کے GNP میں حصے کا موازنہ	زراعت: 1969-70 میں 40% → 2014-15 میں 20.9%؛ صنعت: ایوب دور میں 16% → 2014-15 میں 20.30%
پاکستان کی فی کس آمدنی (عالمی موازنہ)	پاکستان: 1,512 ڈالر؛ بھارت: 1,514 ڈالر؛ بنگلہ دیش: 767 ڈالر؛ سوئٹزرلینڈ: 83,073 ڈالر
پاکستان میں آبادی میں اضافے کی شرح	1.92% سالانہ؛ کل آبادی تقریباً 191.71 ملین
پاکستان کا Tax to GDP Ratio	صرف 9.2 فیصد — دیگر ممالک کے مقابلے میں نہایت کم

خاکہ جات و تصاویر

پاکستان کی GNP کی شرح نمو (بلحاظ عشرہ): ایک بار چارٹ جو پچاس کے عشرے سے 2000 کی دہائی تک پاکستان کی خام قومی پیداوار کی اوسط شرح نمو کا موازنہ ظاہر کرتا ہے۔



پاکستان کی GNP کی شرح نمو (بلحاظ عشرہ)



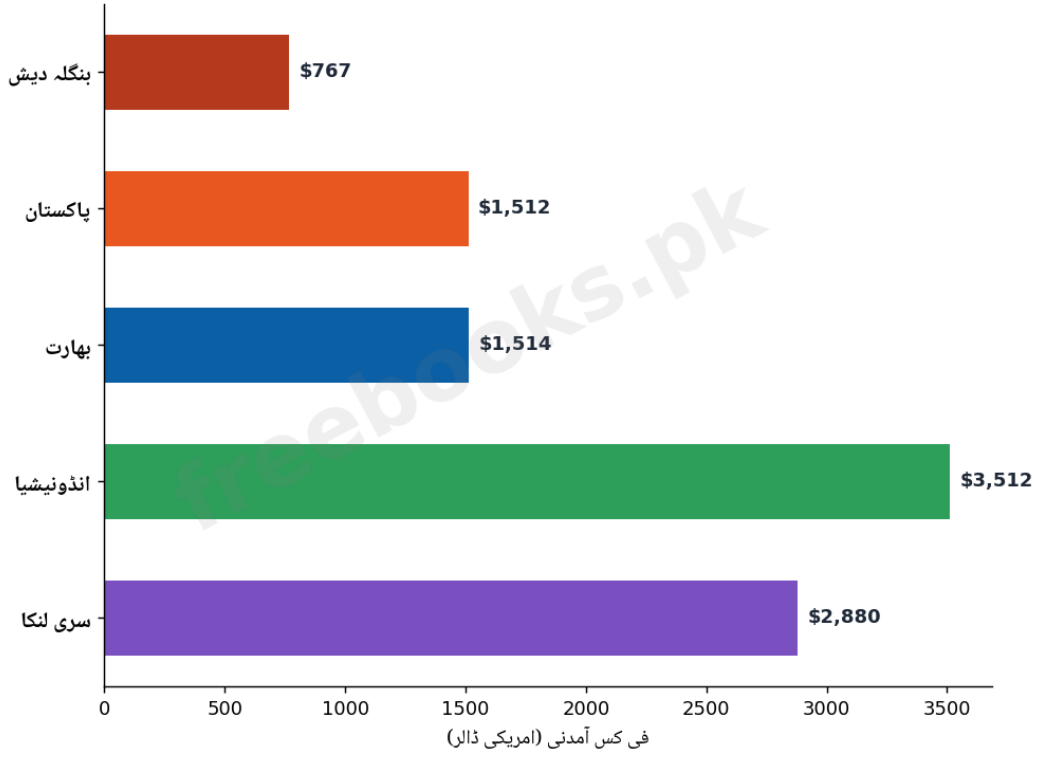
ساٹھ کے عشرے میں سب سے زیادہ (7%) جبکہ نوے کے عشرے میں سب سے کم (4%) شرح نمو رہی۔

پاکستان کی GNP کی شرح نمو (بلحاظ عشرہ)

فی کس آمدنی کا عالمی موازنہ: ایک بار چارٹ جو پاکستان کی فی کس آمدنی کا بھارت، بنگلہ دیش، سری لنکا اور سوئٹزرلینڈ جیسے ممالک سے موازنہ ظاہر کرتا ہے۔



فی کس آمدنی کا عالمی موازنہ (امریکی ڈالر)



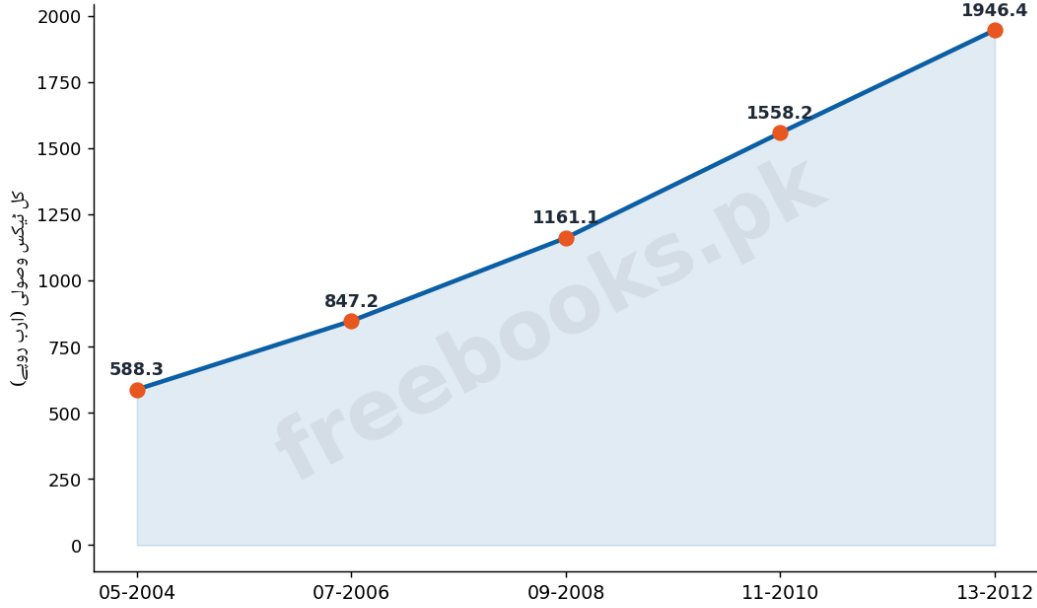
پاکستان کی فی کس آمدنی خطے کے کئی ممالک سے کم ہے، مگر بنگلہ دیش سے زیادہ ہے۔

فی کس آمدنی کا عالمی موازنہ

پاکستان میں ٹیکس وصولی کا رجحان: ایک لائن چارٹ جو 05-2004 سے 13-2012 تک پاکستان کی کل ٹیکس وصولی میں اضافے کے رجحان کو ظاہر کرتا ہے۔



پاکستان میں ٹیکس وصولی کا رجحان (ارب روپے)



2004-05 سے 2012-13 کے درمیان کل ٹیکس وصولی میں تقریباً 3.3 گنا اضافہ ہوا۔

پاکستان میں ٹیکس وصولی کا رجحان

مختصر سوالات و جوابات

سوال 1: فی کس آمدنی سے کیا مراد ہے؟

جواب: کسی ملک کی کل قومی آمدنی کو کل آبادی پر تقسیم کرنے سے حاصل ہونے والی اوسط آمدنی کو فی کس آمدنی کہتے ہیں۔

سوال 2: ٹیکس کلچر سے کیا مراد ہے؟

جواب: معاشرے میں ٹیکس کی ادائیگی کو قومی ذمہ داری سمجھتے ہوئے رضاکارانہ طور پر ادا کرنے کے رجحان کو ٹیکس کلچر کہتے ہیں۔

سوال 3: پاکستان کی فی کس آمدنی کتنی ہے؟

جواب: معاشی جائزہ 2014-15 کے مطابق پاکستان کی فی کس آمدنی تقریباً 1,512 امریکی ڈالر ہے۔

سوال 4: قومی آمدنی کی پیمائش میں بلا معاوضہ خدمات کیوں شامل نہیں ہوتیں؟

جواب: کیونکہ ان خدمات (جیسے گھریلو خواتین کا گھر کا کام) کا کوئی مالی معاوضہ وصول نہیں کیا جاتا، اس لیے یہ پیداواری سرگرمی کے طور پر شمار نہیں کی جاسکتیں۔



سوال 5: پاکستان میں Tax to GDP Ratio کتنا ہے؟
جواب: پاکستان میں خام ملکی پیداوار کے تناسب سے ٹیکس کی شرح صرف 9.2 فیصد ہے۔

سوال 6: براہ راست اور بالواسطہ ٹیکس کی مثالیں دیں۔
جواب: براہ راست ٹیکس: انکم ٹیکس، دولت ٹیکس، جائیداد ٹیکس۔ بالواسطہ ٹیکس: سیلز ٹیکس، ایکسائز ڈیوٹی۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سوال 1: پاکستان میں قومی آمدنی کی پیمائش میں درپیش مشکلات تفصیل سے بیان کریں۔

پاکستان میں قومی آمدنی کی صحیح پیمائش کئی مشکلات کے باعث دشوار ہے۔ سب سے پہلی مشکل تربیت یافتہ عملے کی کمی ہے: پاکستان میں ایسے قابل اعتماد ادارے اور تربیت یافتہ افراد کی کمی ہے جو ملک کے وسیع و عریض علاقوں سے درست اعداد و شمار اکٹھے کر سکیں۔ دوسری مشکل غیر ذمہ دار عملہ ہے: ملازمین اکثر دفتر میں بیٹھ کر کام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں اور فیلڈ میں جا کر معلومات اکٹھی کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ تیسری مشکل عوام کا عدم تعاون ہے: تعلیم کی کمی اور محکموں کے خوف کے باعث لوگ اعداد و شمار اکٹھا کرنے والوں سے تعاون نہیں کرتے، بلکہ بعض اوقات صحیح معلومات چھپانے کے لیے رشوت بھی دیتے ہیں۔ چوتھی مشکل بلا معاوضہ خدمات ہیں: گھریلو خواتین کا کھانا پکانا، کپڑے دھونا یا بچوں کی دیکھ بھال جیسی خدمات چونکہ معاوضے کے بغیر انجام دی جاتی ہیں، اس لیے یہ قومی آمدنی میں شمار نہیں ہو پاتی۔ پانچویں مشکل گھریلو صنعتوں کے اعداد و شمار کا نہ ہونا ہے، کیونکہ گھروں میں قائم چھوٹی صنعتوں کی پیداوار زیادہ تر باہر کی نظروں سے پوشیدہ رہتی ہے۔ چھٹی مشکل ناخواندگی ہے، جس کی وجہ سے اشیاء کی مقدار اور قیمت کا ریکارڈ رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ساتویں مشکل سمگلنگ ہے: پاکستان کی وسیع سرحدوں کے باعث کروڑوں روپے کا سامان بغیر کسی ریکارڈ کے سمگل ہوتا ہے، جس سے تقریباً 20 فیصد کاروبار حساب میں نہیں آتا۔ آٹھویں مشکل حساب کتاب نہ رکھنا ہے: زیادہ آمدنی والے افراد ٹیکس سے بچنے کے لیے اور کم آمدنی والے افراد اہمیت نہ سمجھتے ہوئے حساب کتاب نہیں رکھتے۔ نویں مشکل فرسودگی کے اخراجات کا درست تعین نہ ہونا ہے، جس سے خالص قومی پیداوار (NNP) واضح نہیں ہو پاتی۔ آخری مشکل غیر زری پیداوار ہے: دیہات میں کاشتکار اکثر اپنی پیداوار کا کچھ حصہ ذاتی استعمال کے لیے رکھ لیتے ہیں، جو کبھی بازار میں فروخت نہیں ہوتا اور اس لیے قومی آمدنی میں شمار نہیں ہو پاتا۔ ان تمام مشکلات کے باعث پاکستان میں قومی آمدنی کے حاصل شدہ اعداد و شمار کی درستگی پر اکثر شکوک و شبہات کا اظہار کیا جاتا ہے۔



سوال 2: فی کس آمدنی سے کیا مراد ہے؟ پاکستان میں فی کس آمدنی کم ہونے کی وجوہات اور اسے بڑھانے کی تجاویز تفصیل سے بیان کریں۔

فی کس آمدنی سے مراد کسی ملک کی کل قومی آمدنی کو اس کی کل آبادی پر تقسیم کرنے سے حاصل ہونے والی اوسط آمدنی ہے، یعنی فی کس قومی آمدنی = کل قومی آمدنی ÷ کل آبادی۔ اس سے کسی ملک کے عوام کے معیار زندگی اور معاشی ترقی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ IMF کے معیار کے مطابق پاکستان کی فی کس آمدنی 1,512 ڈالر ہے، جو اسے کم فی کس آمدنی والے ممالک کی صف میں کھڑا کرتی ہے، اگرچہ یہ بھارت (1,514 ڈالر) کے قریب ہے مگر سوئٹزرلینڈ (83,073 ڈالر) جیسے ممالک سے کہیں کم ہے۔ پاکستان میں کم فی کس آمدنی کی کئی وجوہات ہیں۔ سب سے پہلے قدرتی وسائل کی قلت ہے: پاکستان میں معیاری تیل اور لوہے کی کمی ہے، جس کے باعث بھاری زر مبادلہ درآمدات پر خرچ ہوتا ہے۔ دوسری وجہ زراعت پر حد سے زیادہ انحصار ہے، جبکہ اس کے باوجود ملک غذائی خود کفالت حاصل نہیں کر سکا۔ تیسری وجہ سرمائے کی کمی ہے، جس سے سرمایہ کاری اور پیداوار دونوں متاثر ہوتی ہیں۔ چوتھی وجہ صنعتی پسماندگی ہے، جبکہ پانچویں وجہ افراط آبادی ہے، جو 1.92 فیصد سالانہ کی شرح سے بڑھ رہی ہے۔ اس کے علاوہ غیر ملکی قرضوں کا بوجھ، تجارت خارجہ میں مسلسل خسارہ، ناقص معاشی منصوبہ بندی، محنت کی پست استعداد کار، معاشی و معاشرتی برائیاں، سیاسی ابتری، جغرافیائی سیاسی حالات، بدعنوانی، سرمائے کی بیرون ملک منتقلی اور ذہین افراد کی نقل مکانی بھی اہم وجوہات ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لیے کئی تجاویز پیش کی جاتی ہیں: زرعی ترقی کے لیے جدید کاشتکاری، آسان قرضے اور ریسرچ سینٹر کا قیام؛ صنعتی ترقی کے لیے جدید ٹیکنالوجی اور برآمدی مصنوعات کا فروغ؛ ذرائع توانائی کی ترقی؛ عوام میں ترقی کا جذبہ پیدا کرنا؛ موافق توازن تجارت کے لیے خام مال کی بجائے مصنوعات کی برآمد؛ سیاسی استحکام؛ تشکیل سرمایہ میں اضافہ؛ مؤثر معاشی منصوبہ بندی؛ دولت کی مساویانہ تقسیم؛ شرح خواندگی میں اضافہ؛ آبادی کی منصوبہ بندی؛ قرضوں سے نجات؛ اور ہنرمند افراد کی حوصلہ افزائی۔ ان تمام اقدامات پر عمل درآمد سے پاکستان کی فی کس آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ممکن ہے۔

معروضی سوالات (MCQs)

1. پاکستان میں GNP کی شرح نمو کس عشرے میں سب سے زیادہ رہی؟

(الف) 1950-60 (ب) 1960-70 (ج) 1970-80 (د) 1990-2000

درست جواب: (ب) 1960-70۔ پاکستان میں GNP کی شرح نمو ساٹھ کے عشرے (1960-70) میں سب

سے زیادہ یعنی 7 فیصد رہی۔



2. 1969-70 میں پاکستان کی GNP میں زراعت کا حصہ کتنا تھا؟

(الف) 20.9% (ب) 30% (ج) 40% (د) 50%

درست جواب: (ج) 40% - 1969-70 میں زراعت کا حصہ GNP کا 40 فیصد تھا، جو اب کم ہو کر 20.9 فیصد رہ گیا ہے۔

3. قومی آمدنی کی بنیادی معلومات پاکستان میں کون سا ادارہ اکٹھا کرتا ہے؟

(الف) سٹیٹ بینک (ب) وفاقی ادارہ شماریات (ج) وزارت خزانہ (د) SECP

درست جواب: (ب) وفاقی ادارہ شماریات - قومی آمدنی کی بنیادی معلومات وفاقی ادارہ شماریات (Federal Bureau of Statistics) اکٹھا کرتا ہے۔

4. فی کس آمدنی کا فارمولا کیا ہے؟

(الف) کل آمدنی ÷ کل خاندان (ب) کل آمدنی ÷ کل آبادی (ج) کل آمدنی ÷ کل مزدور (د) کل آمدنی ÷ کل صنعتیں
درست جواب: (ب) کل آمدنی ÷ کل آبادی - فی کس آمدنی = کل قومی آمدنی ÷ کل آبادی۔

5. IMF کے معیار کے مطابق پاکستان کس زمرے میں شامل ہے؟

(الف) زیادہ فی کس آمدنی والے ممالک (ب) درمیانی فی کس آمدنی والے ممالک (ج) کم فی کس آمدنی والے ممالک (د) کوئی زمرہ نہیں

درست جواب: (ج) کم فی کس آمدنی والے ممالک - پاکستان کی فی کس آمدنی 1,512 ڈالر ہونے کی وجہ سے یہ کم فی کس آمدنی والے ممالک میں شمار ہوتا ہے۔

6. پاکستان میں سمگلنگ کی وجہ سے تقریباً کتنا کاروبار حساب میں نہیں آتا؟

(الف) 10% (ب) 15% (ج) 20% (د) 30%

درست جواب: (ج) 20% - سمگلنگ کے باعث پاکستان میں تقریباً 20 فیصد کاروبار (انڈر گراؤنڈ اکانومی) حساب میں نہیں آتا۔

7. درج ذیل میں سے کون سا براہ راست ٹیکس ہے؟

(الف) سیلز ٹیکس (ب) ایکسائز ڈیوٹی (ج) انکم ٹیکس (د) کسٹم ڈیوٹی

درست جواب: (ج) انکم ٹیکس - انکم ٹیکس ایک براہ راست ٹیکس ہے، جبکہ سیلز ٹیکس، ایکسائز ڈیوٹی اور کسٹم ڈیوٹی بالواسطہ ٹیکس ہیں۔



8. پاکستان میں Tax to GDP Ratio کتنا ہے؟

(الف) 5% (ب) 9.2% (ج) 15% (د) 20%

درست جواب: (ب) 9.2%۔ پاکستان میں ٹیکس کی شرح خام ملکی پیداوار کے تناسب سے صرف 9.2 فیصد ہے۔

9. ٹیکس کلچر کو فروغ دینے کے لیے حکومت پاکستان نے دولت ٹیکس کب ختم کیا؟

(الف) 1995 (ب) 2000 (ج) 2002 (د) 2010

درست جواب: (ج) 2002۔ حکومت پاکستان نے 2002 میں ٹیکس کلچر کو فروغ دینے کے لیے دولت ٹیکس (Wealth Tax) کو ختم کیا۔

10. پاکستان کی آبادی میں اضافے کی شرح تقریباً کتنی ہے؟

(الف) 0.9% (ب) 1.92% (ج) 2.5% (د) 3.2%

درست جواب: (ب) 1.92%۔ پاکستان میں آبادی میں اضافے کی شرح تقریباً 1.92 فیصد سالانہ ہے۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

• پاکستان کی GNP: 2004-05 میں 4681.99 بلین روپے سے 2014-15 میں 11195.70 بلین روپے۔ زراعت کا حصہ 40% (1969-70) سے کم ہو کر 20.9% رہ گیا؛ صنعت 16% سے بڑھ کر 20.30%۔

• قومی آمدنی کی پیمائش میں مشکلات: تربیت یافتہ عملے کی کمی، عوام کا عدم تعاون، بلا معاوضہ خدمات، سمنگنگ (20% کاروبار)، غیر زری پیداوار۔

• فی کس آمدنی = کل قومی آمدنی ÷ کل آبادی۔ پاکستان: 1,512 ڈالر (کم آمدنی والے ممالک میں شامل)؛ بھارت: 1,514، سوئٹزرلینڈ: 83,073۔

• کم فی کس آمدنی کی وجوہات: قدرتی وسائل کی قلت، زراعت پر انحصار، سرمائے کی کمی، صنعتی پسماندگی، افراطِ آبادی (1.92%)، قرضوں کا بوجھ، Brain Drain، Capital Flight۔

• فی کس آمدنی بڑھانے کی تجاویز: زرعی و صنعتی ترقی، موافق توازن تجارت، سیاسی استحکام، دولت کی مساویانہ تقسیم، شرح خواندگی میں اضافہ، آبادی کی منصوبہ بندی۔



• ٹیکس کلچر: براہِ راست (انکم، دولت، جائیداد)، بمقابلہ بالواسطہ (سیلز، ایکسائز) ٹیکس۔ پاکستان کا Tax to GDP Ratio صرف 9.2% - نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے۔

امتحانی نکات

- GNP کی شرح نمو کے اعشاریوں کو ترتیب سے یاد رکھیں: 1960s (3.5%)، 1950s (7% - عروج)، 1990s (5%)، 1970s (4% - کم ترین)۔
- فی کس آمدنی کا فارمولا اور پاکستان کے اعداد (1,512 ڈالر) کو دیگر ممالک سے موازنہ کر کے یاد رکھیں۔ یہ اکثر معروضی سوالات میں پوچھا جاتا ہے۔
- قومی آمدنی کی پیمائش میں 10 مشکلات اور فی کس آمدنی کی 15 وجوہات کو مختصر الفاظ (کی-ورڈز) کی شکل میں یاد رکھیں تاکہ تفصیلی سوال میں مکمل جواب دیا جاسکے۔
- براہِ راست اور بالواسطہ ٹیکس کی مثالوں کو الگ الگ فہرست میں یاد رکھیں۔
- پاکستان کے Tax to GDP Ratio (9.2%) اور ٹیکس کلچر کو فروغ دینے کے 2002 کے حکومتی اقدامات کی فہرست کو یاد رکھیں۔

© freebooks.pk — پاکستانی طلبہ کے لیے مفت تعلیمی نوٹس۔ اصل مواد۔ ماخذ: freebooks.pk



Freebooks.pk

مفت نوٹس • پرانے پرچہ جات • رہنما کتب

ICOM دوم سال معاشیات — پنجاب بورڈ (اردو میڈیم)

باب 8

معاشی ترقی و منصوبہ بندی

(Economic Development and Planning)

کلیدی تصورات • تعریفات • مختصر و تفصیلی سوالات • معروضی سوالات • خاکہ جات • امتحانی نکات

© freebooks.pk — اصل تعلیمی مواد



یہ نوٹس پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ (PCTB) کے تحت انٹر میڈیٹ (ICOM، جماعت 12) معاشیات کے نصاب کے باب ہشتم، معاشی ترقی و منصوبہ بندی پر مبنی ہیں۔ معاشی ترقی سے مراد کسی پسماندہ معیشت کا ترقی یافتہ معیشت کی طرف گامزن ہونا ہے، جس کے دوران قومی آمدنی بڑھتی ہے اور لوگوں کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے۔

اس باب میں معاشی ترقی کی تعریفیں اور پیمائش، ترقی پذیر معیشتوں کے مسائل، معاشی ترقی کے عوامل، پاکستان میں معیار زندگی، معاشی منصوبہ بندی کا تصور اور پاکستان میں اس کی تاریخ، اور پاکستان کے زرعی و صنعتی شعبوں کے مسائل و حل تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ یہ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے ہیں۔

تعلیمی مقاصد

- معاشی ترقی کی مختلف تعریفیں اور اس کی پیمائش کے مظاہر بیان کریں۔
- ترقی پذیر معیشتوں کو درپیش مسائل کی وضاحت کریں۔
- معاشی ترقی کے معاشی، سماجی و ثقافتی اور سیاسی عوامل بیان کریں۔
- پاکستان میں معیار زندگی کی موجودہ صورتحال کا تجزیہ کریں۔
- معاشی منصوبہ بندی کے تصور اور پاکستان میں اس کی تاریخ کی وضاحت کریں۔
- پاکستان کے زرعی اور صنعتی شعبوں کے مسائل اور ان کے حل بیان کریں۔

کلیدی تصورات

معاشی ترقی کا تصور اور تعریفیں

معاشی ترقی سے مراد کسی پسماندہ معیشت کا ترقی یافتہ معیشت کی طرف گامزن ہونا ہے۔ پروفیسر آر تھرلیوس کے مطابق معاشی ترقی اشیاء و خدمات کی پیداوار میں اضافے کا نام ہے۔ ایچ ایف و لیمسن کے نزدیک یہ ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے لوگ دستیاب وسائل استعمال کر کے اشیاء و خدمات کی فی کس مقدار میں مسلسل اضافہ کرتے ہیں۔

مائٹر اینڈ بالڈون کی تعریف کے مطابق معاشی ترقی ایک ایسا عمل ہے جس کے دوران کسی معیشت کی حقیقی قومی آمدنی طویل عرصے تک بڑھتی رہتی ہے، اور اگر ترقی کی شرح آبادی میں اضافے کی شرح سے زیادہ ہو تو فی کس



حقیقی آمدنی بھی بڑھتی ہے۔ یہ تعریف سب سے زیادہ جامع سمجھی جاتی ہے کیونکہ یہ عمل عام طور پر 20 سے 25 سال کے طویل عرصے پر محیط ہوتا ہے۔

معاشی ترقی کی پیمائش کے مظاہر

معاشی ترقی کی پیمائش کے لیے کئی مظاہر (Indicators) استعمال کیے جاتے ہیں: حقیقی قومی پیداوار میں اضافہ (سب سے اہم مظہر، بشرطیکہ یہ افراط زر کی بجائے حقیقی اضافہ ہو)، فی کس قومی آمدنی میں اضافہ (بشرطیکہ دولت کی تقسیم بھی بہتر ہو)۔

اس کے علاوہ سرمائے کی اشیاء کی پیداوار میں اضافہ اور محنت کی کارکردگی میں اضافہ (مہارت اور پیداواری معیار میں بہتری) بھی معاشی ترقی کے اہم مظاہر تصور کیے جاتے ہیں۔

ترقی پذیر معیشتوں کے مسائل

پروفیسر نرکسے کے مطابق غیر ترقی یافتہ ممالک وہ ہیں جن کی آبادی اور قدرتی وسائل کے مقابلے میں سرمائے کی کمی ہو۔ ترقی پذیر معیشتوں کو کئی مسائل درپیش ہوتے ہیں: پست فی کس آمدنی، بیرونی قرضوں کا بوجھ (جو غربت کے شخص چکر کو جنم دیتا ہے)، آبادی میں تیز اضافہ، اور سرمائے کی قلت۔

اس کے علاوہ زراعت پر حد سے زیادہ انحصار، قدرتی وسائل سے کم استفادہ، انسانی وسائل کی کم استعداد، محدود ملکی منڈی، توازن تجارت اور توازن ادائیگی میں خسارہ، غیر ترقی یافتہ ذرائع نقل و حمل، ہنرمند افراد کی بیرون ملک منتقلی (Brain Drain)، ٹیکنالوجی کی پسماندگی اور جذبہ حب الوطنی کا فقدان بھی اہم مسائل ہیں۔

معاشی ترقی کے عوامل

معاشی ترقی پر تین طرح کے عوامل اثر انداز ہوتے ہیں: معاشی عوامل، سماجی و ثقافتی عوامل اور سیاسی عوامل۔ معاشی عوامل میں قدرتی وسائل (زمین، معدنیات، دریا، جنگلات)، سماجی و انسانی سرمایہ (تعلیم یافتہ افراد، ذرائع آمدورفت، توانائی کے وسائل)، تشکیل سرمایہ (بچتوں میں اضافہ)، سرمائے اور پیداوار کے تناسب میں بہتری، اور آجرا نہ صلاحیتیں شامل ہیں۔



سماجی و ثقافتی عوامل میں معاشرے کا نئی چیزوں کو قبول کرنے کا رجحان شامل ہے، جبکہ سیاسی عوامل میں سیاسی استحکام، عوام کا حکمرانوں پر اعتماد اور طویل المیعاد مستحکم پالیسیاں شامل ہیں۔ معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ کسی ملک کی قومی پیداوار میں زراعت کا تناسب کم اور صنعت کا تناسب بڑھتا چلا جاتا ہے۔

پاکستان میں معیارِ زندگی

معیارِ زندگی سے مراد کسی ملک کے باشندوں کی معاشی حالت، فی کس آمدنی، تعلیم و صحت کی سہولتوں، رہائش اور معیاری خوراک کی دستیابی ہے۔ پاکستان میں معیارِ زندگی ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں بہت پست ہے، جس کا اندازہ کم فی کس آمدنی (1,512 ڈالر)، تعلیمی پسماندگی، اور صحت کی سہولتوں کی عدم دستیابی سے لگایا جاسکتا ہے۔

دیگر اہم عوامل میں رہائشی سہولتوں کی کمی (2004 میں صرف 25 فیصد آبادی کے پاس ایک کمرے سے زیادہ کا گھر تھا)، آمدنیوں میں تفاوت (کم آمدنی والے 20 فیصد افراد کل آمدنی کا صرف 8 فیصد حاصل کرتے ہیں جبکہ امیر ترین 20 فیصد کو 45 فیصد ملتا ہے)، افراطِ زر، بجلی کی کمی، بے روزگاری، آبادی کا بڑھتا دباؤ، اور حکومتی پالیسیوں میں عدم استحکام شامل ہیں۔

معاشی منصوبہ بندی کا تصور

معاشی منصوبہ بندی کا آغاز 1917 کے سوشلسٹ انقلاب کے بعد روس میں ہوا اور 1928 میں روس نے باقاعدہ طور پر اس کا عملی نفاذ کیا۔ معاشی منصوبہ بندی سے مراد ایک منظم طریق کار کے مطابق مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے دستیاب وسائل کا جائزہ لینا اور انہیں بروئے کار لانا ہے۔

پروفیسر رابنز کے مطابق معاشی شعبوں کا انتخاب اور مقاصد کے حصول کے لیے ان پر عمل کرنا معاشی منصوبہ بندی کی خاصیت ہے۔ ایچ ڈی ڈکنسن کے نزدیک یہ ان بڑے معاشی فیصلوں کا نام ہے جن کے تحت طے کیا جاتا ہے کہ کون سی اشیاء کتنی مقدار میں کن لوگوں کو مہیا کی جائیں۔

پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کی تاریخ

1947 میں قیام پاکستان کے فوراً بعد قومی منصوبہ بندی ایجنسی قائم کی گئی۔ 1948 میں ترقیاتی بورڈ نے پہلا چھ سالہ منصوبہ (1951-57)، جسے کو لمبو پلان کہا جاتا ہے، تیار کیا۔ 1953 میں پلاننگ بورڈ نے پہلا پانچ سالہ منصوبہ (1955-60) بنایا، اور 1958 کے مارشل لاء کے بعد اسے پاکستان پلاننگ کمیشن کا نام دیا گیا۔



پاکستان میں کل آٹھ پانچ سالہ منصوبے بنائے گئے: پہلا (1955-60، 1080 کروڑ روپے) سے لے کر آٹھویں (1993-98، 170,000 کروڑ روپے) تک۔ آٹھویں منصوبے کے بعد پانچ سالہ منصوبہ بندی کا دور ختم ہو گیا اور اب سالانہ ترقیاتی پروگرام (Annual Development Programme) اور ویژن 2025 جیسے طویل المدتی منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ منصوبہ بندی کمیشن کے فرائض میں قلیل، اوسط اور طویل مدتی منصوبے تیار کرنا، جاری منصوبوں کی نگرانی، اور معاشی تحقیق شامل ہیں۔

پاکستان میں منصوبہ بندی کے مقاصد

پاکستان کے پہلے پانچ سالہ منصوبے کے لیے طے کیے گئے بنیادی اہداف میں قومی و فی کس آمدنی میں اضافہ، آمدنیوں اور دولت کی تقسیم میں تفاوت کا خاتمہ، ملک کے مختلف حصوں کے درمیان تفاوت کا خاتمہ، اور روزگار کے نئے مواقع پیدا کرنا شامل تھے۔

بعد کے منصوبوں میں آبادی میں اضافے پر قابو پانا، توازن ادائیگی کو بہتر بنانا، تعلیم و صحت کے ذریعے انسانی وسائل کی ترقی، خوراک میں خود کفالت، بچتوں میں اضافہ، بنیادی صنعتوں کا قیام اور قیمتوں میں استحکام جیسے اہداف بھی شامل کیے گئے۔

پاکستان کے زرعی شعبے کے مسائل اور حل

پاکستان کا زرعی شعبہ GDP کا 20.9 فیصد اور 45 فیصد لیبر فورس کا روزگار فراہم کرتا ہے، مگر اسے کئی مسائل کا سامنا ہے: قابل کاشت رقبے کا غیر موثر استعمال، عمیق طریقہ کاشت کا فقدان، ناکافی ذرائع آبپاشی، زرعی مداخل کی کمی، زرعی قرضوں کی عدم دستیابی، سیم و تھور، کسانوں کی مالی پسماندگی، انتشارِ اراضی، فصلوں کی بیماریاں (تقریباً 25 فیصد فصل کا نقصان)، جاگیرداری نظام، اور قدرتی آفات۔

ان مسائل کے حل کے لیے تجویز کیا جاتا ہے: قابل کاشت رقبے کا مکمل استعمال، جدید کاشتکاری اور کیمیائی کھادوں کا فروغ، ڈیموں اور ٹیوب ویلوں کے ذریعے آبپاشی، بلا سود زرعی قرضے، منڈیوں تک بہتر رسائی، تعلیم بالغاں، اشتراکِ اراضی کے لیے قانون سازی، بہتر قیمتوں کی یقین دہانی، اور جاگیرداری نظام کا خاتمہ۔



پاکستان کے صنعتی شعبے کے مسائل اور حل

پاکستان کا صنعتی شعبہ GDP کا 25.4 فیصد اور 13.2 فیصد لیبر فورس کا روزگار فراہم کرتا ہے، مگر یہ شعبہ بھی کئی مسائل کا شکار ہے: معدنیات کی قلت، تربیت یافتہ عملے کی کمی، سرمائے کی کمی، غیر موثر ذرائع نقل و حمل، ناکافی بنیادی صنعتی ڈھانچہ، غربت کا منحوس چکر، مصنوعات کا پست معیار، مہنگی درآمدی مشینری، ٹیکنالوجی کی پسماندگی، سیاسی عدم استحکام، سمگلنگ، محدود ملکی منڈی، اور WTO کے قوانین کا چیلنج۔

ان مسائل کے حل کے لیے تجویز کیا جاتا ہے: مستقل صنعتی پالیسی، مالی اداروں کا قیام، جدید ٹیکنالوجی کی درآمد، معدنیات کی باقاعدہ دریافت، بنیادی صنعتی ڈھانچے کی ترقی، مزدوروں کی استعداد کار میں اضافہ، اچھے صنعتی تعلقات، تحفظاتی پالیسی (Protection Policy)، اور صنعتوں میں متوازن ترقی۔

اہم تعریفات

اصطلاح	تعریف
معاشی ترقی (Economic Development)	مائریٹڈ بالڈون کے مطابق ایک ایسا عمل جس کے دوران کسی معیشت کی حقیقی قومی آمدنی طویل عرصے تک بڑھتی رہتی ہے۔
غیر ترقی یافتہ ملک (Under-developed Country)	پروفیسر نکرسے کے مطابق وہ ممالک جن کی آبادی اور قدرتی وسائل کے مقابلے میں سرمائے کی کمی ہو۔
معاشی منصوبہ بندی (Economic Planning)	ایک منظم طریق کار کے مطابق مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے دستیاب وسائل کا جائزہ لینا اور انہیں بروئے کار لانا۔
کولمبو پلان (Colombo Plan)	پاکستان کا پہلا چھ سالہ منصوبہ (1951-57) جو کولمبو کانفرنس کی تجاویز کی روشنی میں تیار کیا گیا۔
پلاننگ کمیشن (Planning Commission)	1958 میں قائم کیا گیا ادارہ جو پاکستان کے قلیل، اوسط اور طویل مدتی منصوبے تیار اور ان کی نگرانی کرتا ہے۔
سیم و تھور (Water Logging and Salinity)	زرعی زمین میں پانی کے جمع ہونے اور نمکیات بڑھنے سے زمین کا کاشت کے قابل نہ رہنا۔



اصطلاح	تعریف
غربت کا منحوس چکر (Vicious Circle of Poverty)	کم آمدنی → کم بچت → کم سرمایہ کاری → کم پیداوار → دوبارہ کم آمدنی کا مسلسل چکر۔
تحفظاتی پالیسی (Protection Policy)	نوزائیدہ ملکی صنعتوں کو غیر ملکی مقابلے سے بچانے کے لیے اپنائی جانے والی پالیسی۔

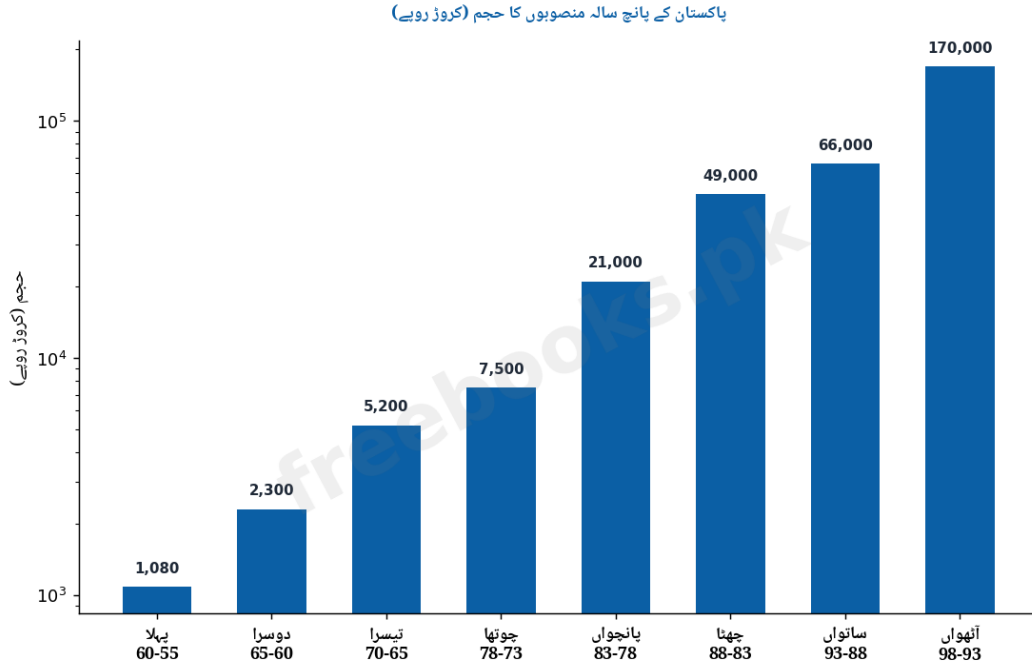
اہم حقائق و فارمولے

عنوان	فارمولا / حقیقت
معاشی ترقی کے مظاہر	حقیقی قومی پیداوار میں اضافہ، فی کس آمدنی میں اضافہ، سرمایہ اشیاء کی پیداوار میں اضافہ، محنت کی کارکردگی میں اضافہ
پاکستان کے پانچ سالہ منصوبے (حجم)	پہلا: 1080 کروڑ روپے (1955-60)؛ آٹھواں: 170,000 کروڑ روپے (1993-98)
پاکستان: زرعی شعبے کے اعداد و شمار	GDP میں حصہ: 20.9%؛ لیبر فورس: 45% (دیہی علاقوں میں 70%)؛ زرمبادلہ میں حصہ: 60%
پاکستان: صنعتی شعبے کے اعداد و شمار	GDP میں حصہ: 25.4%؛ لیبر فورس: 13.2%
پاکستان میں آمدنی کا تفاوت	کم آمدنی والے 20% افراد: کل آمدنی کا صرف 8%؛ زیادہ آمدنی والے 20% افراد: 45%
فصلوں کی بیماریوں سے نقصان	پاکستان میں کیڑوں اور بیماریوں سے تقریباً 25% فصل کا نقصان

خاکہ جات و تصاویر

پاکستان کے پانچ سالہ منصوبوں کا حجم: ایک بار چارٹ جو پہلے سے آٹھویں پانچ سالہ منصوبے تک مالی حجم میں اضافے کے رجحان کو ظاہر کرتا ہے۔



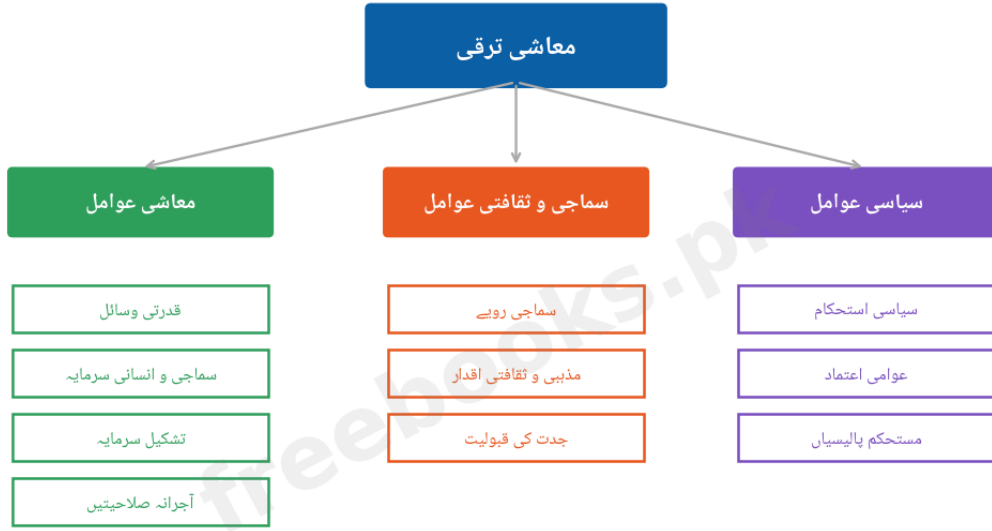


پہلے سے آٹھویں منصوبے تک حجم میں تقریباً 157 گنا اضافہ ہوا (لوگارتھمک پیمانہ)۔

پاکستان کے پانچ سالہ منصوبوں کا حجم

معاشی ترقی کے عوامل: ایک درختی خاکہ جو معاشی ترقی کے تین بڑے عوامل — معاشی، سماجی و ثقافتی اور سیاسی — کو ظاہر کرتا ہے۔

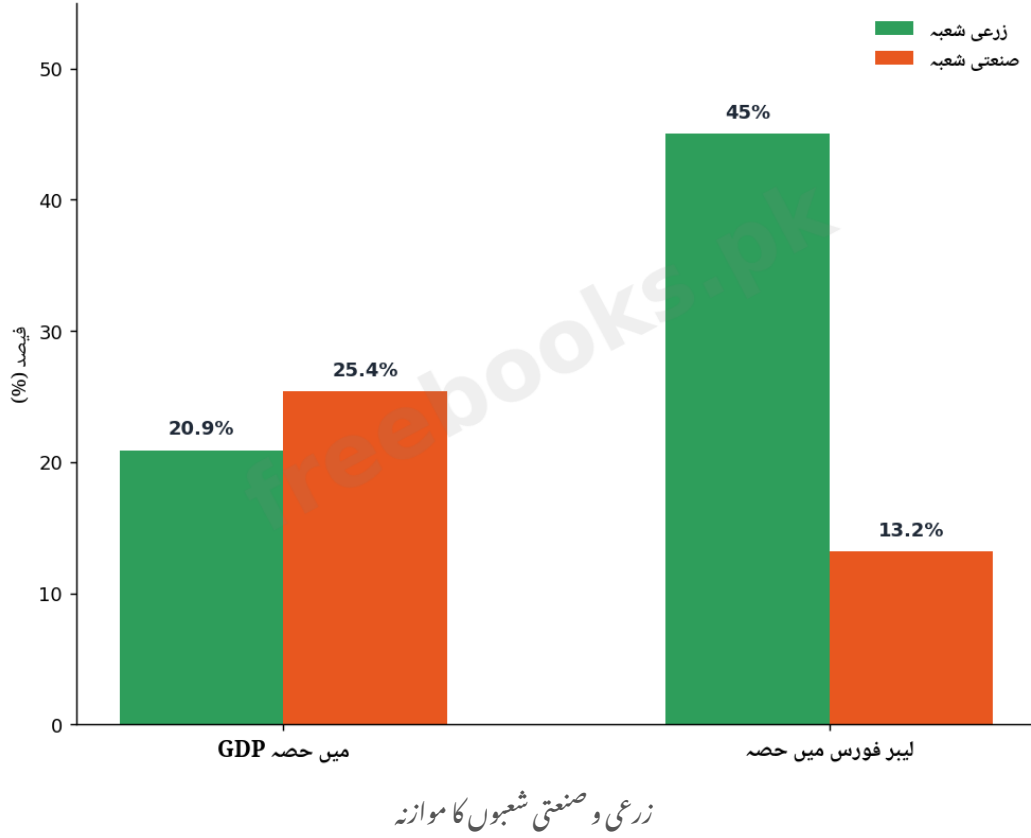




معاشی ترقی کے عوامل

زرعی و صنعتی شعبوں کا موازنہ: ایک بار چارٹ جو پاکستان کی GDP اور لیبر فورس میں زرعی اور صنعتی شعبوں کے حصے کا موازنہ ظاہر کرتا ہے۔





مختصر سوالات و جوابات

سوال 1: معاشی ترقی سے کیا مراد ہے؟

جواب: معاشی ترقی سے مراد کسی پسماندہ معیشت کا ترقی یافتہ معیشت کی طرف گامزن ہونا ہے، جس کے دوران قومی آمدنی بڑھتی ہے اور معیار زندگی بلند ہوتا ہے۔

سوال 2: غیر ترقی یافتہ ملک کی تعریف کریں۔

جواب: پروفیسر نرکس کے مطابق وہ ممالک جن کی آبادی اور قدرتی وسائل کے مقابلے میں سرمائے کی کمی ہو، غیر ترقی یافتہ ممالک کہلاتے ہیں۔

سوال 3: کولمبو پلان کیا تھا؟

جواب: کولمبو پلان پاکستان کا پہلا چھ سالہ منصوبہ (1951-57) تھا، جو کولمبو کانفرنس کی تجاویز کی روشنی میں تیار کیا گیا اور جس کے تحت وارسک ڈیم بنایا گیا۔

سوال 4: پاکستان میں کتنے پانچ سالہ منصوبے بنائے گئے؟



جواب: پاکستان میں 1955 سے 1998 تک کل آٹھ پانچ سالہ منصوبے بنائے گئے، جس کے بعد سالانہ ترقیاتی پروگرام کا دور شروع ہوا۔

سوال 5: سیم و تھور سے کیا مراد ہے؟

جواب: سیم و تھور سے مراد زرعی زمین میں پانی کے جمع ہونے اور نمکیات کے اضافے سے زمین کا کاشت کے ناقابل ہو جانا ہے۔

سوال 6: پاکستان کے صنعتی شعبے کا GDP میں حصہ کتنا ہے؟

جواب: پاکستان کے صنعتی شعبے کا GDP میں حصہ 25.4 فیصد ہے اور یہ شعبہ 13.2 فیصد لیبر فورس کو روزگار مہیا کرتا ہے۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سوال 1: معاشی ترقی سے کیا مراد ہے؟ اس کی پیمائش کے مظاہر اور ترقی پذیر معیشتوں کو درپیش مسائل تفصیل سے بیان کریں۔

معاشی ترقی سے مراد کسی پسماندہ معیشت کا ترقی یافتہ معیشت کی طرف گامزن ہونا ہے۔ مختلف ماہرین معاشیات نے اس کی مختلف تعریفیں بیان کی ہیں۔ پروفیسر آر تھریوس کے نزدیک معاشی ترقی اشیاء و خدمات کی پیداوار میں اضافے کا نام ہے، جبکہ ایچ ایف ویمسن کے مطابق یہ ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے لوگ دستیاب وسائل استعمال کر کے اشیاء و خدمات کی فی کس مقدار میں مسلسل اضافہ کرتے ہیں۔ سب سے جامع تعریف مائر اینڈ بالڈون کی ہے، جن کے مطابق معاشی ترقی ایک ایسا عمل ہے جس کے دوران کسی معیشت کی حقیقی قومی آمدنی طویل عرصے (20 سے 25 سال) تک بڑھتی رہتی ہے، اور اگر ترقی کی شرح آبادی میں اضافے کی شرح سے زیادہ ہو تو فی کس حقیقی آمدنی بھی بڑھتی ہے۔ معاشی ترقی کی پیمائش کے لیے کئی مظاہر استعمال کیے جاتے ہیں: سب سے اہم مظہر حقیقی قومی پیداوار میں اضافہ ہے، بشرطیکہ یہ اضافہ افراط زر کی بجائے حقیقی پیداوار میں اضافے کے باعث ہو۔ دوسرا مظہر فی کس قومی آمدنی میں اضافہ ہے، مگر یہ اسی وقت درست عکاسی کرتا ہے جب دولت کی تقسیم بھی بہتر ہو رہی ہو۔ تیسرا مظہر سرمائے کی اشیاء کی پیداوار میں اضافہ اور چوتھا محنت کی کارکردگی میں بہتری ہے۔ ترقی پذیر معیشتوں کو کئی سنگین مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ پروفیسر نکرس کے مطابق ایسی معیشتیں وہ ہیں جن کی آبادی اور قدرتی وسائل کے مقابلے میں سرمائے کی کمی ہو۔ سب سے پہلا مسئلہ پست فی کس آمدنی ہے، جو



غربت اور افلاس کے شخص چکر کو جنم دیتی ہے۔ دوسرا مسئلہ بیرونی قرضوں کا بوجھ ہے، جس سے مصارفِ قرضہ بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ تیسرا مسئلہ آبادی میں تیز اضافہ ہے، جو بے روزگاری اور غربت کو بڑھاتا ہے۔ چوتھا مسئلہ سرمائے کی قلت اور پانچواں زراعت پر حد سے زیادہ انحصار ہے۔ اس کے علاوہ قدرتی وسائل سے کم استفادہ، انسانی وسائل کی کم استعداد، محدود ملکی منڈی، توازن تجارت اور ادائیگی میں خسارہ، غیر ترقی یافتہ ذرائع نقل و حمل، ہنرمند افراد کی بیرون ملک منتقلی (Brain Drain)، ٹیکنالوجی کی پسماندگی اور جذبہ حب الوطنی کا فقدان بھی اہم مسائل ہیں جو ترقی پذیر ممالک کی معاشی ترقی کی راہ میں حائل رہتے ہیں۔

سوال 2: پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کی تاریخ اور پاکستان کے زرعی و صنعتی شعبوں کے مسائل تفصیل سے بیان کریں۔

معاشی منصوبہ بندی کا آغاز 1917 کے سوشلسٹ انقلاب کے بعد روس میں ہوا اور 1928 میں روس نے اس کا عملی نفاذ کیا۔ پاکستان میں 1947 میں قیام کے فوراً بعد قومی منصوبہ بندی ایجنسی قائم کی گئی، اور 1948 میں ترقیاتی بورڈ نے پہلا چھ سالہ منصوبہ یعنی کولمبو پلان (1951-57) تیار کیا، جس کے تحت وارسک ڈیم بنایا گیا۔ 1953 میں پلاننگ بورڈ نے پہلا پانچ سالہ منصوبہ (1955-60) بنایا، اور 1958 کے مارشل لاء کے بعد اسے پاکستان پلاننگ کمیشن کا نام دیا گیا، جس کے چیئرمین وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ پاکستان میں کل آٹھ پانچ سالہ منصوبے بنائے گئے، جن کا حجم پہلے منصوبے کے 1,080 کروڑ روپے سے بڑھ کر آٹھویں منصوبے میں 170,000 کروڑ روپے تک پہنچ گیا۔ آٹھویں منصوبے کے بعد پانچ سالہ منصوبہ بندی کا دور ختم ہو گیا اور اب سالانہ ترقیاتی پروگرام اور ویٹن 2025 جیسے طویل المدتی منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ منصوبہ بندی کے بنیادی مقاصد میں قومی و فی کس آمدنی میں اضافہ، دولت کی تقسیم میں تفاوت کا خاتمہ، بے روزگاری کا خاتمہ اور خوراک میں خود کفالت شامل ہیں۔ اسی دوران پاکستان کا زرعی شعبہ، جو GDP کا 20.9 فیصد اور 45 فیصد لیبر فورس کا روزگار فراہم کرتا ہے، کئی مسائل کا شکار ہے: قابل کاشت رقبے کا غیر موثر استعمال، ناکافی آبپاشی، زرعی مداخل اور قرضوں کی کمی، سیم و تھور، جاگیرداری نظام اور فصلوں کی بیماریاں (جن سے تقریباً 25 فیصد فصل ضائع ہوتی ہے) نمایاں مسائل ہیں۔ ان کے حل کے لیے جدید کاشتکاری، بلا سود قرضے، بہتر آبپاشی اور جاگیرداری نظام کے خاتمے جیسے اقدامات تجویز کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح پاکستان کا صنعتی شعبہ، جو GDP کا 25.4 فیصد فراہم کرتا ہے، معدنیات کی قلت، سرمائے کی کمی، پرانی ٹیکنالوجی، محدود ملکی منڈی اور WTO کے قوانین جیسے چیلنجز کا سامنا کرتا ہے، جن کے حل کے لیے مستقل صنعتی پالیسی، جدید ٹیکنالوجی کی درآمد اور بنیادی صنعتی ڈھانچے کی ترقی جیسے اقدامات ضروری ہیں۔



معروضی سوالات (MCQs)

1. معاشی ترقی کی سب سے جامع تعریف کس نے دی؟
(الف) آر تھریلیوس (ب) ایچ ایف ویکسن (ج) مائر اینڈ بالڈون (د) پروفیسر نرکے
درست جواب: (ج) مائر اینڈ بالڈون۔ معاشی ترقی کی سب سے جامع تعریف مائر اینڈ بالڈون نے دی، جس کے مطابق یہ ایک طویل عرصے پر محیط عمل ہے۔
2. غیر ترقی یافتہ ممالک کی تعریف کس نے دی؟
(الف) پروفیسر لیوس (ب) پروفیسر نرکے (ج) پروفیسر رابنز (د) ایڈم سمتھ
درست جواب: (ب) پروفیسر نرکے۔ غیر ترقی یافتہ ممالک کی تعریف پروفیسر نرکے نے دی۔
3. پاکستان کا پہلا چھ سالہ منصوبہ کیا کہلاتا ہے؟
(الف) ویٹن 2025 (ب) کولمبو پلان (ج) مارشل پلان (د) پروگرام 2010
درست جواب: (ب) کولمبو پلان۔ پاکستان کا پہلا چھ سالہ منصوبہ (1951-57) کولمبو پلان کہلاتا ہے۔
4. پاکستان پلاننگ کمیشن کب قائم ہوا؟
(الف) 1953 (ب) 1955 (ج) 1958 (د) 1961
درست جواب: (ج) 1958۔ 1958 کے مارشل لاء کے بعد قومی منصوبہ بندی بورڈ کو پاکستان پلاننگ کمیشن کا نام دیا گیا۔
5. پاکستان میں کل کتنے پانچ سالہ منصوبے بنائے گئے؟
(الف) پانچ (ب) چھ (ج) سات (د) آٹھ
درست جواب: (د) آٹھ۔ پاکستان میں 1955 سے 1998 تک کل آٹھ پانچ سالہ منصوبے بنائے گئے۔
6. زرعی زمین کا کاشت کے ناقابل ہو جانا کیا کہلاتا ہے؟
(الف) افراط زر (ب) سیم و تھور (ج) تقریط زر (د) غربت کا چکر
درست جواب: (ب) سیم و تھور۔ زرعی زمین میں پانی جمع ہونے اور نمکیات بڑھنے سے زمین کا کاشت کے ناقابل ہونا سیم و تھور کہلاتا ہے۔
7. پاکستان کے صنعتی شعبے کا GDP میں حصہ کتنا ہے؟



(الف) 13.2% (ب) 20.9% (ج) 25.4% (د) 45%

درست جواب: (ج) 25.4%۔ پاکستان کے صنعتی شعبے کا GDP میں حصہ 25.4 فیصد ہے۔

8. پاکستان میں کم آمدنی والے 20 فیصد افراد کل آمدنی کا کتنا حصہ حاصل کرتے ہیں؟

(الف) 8% (ب) 20% (ج) 35% (د) 45%

درست جواب: (الف) 8%۔ پاکستان میں کم آمدنی والے 20 فیصد افراد کل آمدنی کا صرف 8 فیصد حاصل کر پاتے ہیں۔

9. معاشی ترقی کے عوامل کی کتنی بڑی اقسام ہیں؟

(الف) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

درست جواب: (ب) تین۔ معاشی ترقی کے عوامل کی تین بڑی اقسام ہیں: معاشی، سماجی و ثقافتی اور سیاسی عوامل۔

10. فصلوں کی بیماریوں سے پاکستان میں کتنی فیصد فصل کا نقصان ہوتا ہے؟

(الف) 10% (ب) 15% (ج) 25% (د) 35%

درست جواب: (ج) 25%۔ کیڑوں اور بیماریوں کے باعث پاکستان میں تقریباً 25 فیصد فصل کا نقصان ہوتا ہے۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- معاشی ترقی: پسماندہ معیشت کا ترقی یافتہ کی طرف سفر۔ مائر اینڈ بالڈون کی تعریف سب سے جامع۔
- پیمائش کے مظاہر: حقیقی قومی پیداوار، فی کس آمدنی، سرمایہ اشیاء، محنت کی کارکردگی۔
- ترقی پذیر معیشتوں کے مسائل: پست فی کس آمدنی، بیرونی قرضے، آبادی میں اضافہ، سرمائے کی قلت، زراعت پر انحصار، Brain Drain۔
- معاشی ترقی کے عوامل: معاشی (قدرتی وسائل، تشکیل سرمایہ)، سماجی و ثقافتی (رویے)، سیاسی (استحکام)۔
- پاکستان میں منصوبہ بندی: کولمبو پلان (1951-57) → 8 پانچ سالہ منصوبے (1955-98، 1080 سے 170,000 کروڑ روپے) → سالانہ ترقیاتی پروگرام۔



- زرعی شعبہ: GDP 20.9%، لیبر فورس 45% - مسائل: آبپاشی، سیم و تھور، جاگیرداری - صنعتی شعبہ: GDP 25.4%، لیبر فورس 13.2% - مسائل: ٹیکنالوجی، سرمایہ، WTO -
- پاکستان میں معیار زندگی پست: فی کس آمدنی 1,512 ڈالر؛ آمدنی تفاوت 8%، بمقابلہ 45% - نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے۔

امتحانی نکات

- معاشی ترقی کی تین بڑی تعریفوں (لیوس، ولیمسن، مائر اینڈ بالڈون) کو ماہر معاشیات کے نام کے ساتھ یاد رکھیں۔ یہ اکثر معروضی سوالات میں پوچھی جاتی ہیں۔
- پاکستان کے آٹھ پانچ سالہ منصوبوں کے سال اور حجم کو ترتیب سے یاد رکھیں، خصوصاً پہلے اور آٹھویں منصوبے کے اعداد۔
- زرعی اور صنعتی شعبوں کے GDP اور لیبر فورس میں حصے کے اعداد و شمار کا موازنہ یاد رکھیں (20.9% بمقابلہ 25.4%؛ 45% بمقابلہ 13.2%)۔
- ترقی پذیر معیشتوں کے 15 مسائل کو مختصر کلیدی الفاظ کی شکل میں یاد رکھیں تاکہ تفصیلی سوال میں مکمل جواب دیا جاسکے۔
- زرعی اور صنعتی مسائل کے حل کی تجاویز کو الگ الگ فہرست میں یاد رکھیں تاکہ دونوں شعبوں کا موازنہ آسانی سے کیا جاسکے۔



Freebooks.pk

مفت نوٹس • پرانے پرچہ جات • رہنما کتب

ICOM دوم سال معاشیات — پنجاب بورڈ (اردو میڈیم)

باب 9

مواصلات، ذرائع آمدورفت اور انسانی ذرائع کی ترقی

(Communication, Transportation and Human Resource Development)

کلیدی تصورات • تعریفات • مختصر و تفصیلی سوالات • معروضی سوالات • خاکہ جات • امتحانی نکات

© freebooks.pk — اصل تعلیمی مواد



یہ نوٹس پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ (PCTB) کے تحت انٹر میڈیٹ (ICOM، جماعت 12) معاشیات کے نصاب کے باب نہم، مواصلات، ذرائع آمدورفت اور انسانی ذرائع کی ترقی پر مبنی ہیں۔ ذرائع مواصلات اور آمدورفت کسی ملک کی معاشی ترقی اور پیداواری اساس کو بڑھانے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں، جبکہ انسانی وسائل کی ترقی معاشی ترقی کے حصول کے لیے ناگزیر ہے۔

اس باب میں سڑکوں اور ریلوے کے نظام، خشک گودیوں، جدید ذرائع مواصلات (کمپیوٹر و انفارمیشن ٹیکنالوجی)، موٹرویز، محنت کی پیداواریت اور حرکت پذیری، آبادی کی تعلیم، اور افرادی قوت کے مسائل بشمول بے روزگاری کی وجوہات و حل تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ یہ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے ہیں۔

تعلیمی مقاصد

- ذرائع مواصلات اور آمدورفت کی اہمیت اور اقسام بیان کریں۔
- پاکستان ریلوے اور سڑکوں کے نظام کے مسائل کی وضاحت کریں۔
- جدید ذرائع مواصلات اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے کردار کو بیان کریں۔
- پاکستان کے موٹرویز اور ان کے مقاصد کی وضاحت کریں۔
- محنت کی پیداواریت بڑھانے والے عوامل اور حرکت پذیری کی اقسام بیان کریں۔
- پاکستان میں بے روزگاری کی وجوہات اور اس کے حل تجویز کریں۔

کلیدی تصورات

ذرائع مواصلات و آمدورفت کی اہمیت

ذرائع مواصلات اور آمدورفت کسی ملک کی معاشی ترقی اور پیداواری اساس کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کی بہتری سے پیداواری مصارف میں کمی آتی ہے، اشیاء کی ترسیل آسان ہوتی ہے، اور آجریں کو اپنی پیداوار کی بہتر قیمت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ان ذرائع کی ابتری ملک کو معاشی و معاشرتی لحاظ سے پسماندہ رکھتی ہے۔



ان ذرائع کی اہمیت مندرجہ ذیل حقائق سے ظاہر ہے: مصارف پیداوار میں کمی، اندرونی و بیرونی تجارت میں اضافہ، دور دراز علاقوں سے رابطہ پیداوار میں اضافہ، عالمین پیداوار (خصوصاً مزدوروں) کی حرکت پذیری، انسانی ذرائع کی ترقی، متوازن علاقائی ترقی، سیاسی فوائد (قومی سوچ کا فروغ)، دفاع اور امن و امان کی بہتری، اور سماجی و معاشرتی فوائد۔

پاکستان میں سڑکوں کا نظام

پاکستان میں سفر کرنے والے تقریباً 92 فیصد افراد سڑکوں اور شاہراہوں کے ذریعے سفر کرتے ہیں جبکہ تقریباً 56 فیصد اشیاء کی نقل و حمل بھی اسی ذریعے سے ہوتی ہے۔ پاکستان میں سڑکوں کی مجموعی لمبائی تقریباً 2,59,463 کلومیٹر ہے، جن میں سے ایک بڑا حصہ کمتر درجے کا ہے، تاہم نئی سڑکوں کی تعمیر میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

پاکستان میں سڑکوں کی تعمیر و بحالی کی ذمہ داری نیشنل ہائی وے اتھارٹی (NHA) کے سپرد ہے، جس کے تحت سترہ قومی شاہراہیں ہیں۔ قومی شاہراہیں کل سڑکوں کا صرف ساڑھے تین فیصد (3.5%) ہیں مگر ان کی لمبائی 8,845 کلومیٹر ہے۔ اہم شاہراہوں میں کراچی-لاہور-پشاور شاہراہ (N-5)، کاراکورم ہائی وے، اور کراچی-خضدار-کوئٹہ ہائی وے شامل ہیں۔

پاکستان ریلوے اور اس کے مسائل

قیام پاکستان کے وقت ریلوے مسافروں اور سامان کی نقل و حمل کا سب سے بڑا ذریعہ تھا اور تقریباً 70 فیصد مسافر ریلوے کے ذریعے سفر کرتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ریلوے کا محکمہ زبوں حالی کا شکار ہوتا گیا اور روڈ ٹرانسپورٹ نے اس کی جگہ لے لی۔ ریلوے کے ذریعے سفر کرنے والے مسافروں کا حصہ کم ہو کر صرف 9 فیصد اور سامان کی نقل و حمل کا حصہ کم ہو کر صرف 2.4 فیصد رہ گیا۔

پاکستان ریلوے کا موجودہ روٹ 7,791 کلومیٹر ہے۔ یہ ادارہ 1971-72 تک منافع بخش تھا مگر اس کے بعد سے مسلسل خسارے کا شکار ہے۔ ریلوے کے اہم مسائل میں کرپشن (ٹکٹوں کی بلیک میں فروخت، سامان میں خرد برد)، غیر منافع بخش روٹس، اور غیر صحت مند ٹریڈیونین سرگرمیاں و حکومتی مداخلت شامل ہیں۔ ریلوے کو بحال کرنے کے لیے ریزرویشن نظام کو کمپیوٹرائزڈ کیا گیا اور نئی ٹیکنالوجی درآمد کی گئی۔



خشک گودیاں اور بندرگاہیں

بندرگاہوں کے علاوہ پاکستان میں آٹھ خشک گودیاں (Dry Ports) قائم کی گئی ہیں، جن کا بنیادی مقصد بندرگاہوں سے دور علاقوں میں مال کی ترسیل آسان بنانا اور تاجروں کو درآمد و برآمد کی سہولت فراہم کرنا ہے۔ خشک گودی کی تجویز سب سے پہلے 1967 میں پیش کی گئی، اور لاہور چیمبر آف کامرس کے مطالبے پر سب سے پہلی خشک گودی 1973 میں لاہور میں قائم ہوئی۔

اسی (80) کی دہائی میں نیشنل لاجسٹک سیل (NLC) کے قیام سے لاہور کی خشک گودی کو تقویت ملی۔ اس کے بعد حیدر آباد (1984)، سیالکوٹ (1985)، ملتان و پشاور (1986)، کوئٹہ (1987)، راولپنڈی/چکوال (1990) اور فیصل آباد (1994) میں مزید خشک گودیاں قائم کی گئیں۔

جدید ذرائع مواصلات: کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی

کمپیوٹر کی ایجاد نے مواصلات کے شعبے میں انقلابی تبدیلیاں لائیں۔ انٹرنیٹ کی ایجاد اور E-mail کے استعمال سے دنیا بھر میں رابطے آسان ہو گئے۔ اسی ٹیکنالوجی کی بدولت ATM، پلاسٹک منی (کریڈٹ و ڈیبٹ کارڈز) اور آن لائن سٹاک ٹریڈنگ جیسی سہولتیں سامنے آئیں۔

حکومت پاکستان نے انفارمیشن ٹیکنالوجی کے فروغ کے لیے تین اہم اقدامات کیے: ای-گورنمنٹ کا قیام (34 وزارتوں/ڈویژنوں کی ویب سائٹس)، آئی ٹی انڈسٹری ڈویلپمنٹ پروگرام (پاکستان سافٹ ویئر ایکسپورٹ بورڈ—PSEB کا قیام)، اور انسانی ذرائع کی ترقی کے لیے IT تعلیم اور کمپیوٹر لیبارٹریز کا قیام۔ اس ضمن میں الیکٹرانک گورنمنٹ ڈائریکٹوریٹ اور پاکستان کمپیوٹریزرو جیسے ادارے بھی قائم کیے گئے۔

پاکستان کے موٹرویز

بڑھتی ہوئی تجارتی سرگرمیوں اور وسط ایشیا کی مارکیٹوں تک رسائی کی ضرورت کے پیش نظر پاکستان میں موٹرویز بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اسلام آباد-پشاور موٹروے (M-1، 154 کلومیٹر) کا تخمینہ 26 ارب روپے تھا۔ لاہور-اسلام آباد موٹروے (M-2) 367 کلومیٹر طویل ہے اور اس پر 30 ارب روپے خرچ ہوئے۔ پٹنڈی بھٹیاں-فیصل آباد موٹروے (M-3) 52 کلومیٹر اور کراچی-حیدر آباد موٹروے (M-9) 135 کلومیٹر طویل ہے۔



موٹرویز کے قیام کے مقاصد میں معاشی ترقی کے لیے مربوط بنیادی ڈھانچے کی فراہمی، تجارتی سرگرمیوں کا فروغ، افغانستان و وسط ایشیا کے لیے ٹرانزٹ ٹریڈ کی سہولت، کم ترقی یافتہ علاقوں تک رسائی، خام مال کی تیز رفتار ترسیل، موجودہ شاہراہوں پر بوجھ میں کمی، اور روزگار کے نئے مواقع کی فراہمی شامل ہیں۔

محنت کی پیداواریت اور حرکت پذیری

محنت کی پیداواریت میں اضافہ کرنے والے اہم عوامل میں جسمانی و ذہنی صحت، تعلیم و تربیت، موافق آب و ہوا، مزدور اور مالک کے بہتر تعلقات، ترقی کے مواقع، صلاحیت کے مطابق کام، اچھی اجرت، اور اچھی انتظامیہ شامل ہیں۔ ان تمام عوامل کی بہتری سے مزدوروں کی کارکردگی اور پیداوار کے معیار میں بہتری آتی ہے۔

محنت کی حرکت پذیری سے مراد مزدور کا ایک پیشہ یا مقام چھوڑ کر دوسرے پیشے یا مقام پر منتقل ہونا ہے۔ اس کی پانچ اہم اقسام ہیں: پیشہ وارانہ حرکت پذیری (پیشہ تبدیل کرنا)، جغرافیائی حرکت پذیری (علاقہ تبدیل کرنا)، معاشرتی حرکت پذیری (طبقہ تبدیل کرنا)، افقی حرکت پذیری (اسی درجے پر کام تبدیل کرنا)، اور عمودی حرکت پذیری (اعلیٰ درجے پر ترقی)۔

آبادی کی تعلیم اور بڑھتی آبادی کے مسائل

پاکستان تیزی سے بڑھتی آبادی کا شکار ملک ہے، جہاں آبادی میں سالانہ 1.92 فیصد اضافہ ہو رہا ہے۔ 1981 کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی آبادی 84.25 ملین تھی جو 2014-15 میں بڑھ کر 191.7 ملین ہو گئی۔ ٹیکنالوجی کے استعمال کے لیے انسانی وسائل ضروری ہیں، مگر بے تحاشا آبادی میں اضافہ کئی مسائل کو جنم دیتا ہے۔

بڑھتی آبادی کے مسائل میں پست معیار زندگی، بے روزگاری میں اضافہ، وسائل کی قلت، درآمدات میں اضافہ، نسبت درآمد و برآمد میں خرابی، بیماریوں میں اضافہ، تعلیمی سہولتوں کا فقدان، اور سفری سہولتوں کی کمی شامل ہیں۔ اس لیے دینی اقدار اور معاشرتی رویوں کو مد نظر رکھتے ہوئے آبادی کی تعلیم وقت کی اہم ضرورت ہے۔

افراد قوت اور بے روزگاری کے مسائل و حل

پاکستان میں افرادی قوت تقریباً 60.09 ملین ہے، جس میں سے تقریباً 61 فیصد دیہی اور 39 فیصد شہری علاقوں میں ہے۔ زرعی شعبہ سب سے بڑا شعبہ ہے جس میں افرادی قوت کا تقریباً 43.48 فیصد کام کرتا ہے۔ افرادی



قوت کو بے روزگاری، غیر ہنرمندی، غیر تعلیم یافتگی، صحت کی سہولتوں کے فقدان، کم سرمایہ کاری، کم اجرت، ملازمتوں کے عدم تحفظ، اور کمزور قوت سودا بازی جیسے مسائل کا سامنا ہے۔

پاکستان میں تقریباً 3.58 ملین افراد بے روزگار اور 3.34 ملین نیم بے روزگار ہیں۔ بے روزگاری کی وجوہات میں آبادی میں تیز اضافہ، کم سرمایہ کاری، محدود روزگار کے مواقع، ذہانت کا انخلا (Brain Drain)، مشینوں کا بڑھتا استعمال، سیاسی عدم استحکام اور موسمی بے روزگاری شامل ہیں۔ اس کے حل کے لیے آبادی کی مناسب منصوبہ بندی، صنعتی منصوبہ بندی، دولت کی مساویانہ تقسیم، بچتوں میں اضافہ، اور نئے ترقیاتی منصوبوں پر کام تجویز کیا جاتا ہے۔

اہم تعریفات

اصطلاح	تعریف
افراد قوت (Labour Force)	کسی ملک میں کام کرنے والے تمام افراد؛ پاکستان میں افرادی قوت تقریباً 60.09 ملین ہے۔
بے روزگاری (Unemployment)	چودہ سال یا اس سے زائد عمر کے وہ تمام افراد جو کام کرنے کے اہل اور خواہش مند ہوں مگر انہیں اجرت پر کام میسر نہ ہو۔
نیم بے روزگاری (Underemployment)	وہ افراد جو اپنی صلاحیت سے کم درجے کا کام کر رہے ہوں، مثلاً ایم اے پاس شخص کا کلرک کی حیثیت سے کام کرنا۔
محنت کی حرکت پذیری (Mobility of Labour)	مزدور کا اپنی صلاحیت کی بنا پر ایک پیشہ یا مقام چھوڑ کر دوسرے پیشے یا مقام پر منتقل ہونا۔
خشک گودی (Dry Port)	بندر گاہوں سے دور علاقوں میں قائم وہ سہولت جو درآمد و برآمد کے سلسلے میں تاجروں کو خدمات فراہم کرتی ہے۔
ذہانت کا انخلا (Brain Drain)	ہنرمند اور تربیت یافتہ افراد کی بہتر مواقع کی تلاش میں بیرون ملک منتقلی۔
موسمی بے روزگاری (Seasonal Unemployment)	وہ بے روزگاری جو موسم کی تبدیلی کے باعث بعض کاروبار اور کارخانوں کے بند ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔



اصطلاح	تعریف
جغرافیائی حرکت پذیری (Geographical Mobility)	مزدور کا ایک علاقہ چھوڑ کر دوسرے علاقے یا ملک میں ملازمت کے لیے منتقل ہونا۔

اہم حقائق و فارمولے

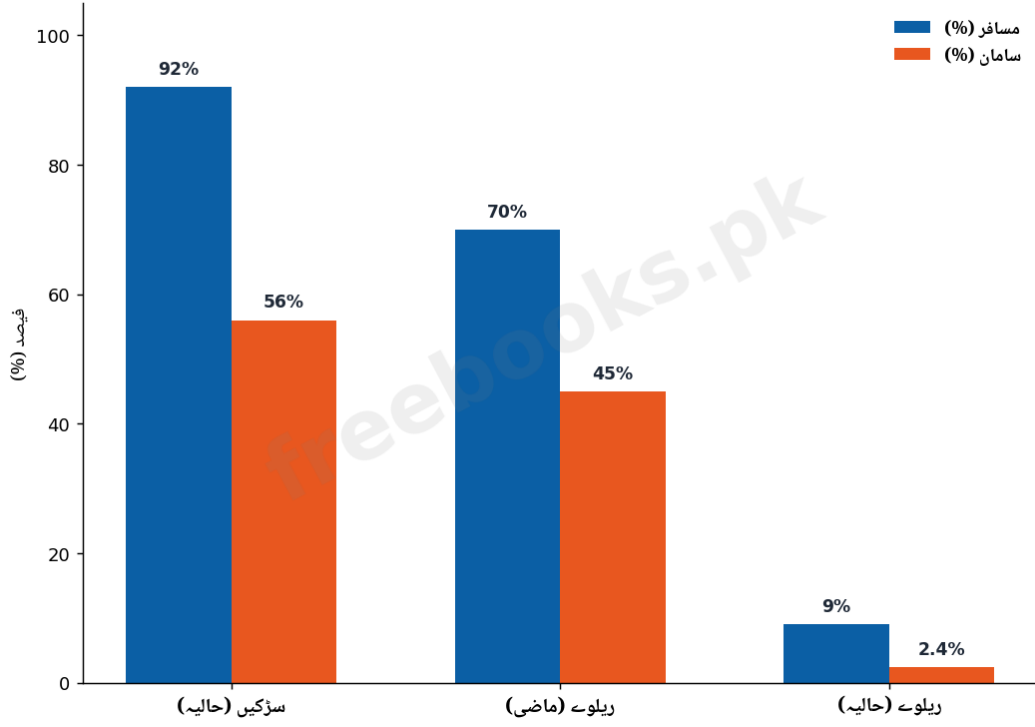
عنوان	فارمولا / حقیقت
پاکستان: ذرائع آمدورفت میں سڑکوں کا حصہ	مسافر: 92%؛ اشیاء کی نقل و حمل: 56%
پاکستان ریلوے کا زوال (مسافر/سامان)	مسافر: 70% → 9%؛ سامان: 45% → 2.4%
پاکستان کے موٹرویز کی لمبائی	M-1: 154 کلومیٹر؛ M-2: 367 کلومیٹر؛ M-3: 52 کلومیٹر؛ M-9: 135 کلومیٹر
پاکستان کی آبادی میں اضافہ	1981: 84.25 ملین؛ 15-2014: 191.7 ملین؛ شرح اضافہ: 1.92% سالانہ
پاکستان میں افرادی قوت کے اعداد و شمار	کل افرادی قوت: 60.09 ملین؛ بے روزگار: 3.58 ملین (~6%)؛ نیم بے روزگار: 3.34 ملین
خشک گودیوں کے قیام کے سال	لاہور: 1973؛ حیدرآباد: 1984؛ سیالکوٹ: 1985؛ ملتان و پشاور: 1986

خاکہ جات و تصاویر

ذرائع آمدورفت میں سڑکوں اور ریلوے کا حصہ: ایک بار چارٹ جو پاکستان میں مسافروں اور سامان کی نقل و حمل میں سڑکوں اور ریلوے کے گھٹتے بڑھتے حصے کا موازنہ ظاہر کرتا ہے۔



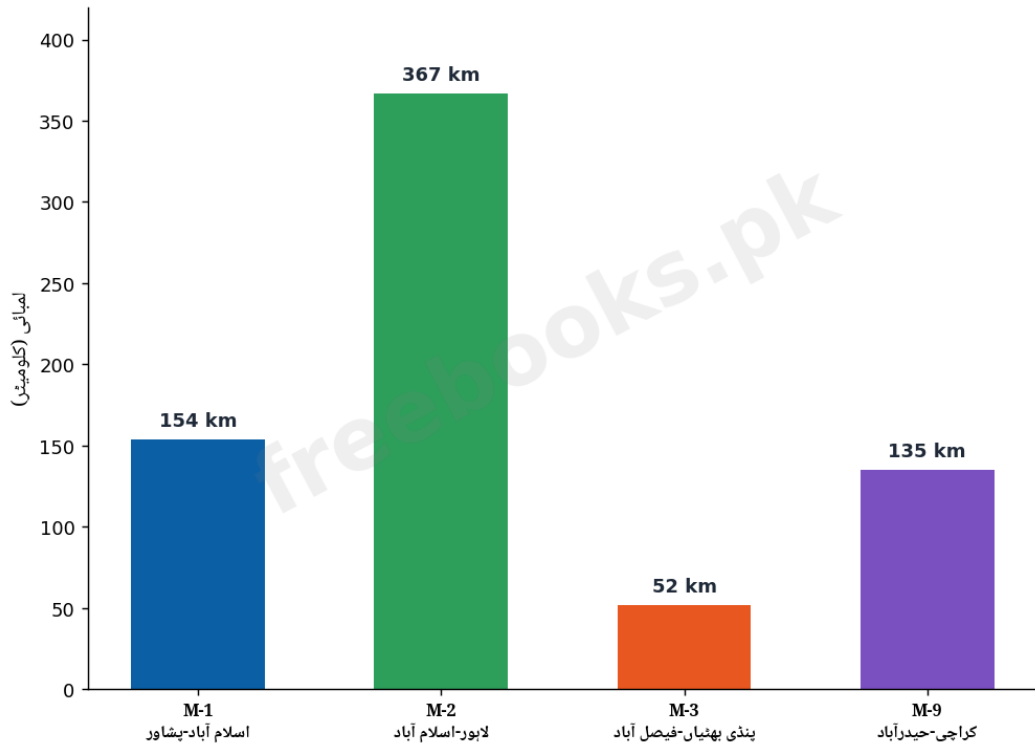
ذرائع آمدورفت میں سڑکوں اور ریلوے کا حصہ



ذرائع آمدورفت میں سڑکوں اور ریلوے کا حصہ

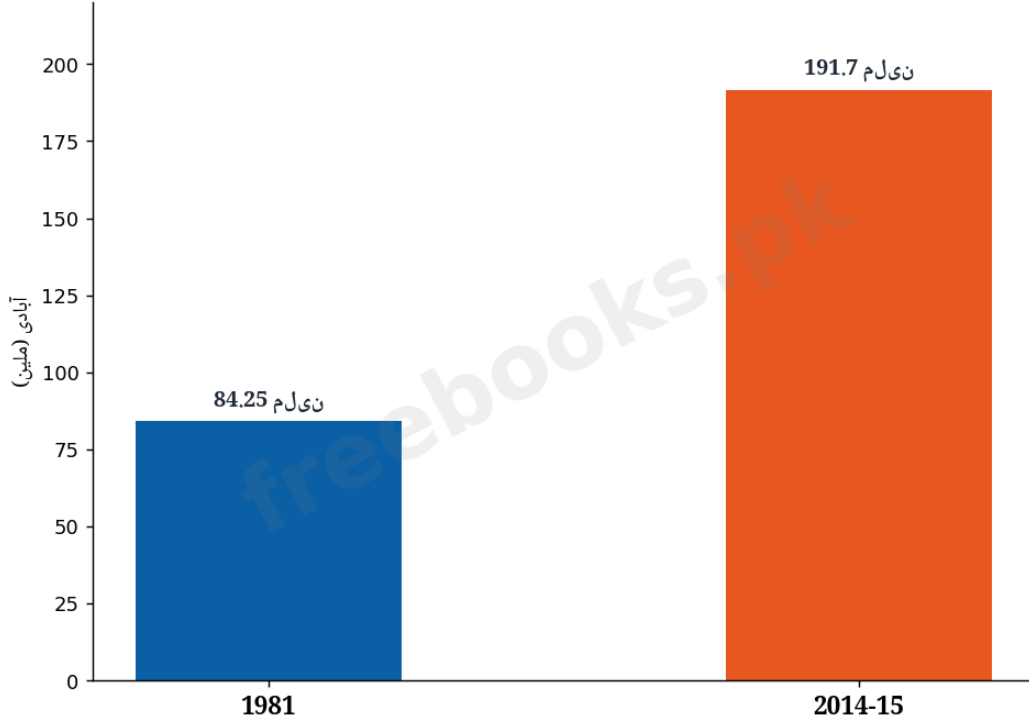
پاکستان کے موٹرویز کی لمبائی: ایک بار چارٹ جو پاکستان کے چار بڑے موٹرویز (M-1، M-2، M-3، M-9) کی لمبائی کلومیٹر میں ظاہر کرتا ہے۔

پاکستان کے موٹرویز کی لمبائی (کلومیٹر)



پاکستان کی آبادی میں اضافہ کا رجحان: ایک بار چارٹ جو 1981 اور 2014-15 کے درمیان پاکستان کی آبادی میں اضافے کا رجحان ملین میں ظاہر کرتا ہے۔

پاکستان کی آبادی میں اضافہ کا رجحان



سالانہ شرح اضافہ: 1.92 فیصد

پاکستان کی آبادی میں اضافہ کا رجحان

مختصر سوالات و جوابات

سوال 1: ذرائع مواصلات کی اہمیت بیان کریں۔

جواب: ذرائع مواصلات پیداواری مصارف میں کمی، تجارت میں اضافہ، دور دراز علاقوں سے رابطہ اور محنت کی حرکت پذیری میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

سوال 2: خشک گودی سے کیا مراد ہے؟

جواب: خشک گودی بندرگاہوں سے دور علاقوں میں قائم ایسی سہولت ہے جو تاجروں کو درآمد و برآمد میں مدد فراہم کرتی ہے، مثلاً لاہور ڈرائی پورٹ (1973)۔



سوال 3: موٹرویز کے قیام کے تین مقاصد لکھیں۔

جواب: معاشی ترقی کے لیے مربوط بنیادی ڈھانچے کی فراہمی، تجارتی سرگرمیوں کا فروغ، اور کم ترقی یافتہ علاقوں تک رسائی موٹرویز کے قیام کے اہم مقاصد ہیں۔

سوال 4: بے روزگاری کی تعریف کریں۔

جواب: بے روزگاری سے مراد وہ تمام افراد ہیں جو کام کرنے کے اہل اور خواہش مند ہوں مگر انہیں اجرت پر کام میسر نہ ہو۔

سوال 5: نیم بے روزگاری کیا ہے؟

جواب: نیم بے روزگاری سے مراد ایسے افراد ہیں جو اپنی صلاحیت سے کم درجے کا کام کر رہے ہوں، جیسے ایم اے پاس شخص کا کلرک کی حیثیت سے کام کرنا۔

سوال 6: ذہانت کے انخلا (Brain Drain) سے کیا مراد ہے؟

جواب: ذہانت کا انخلا سے مراد ہنرمند اور تربیت یافتہ افراد کی بہتر روزگار کے مواقع کی تلاش میں بیرون ملک منتقلی ہے۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سوال 1: پاکستان میں ذرائع مواصلات کی اہمیت اور اس کے شعبے (سڑکیں، ریلوے، موٹرویز) کے مسائل تفصیل سے بیان کریں۔

ذرائع مواصلات اور آمدورفت کسی ملک کی معاشی ترقی میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں: ان کی بہتری سے پیداواری مصارف میں کمی، تجارت میں اضافہ، دور دراز علاقوں سے رابطہ پیداوار میں اضافہ، محنت کی حرکت پذیری، انسانی ذرائع کی ترقی، اور دفاع و امن و امان کی بہتری جیسے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ پاکستان میں سفر کرنے والے تقریباً 92 فیصد افراد سڑکوں کے ذریعے سفر کرتے ہیں اور 56 فیصد اشیاء کی نقل و حمل بھی اسی ذریعے سے ہوتی ہے۔ پاکستان میں سڑکوں کی کل لمبائی تقریباً 2,59,463 کلومیٹر ہے، جن کی تعمیر و بحالی نیشنل ہائی وے اتھارٹی (NHA) کے سپرد ہے۔ قیام پاکستان کے وقت ریلوے مسافروں اور سامان کی نقل و حمل کا سب سے بڑا ذریعہ تھا، جب تقریباً 70 فیصد مسافر ریلوے استعمال کرتے تھے، مگر وقت کے ساتھ روڈ ٹرانسپورٹ کے فروغ کے باعث یہ حصہ کم ہو کر صرف 9 فیصد اور سامان کی نقل و حمل میں حصہ 45 فیصد سے کم ہو کر 2.4 فیصد رہ گیا۔



پاکستان ریلوے 1971-72 تک منافع بخش ادارہ تھا مگر اس کے بعد کرپشن، غیر منافع بخش روٹس اور حکومتی مداخلت جیسے مسائل کے باعث مسلسل خسارے کا شکار ہے۔ ان مسائل پر قابو پانے کے لیے ریزرویشن نظام کو کمپیوٹرائزڈ کیا گیا اور نئی ٹیکنالوجی درآمد کی گئی۔ بڑھتی ہوئی تجارتی سرگرمیوں اور وسط ایشیا تک رسائی کی ضرورت کے پیش نظر پاکستان میں موٹرویز (M-1 سے M-9 تک) بنائے گئے، جن کا مقصد بنیادی ڈھانچے کی فراہمی، تجارتی سرگرمیوں کا فروغ، اور کم ترقی یافتہ علاقوں تک رسائی ہے۔

سوال 2: پاکستان میں بے روزگاری کی وجوہات تفصیل سے بیان کریں اور اس کے حل کے لیے اقدامات تجویز کریں۔

پاکستان میں افرادی قوت تقریباً 60.09 ملین ہے، جن میں سے تقریباً 3.58 ملین افراد بے روزگار اور 3.34 ملین نیم بے روزگار ہیں۔ بے روزگاری کی اہم وجوہات میں سب سے پہلے آبادی میں تیز اضافہ شامل ہے، جہاں 1.92 فیصد سالانہ شرح سے افرادی قوت میں اضافہ ہوتا ہے مگر روزگار کے مواقع اسی رفتار سے پیدا نہیں ہوتے۔ دوسری وجہ سرمایہ کاری میں کم اضافہ ہے، کیونکہ پاکستان میں بچتوں کی شرح پست ہے جس سے نئے کاروبار اور منصوبے کم بنتے ہیں۔ تیسری وجہ روزگار کے محدود مواقع ہیں، خصوصاً زرعی شعبے میں مشینوں کے بڑھتے استعمال کے باعث۔ چوتھی وجہ ذہانت کا انخلا (Brain Drain) ہے، جس میں تربیت یافتہ اور تجربہ کار افراد بہتر مواقع کی تلاش میں بیرون ملک منتقل ہو جاتے ہیں۔ پانچویں وجہ مشینوں کا بڑھتا استعمال ہے جس سے مزدوروں کی طلب کم ہوتی ہے، اور چھٹی وجہ سیاسی عدم استحکام ہے جس کی وجہ سے حکومتی پالیسیوں میں تسلسل برقرار نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ موسمی بے روزگاری بھی ایک اہم مسئلہ ہے، جو موسم کی تبدیلی کے باعث بعض کارخانوں کے عارضی بند ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ ان مسائل کے حل کے لیے آبادی کی مناسب منصوبہ بندی، صنعتی منصوبہ بندی تاکہ لوگ ایک شعبے سے فارغ ہو کر دوسرے میں مشغول ہو سکیں، دولت کی مساویانہ تقسیم، بچتوں اور سرمایہ کاری میں اضافے کی حوصلہ افزائی، اور نئے ترقیاتی منصوبوں (سڑکوں، ڈیموں، رہائشی منصوبوں) پر کام جیسے اقدامات تجویز کیے جاتے ہیں تاکہ روزگار کے نئے مواقع پیدا ہو سکیں۔

معروضی سوالات (MCQs)

1. پاکستان میں کتنے فیصد مسافر سڑکوں کے ذریعے سفر کرتے ہیں؟



(الف) 56% (ب) 70% (ج) 92% (د) 45%

درست جواب: (ج) 92%۔ پاکستان میں تقریباً 92 فیصد مسافر سڑکوں اور شاہراہوں کے ذریعے سفر کرتے ہیں۔

2. پاکستان میں سڑکوں کی تعمیر و بحالی کی ذمہ داری کس ادارے پر ہے؟

(الف) پلاننگ کمیشن (ب) نیشنل ہائی وے اتھارٹی (NHA) (ج) پاکستان ریلوے (PSEB) (د)

درست جواب: (ب) نیشنل ہائی وے اتھارٹی (NHA)۔ پاکستان میں سڑکوں کی تعمیر و بحالی کی ذمہ داری نیشنل ہائی وے اتھارٹی (NHA) کے سپرد ہے۔

3. قیام پاکستان کے وقت کتنے فیصد مسافر ریلوے استعمال کرتے تھے؟

(الف) 30% (ب) 50% (ج) 70% (د) 92%

درست جواب: (ج) 70%۔ قیام پاکستان کے وقت تقریباً 70 فیصد مسافر ریلوے کے ذریعے سفر کرتے تھے۔

4. پہلی خشک گودی کب اور کہاں قائم ہوئی؟

(الف) 1973 لاہور (ب) 1984 حیدر آباد (ج) 1985 سیالکوٹ (د) 1986 ملتان

درست جواب: (الف) 1973 لاہور۔ سب سے پہلی خشک گودی 1973 میں لاہور میں قائم کی گئی۔

5. پاکستان سافٹ ویئر ایکسپورٹ بورڈ کا مخفف کیا ہے؟

(الف) NHA (ب) NLC (ج) PSEB (د) NLA

درست جواب: (ج) PSEB۔ پاکستان سافٹ ویئر ایکسپورٹ بورڈ کا مخفف PSEB ہے۔

6. لاہور-اسلام آباد موٹروے (M-2) کی لمبائی کتنی ہے؟

(الف) 154 کلومیٹر (ب) 367 کلومیٹر (ج) 52 کلومیٹر (د) 135 کلومیٹر

درست جواب: (ب) 367 کلومیٹر۔ لاہور-اسلام آباد موٹروے (M-2) 367 کلومیٹر طویل ہے۔

7. محنت کی حرکت پذیری کی کتنی اقسام بیان کی گئی ہیں؟

(الف) تین (ب) چار (ج) پانچ (د) چھ

درست جواب: (ج) پانچ۔ محنت کی حرکت پذیری کی پانچ اقسام ہیں: پیشہ وارانہ، جغرافیائی، معاشرتی، افقی اور

عمودی۔



8. 1981 میں پاکستان کی آبادی کتنی تھی؟

(الف) 84.25 ملین (ب) 120 ملین (ج) 150 ملین (د) 191.7 ملین
درست جواب: (الف) 84.25 ملین۔ 1981 کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی آبادی 84.25 ملین تھی۔

9. پاکستان میں افرادی قوت تقریباً کتنی ہے؟

(الف) 45 ملین (ب) 60.09 ملین (ج) 80 ملین (د) 100 ملین
درست جواب: (ب) 60.09 ملین۔ پاکستان میں افرادی قوت تقریباً 60.09 ملین ہے۔

10. پاکستان میں آبادی میں اضافہ کی سالانہ شرح کتنی ہے؟

(الف) 1.2% (ب) 1.92% (ج) 2.3% (د) 3.0%
درست جواب: (ب) 1.92%۔ پاکستان میں آبادی میں سالانہ 1.92 فیصد کی شرح سے اضافہ ہو رہا ہے۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- ذرائع مواصلات کی اہمیت: مصارف میں کمی، تجارت میں اضافہ، دور دراز علاقوں سے رابطہ، محنت کی حرکت پذیری، انسانی ذرائع کی ترقی۔
- سڑکیں: 92% مسافر، 56% سامان؛ کل لمبائی 2,59,463 کلومیٹر؛ ذمہ دار ادارہ NHA۔
- ریلوے کا زوال: مسافر 70% → 9%؛ سامان 45% → 2.4%؛ روٹ 7,791 کلومیٹر؛ مسائل: کرپشن، غیر منافع بخش روٹس۔
- خشک گودیاں: لاہور (1973)، حیدر آباد (1984)، سیالکوٹ (1985)، ملتان و پشاور (1986)۔
- موٹرویز: M-9 (135km)، M-3 (52km)، M-2 (367km)، M-1 (154km)۔ مقاصد: ڈھانچہ، تجارت، رسائی۔
- آبادی: 84.25 ملین (1981) → 191.7 ملین (2014-15)، شرح 1.92%۔ افرادی قوت 60.09 ملین، بے روزگار 3.58 ملین۔ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے۔



- ذرائع مواصلات کی دس اہمیت کو مختصر کلیدی الفاظ میں یاد رکھیں تاکہ تفصیلی سوال میں مکمل جواب دیا جاسکے۔
- سڑکوں اور ریلوے کے فیصد اعداد و شمار (92% بمقابلہ 9%) کا موازنہ یاد رکھیں۔ یہ اکثر معروضی سوالات میں پوچھا جاتا ہے۔
- چاروں موٹرویز (M-1، M-2، M-3، M-9) کی لمبائی اور لاگت کو ترتیب سے یاد رکھیں۔
- محنت کی حرکت پذیری کی پانچ اقسام کو مثالوں کے ساتھ یاد رکھیں تاکہ امتحان میں فرق واضح کیا جاسکے۔
- بے روزگاری کی وجوہات اور حل کو الگ الگ فہرست میں یاد رکھیں تاکہ تفصیلی سوال میں دونوں پہلو بیان کیے جاسکیں۔



Freebooks.pk

مفت نوٹس • پرانے پرچہ جات • رہنما کتب

ICOM دوم سال معاشیات — پنجاب بورڈ (اردو میڈیم)

باب 10

پاکستان کا بنکاری نظام

(Banking System of Pakistan)

کلیدی تصورات • تعریفات • مختصر و تفصیلی سوالات • معروضی سوالات • خاکہ جات • امتحانی نکات

© freebooks.pk — اصل تعلیمی مواد



یہ نوٹس پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ (PCTB) کے تحت انٹرمیڈیٹ (ICOM، جماعت 12) معاشیات کے نصاب کے باب دہم، پاکستان کا بنکاری نظام پر مبنی ہیں۔ کسی بھی ملک کی اقتصادی ترقی کا انحصار فعال اور مستحکم بنکاری نظام پر ہوتا ہے کیونکہ مالیاتی ادارے لوگوں کی بچتوں کو یکجا کر کے سرمایہ کاری کو فروغ دیتے ہیں۔

اس باب میں تجارتی بنکوں کے قومیانے کا عمل، نیشنل بنک آف پاکستان، زرعی و صنعتی ترقیاتی بنکوں، معاشی ترقی میں تجارتی بنکوں اور سیٹلٹ بنک کے کردار، بازار زر و بازار سرمایہ، ای کامرس، اور افراط زر کے اسباب و تدارک تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ یہ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے ہیں۔

تعلیمی مقاصد

- پاکستان میں تجارتی بنکوں کے قومیانے کے عمل کی وضاحت کریں۔
- نیشنل بنک، زرعی ترقیاتی بنک اور صنعتی ترقیاتی بنک کے فرائض بیان کریں۔
- معاشی ترقی میں تجارتی بنکوں کے کردار کی وضاحت کریں۔
- معاشی ترقی میں سیٹلٹ بنک آف پاکستان کے کردار کو بیان کریں۔
- بازار زر، بازار سرمایہ اور ای کامرس کے تصورات کی وضاحت کریں۔
- افراط زر کی اقسام، اسباب اور کنٹرول کے اقدامات بیان کریں۔

کلیدی تصورات

تجارتی بنک اور قومیانے کا عمل

تجارتی بنک ملکی تجارت، صنعت و حرفت کی ترقی اور معاشی سرگرمیوں کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ لوگوں سے رقوم مختلف حسابات میں وصول کر کے انہیں منافع دیتے ہیں اور یہی رقوم ضرورت مند تاجروں کو قرض دے کر منافع کماتے ہیں۔ پاکستان میں 1973 سے پہلے تجارتی بنکوں کی تعداد 23 تھی، جن میں سے 15 پاکستانی اور باقی غیر ملکی تھے۔



حکومت پاکستان نے بینک قومیا نے کے آرڈیننس 1974 کے تحت ملک کے تمام چھوٹے بینکوں کو پانچ بڑے بینکوں میں ضم کر دیا: نیشنل بینک آف پاکستان، حبیب بینک لمیٹڈ، مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ، الائیڈ بینک لمیٹڈ اور یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ۔ غیر ملکی بینکوں اور کوآپریٹو بینکوں کو قومی تحویل میں نہیں لیا گیا۔

نیشنل بینک آف پاکستان

نیشنل بینک آف پاکستان 8 نومبر 1949 کو ایک آرڈیننس کے تحت وجود میں آیا اور 20 نومبر 1949 سے باقاعدہ کام شروع کیا۔ ابتدا میں اس کا فرض کلیدی زرعی اجناس (کپاس، گندم) کی خرید و فروخت تھا، مگر 1950 سے یہ عام تجارتی بینک کی طرح کام کر رہا ہے۔ قیام کے وقت اس کا منظور شدہ سرمایہ 6 کروڑ روپے اور ادا شدہ سرمایہ 3 کروڑ روپے تھا۔

نیشنل بینک کے اہم فرائض میں لوگوں کی امانتیں وصول کرنا، حکومت کے لیے مالیاتی وصولیاں و ادائیگیاں کرنا، تیل الایجاد اور طویل الایجاد قرضے فراہم کرنا، لاکر کی سہولت دینا، صنعت و زراعت کو مالی معاونت دینا، اور زرمبادلہ کا کاروبار کرنا شامل ہیں۔ یہ ملک کا سب سے بڑا تجارتی بینک ہے جس کی زیادہ امانتیں اور قرضوں کا حجم دیگر بینکوں سے زیادہ ہے۔

زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ

فروری 1961 میں دو مالیاتی اداروں (زرعی ترقی کی مالیاتی کارپوریشن اور پاکستان زرعی بینک) کو ضم کر کے زرعی ترقیاتی بینک آف پاکستان قائم کیا گیا۔ یہ بینک کسانوں کو تین طرح کے قرضے فراہم کرتا ہے: قلیل المیعاد (6 ماہ سے 8 ماہ، بیج و کھاد کے لیے)، درمیانی مدت (ڈیڑھ سے 5 سال، زرعی آلات کے لیے)، اور طویل المیعاد (5 سے 10 سال، ٹریکٹر و گودام کی تعمیر کے لیے)۔

زرعی ترقیاتی بینک نے تقریباً 32 ارب روپے کے قرضے تقریباً 5 لاکھ کسانوں کو جاری کر رکھے ہیں اور ملک بھر میں تقریباً 200 برانچیں زرعی ترقی کے لیے کام کر رہی ہیں۔ یہ بینک ماڈل ویلج سکیم، دیہی بینک سکیم اور کمپیوٹرو انٹرنیٹ کے ذریعے کسانوں کو معلومات فراہم کرنے جیسی خدمات بھی سرانجام دیتا ہے۔



صنعتی ترقیاتی بینک آف پاکستان

1949 میں قائم صنعتی مالیاتی کارپوریشن مالی وسائل کے فقدان کا مسئلہ حل نہ کر سکی، لہذا اگست 1961 میں اسے صنعتی ترقیاتی بینک آف پاکستان کا نام دیا گیا۔ یہ بینک نئی صنعتوں کے قیام کے لیے قلیل و طویل المیعاد قرضے فراہم کرتا ہے، خصوصاً چھوٹی و درمیانی نجی صنعتوں (انجینئرنگ، کیمیائی کھاد، ٹیکسٹائل وغیرہ) کو۔

یہ بینک پسماندہ علاقوں کی صنعتوں کو زیادہ آسان شرائط پر قرضے دیتا ہے تاکہ متوازن معاشی ترقی ہو، برآمدی صنعتوں کو ترجیحی قرضے فراہم کرتا ہے، اور کاروباری یونٹوں میں براہ راست سرمایہ کاری بھی کرتا ہے۔ اس بینک نے اب تک تقریباً 9 ارب روپے کے قرضے جاری کر رکھے ہیں جس سے کئی نئی صنعتیں قائم ہوئیں۔

معاشی ترقی میں تجارتی بینکوں کا کردار

تجارتی بینک کسی ملک کی معاشی ترقی میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں: وہ لوگوں کی بچتوں کو یکجا کر کے سرمایہ کی تشکیل کرتے ہیں، سرمائے کی نقل و حرکت کو ممکن بناتے ہیں، بچت کے جذبے کو فروغ دیتے ہیں، اور صنعتی و زرعی ترقی کے لیے آسان قرضے فراہم کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ بینک بین الاقوامی تجارت کے لیے زرمبادلہ فراہم کرتے ہیں، رقوم کی منتقلی میں مدد دیتے ہیں، مکانات کی تعمیر کے لیے طویل المیعاد قرضے دیتے ہیں، افراط زر و تفریط زر کو کنٹرول کرنے میں مددگار ہوتے ہیں، زکوٰۃ کی وصولی و تقسیم کرتے ہیں، اور روزگار کے نئے مواقع پیدا کر کے ملک کی مجموعی پیداوار میں اضافہ کرتے ہیں۔

معاشی ترقی میں سٹیٹ بینک کا کردار

سٹیٹ بینک آف پاکستان یکم جولائی 1948 کو قائم ہوا اور اس نے کمزور بنکاری نظام کی تعمیر نو، بینکوں کے عملے کی تربیت، اور بازار سرمایہ کی تشکیل (کراچی سٹاک ایکسچینج 1949، لاہور سٹاک ایکسچینج 1971، اسلام آباد سٹاک ایکسچینج) میں اہم کردار ادا کیا۔ زرعی شعبے کی ترقی کے لیے اس نے زرعی ترقیاتی بینک قائم کیا، جس کا GDP میں حصہ 21.4 فیصد اور لیبر فورس میں حصہ 45 فیصد ہے۔

سٹیٹ بینک نے کئی خصوصی مالیاتی ادارے (HBFC، پاکستان صنعتی قرضہ و سرمایہ کاری کارپوریشن) قائم کیے، بچتوں کی حوصلہ افزائی کی، قرضوں کی متوازن تقسیم کی پالیسی بنائی، شرح بینک میں تبدیلی کے ذریعے افراط زر و



تفریط زر کو کنٹرول کیا، برآمدات کی افزائش کے لیے ایکسپورٹ فنانس سکیمیں شروع کیں، حکومت کو مالیات فراہم کیں، اور اسلامی بنکاری کے فروغ میں بھی کردار ادا کیا۔

بازار زر، بازار سرمایہ اور ای کامرس

بازار زر سے مراد وہ بازار ہے جہاں قلیل المدت قرضے جاری کیے جاتے ہیں، جس میں سٹیٹ بینک، تجارتی بینک، امداد باہمی کے بینک اور بیمہ کمپنیاں شامل ہیں۔ اس کے برعکس بازار سرمایہ میں طویل المیعاد قرضے اور کمپنیوں کے حصص و بانڈز کی خرید و فروخت ہوتی ہے، جس کا سب سے اہم ادارہ سٹاک ایکسچینج ہے۔

ای کامرس سے مراد مالی لین دین کے لیے انٹرنیٹ کا استعمال ہے۔ اس کے ذریعے اکاؤنٹ ہولڈر اپنا بیلنس دیکھ سکتا ہے، رقم منتقل کر سکتا ہے، آن لائن خریداری کر سکتا ہے، اور بلوں کی ادائیگی کر سکتا ہے۔ ای کامرس نے کاروبار کو تیز، آسان اور بین الاقوامی سطح پر قابل رسائی بنا دیا ہے۔

افراط زر: تصور اور اقسام

افراط زر سے مراد قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہے، جو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اشیاء کی مقدار کے مقابلے میں زر کی مقدار بڑھ جائے۔ پروفیسر کینز کے مطابق جب اشیاء و خدمات کی پیداوار کی نسبت قیمتوں میں بڑھنے کا رجحان پایا جائے تو یہ افراط زر کہلاتا ہے۔

افراط زر کی دو اہم اقسام ہیں: طلب کے کھینچاؤ کا افراط زر (Demand Pull Inflation)، جو آبادی میں اضافے یا فیشن کی تبدیلی سے طلب بڑھنے پر پیدا ہوتا ہے (اس میں خزانہ افراط زر اور تیز سرپٹ افراط زر شامل ہیں)، اور مصارف پیدا نش میں بڑھوتری کا افراط زر (Cost Push Inflation)، جو خام مال اور مزدوروں کی اجرتوں میں اضافے سے پیدا ہوتا ہے۔

پاکستان میں افراط زر کے اسباب اور کنٹرول کے اقدامات

پاکستان میں افراط زر کے اہم اسباب میں زر کی مقدار میں اضافہ، تمویل خسارہ کی پالیسی، دفاعی اخراجات و سود کی ادائیگی، آبادی میں اضافہ، ناموافق موسمی حالات، روپے کی قدر میں کمی، بین الاقوامی سطح پر قیمتوں میں اضافہ، تیل کی قیمتوں میں اضافہ، اسمگلنگ و ذخیرہ اندوزی، اور صرفی معاشرہ شامل ہیں۔



افراطِ زر پر قابو پانے کے لیے سرکاری اخراجات میں کمی، پیداوار میں اضافہ، تمویل خسارہ میں کمی، بچتوں کی حوصلہ افزائی، ذخیرہ اندوزی کی روک تھام، شرحِ بنک میں تبدیلی، ٹیکسوں کی شرح میں اضافہ، آبادی پر کنٹرول، اور برآمدات میں اضافہ جیسے اقدامات تجویز کیے جاتے ہیں۔

اہم تعریفات

اصطلاح	تعریف
افراطِ زر (Inflation)	قیمتوں میں مسلسل اضافہ، جو اشیاء کی مقدار کے مقابلے میں زر کی مقدار بڑھنے سے پیدا ہوتا ہے۔
طلب کے کھینچاؤ کا افراطِ زر (Demand Pull Inflation)	جب اشیاء کی طلب بڑھ جانے کی وجہ سے قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہو۔
مصارفِ پیدائش کا افراطِ زر (Cost Push Inflation)	خام مال اور مزدوروں کی اجرتوں میں اضافے کے سبب قیمتوں میں مسلسل اضافہ۔
بازارِ زر (Money Market)	وہ بازار جہاں قلیل المدت قرضے مالیاتی ادارے جاری کرتے ہیں، جیسے تجارتی ہنڈیاں اور خزانے کی ہنڈیاں۔
بازارِ سرمایہ (Capital Market)	وہ بازار جہاں طویل المیعاد قرضے اور کمپنیوں کے حصص و بانڈز کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔
ای کامرس (E-Commerce)	مالی لین دین کے لیے انٹرنیٹ کا استعمال، جس سے خریداری اور رقم کی منتقلی آسان ہو جاتی ہے۔
خزیدہ افراطِ زر (Creeping Inflation)	قیمتوں میں معمولی مگر مسلسل اضافہ۔
تیز سرپٹ افراطِ زر (Hyper Inflation)	قیمتوں میں بہت تیزی سے اضافہ جس پر قابو پانا مشکل ہو جائے۔

اہم حقائق و فارمولے

عنوان	فارمولا / حقیقت
پاکستان میں تجارتی بنکوں کا قومیانا	

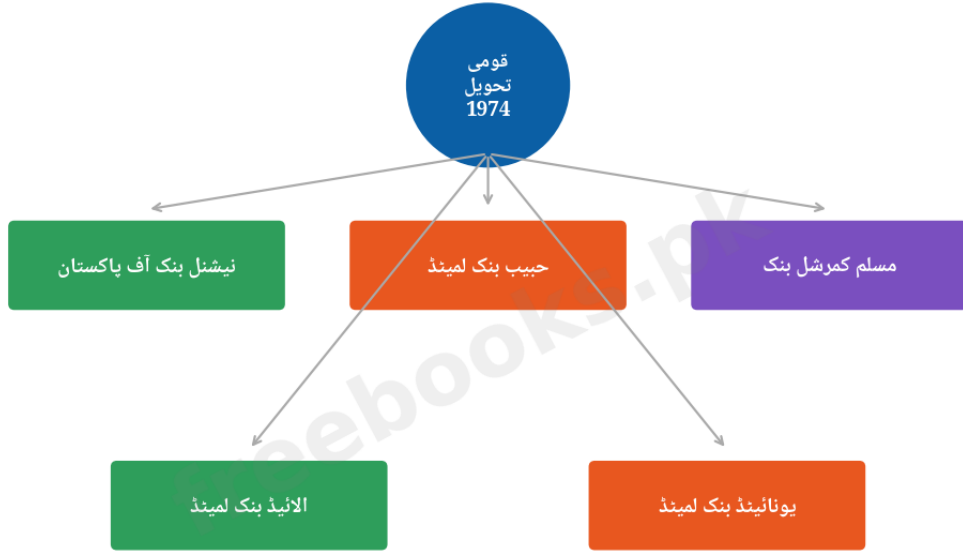


عنوان	فارمولا / حقیقت
	قومیا نے کا آرڈیننس: 1974؛ قبل ازیں بنک: 23 (15 پاکستانی، 8 غیر ملکی)؛ بعد ازاں: 5 بڑے بنک
زرعی ترقیاتی بنک کے قرضے	کل قرضے: تقریباً 32 ارب روپے؛ مستفید کسان: تقریباً 5 لاکھ؛ برانچیں: تقریباً 200
صنعتی ترقیاتی بنک کے قرضے	کل قرضے: تقریباً 9 ارب روپے (قیام: اگست 1961)
پاکستان کی سٹاک ایکسچینجز	کراچی سٹاک ایکسچینج: 1949؛ لاہور سٹاک ایکسچینج: 1971؛ اسلام آباد سٹاک ایکسچینج: بعد میں قائم
زرعی شعبے کے اعداد و شمار	GDP میں حصہ: 21.4%؛ لیبر فورس میں حصہ: 45%
زرعی ترقیاتی بنک کے قرضوں کی مدت	قلیل المیعاد: 6-8 ماہ؛ درمیانی مدت: 1.5-5 سال؛ طویل المیعاد: 5-10 سال

خاکہ جات و تصاویر

پاکستان کے پانچ قومی تحویل شدہ بنک: ایک خاکہ جو 1974 کے آرڈیننس کے تحت قومی تحویل میں لیے گئے پانچ بڑے بنکوں کو ظاہر کرتا ہے۔



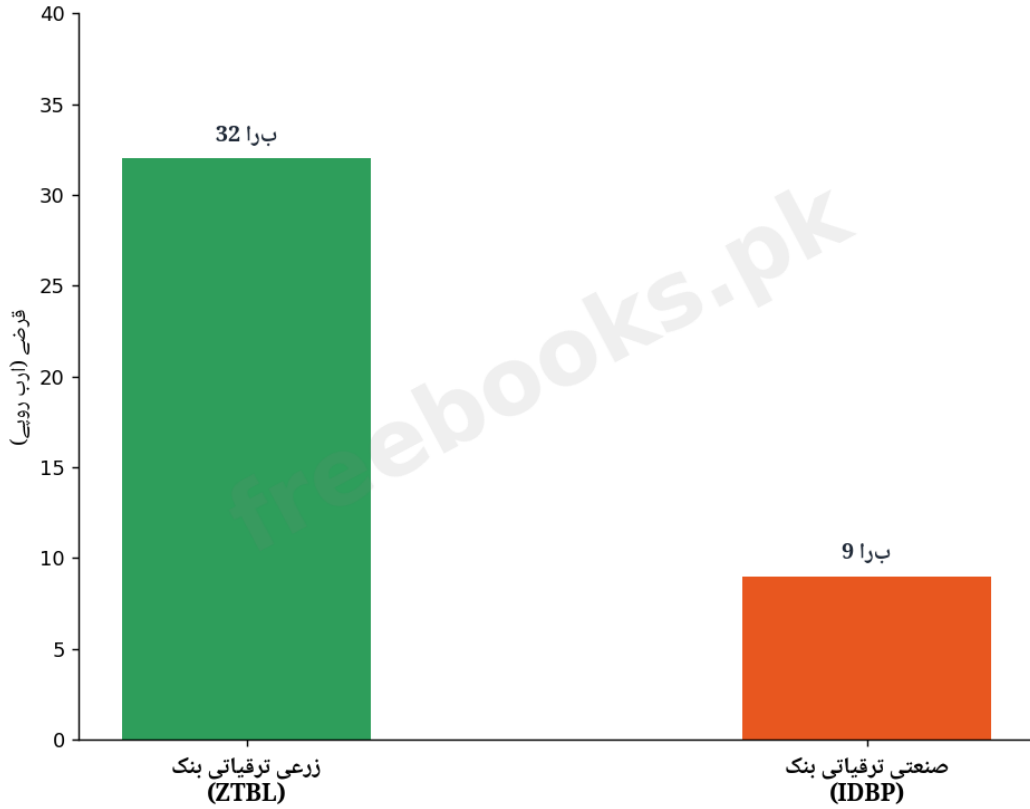


پاکستان کے پانچ قومی تحویل شدہ بنک

زرعی و صنعتی ترقیاتی بنکوں کے قرضے: ایک بار چارٹ جو زرعی ترقیاتی بنک اور صنعتی ترقیاتی بنک کے جاری کردہ قرضوں کے حجم کا موازنہ ارب روپے میں ظاہر کرتا ہے۔



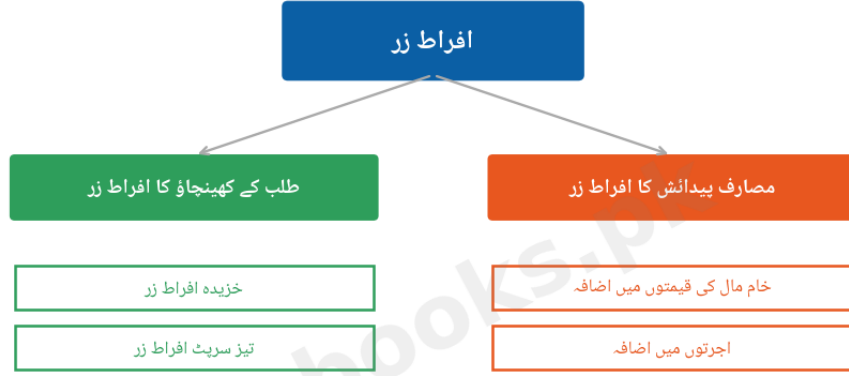
زرعی و صنعتی ترقیاتی بنکوں کے قرضے (ارب روپے)



زرعی و صنعتی ترقیاتی بنکوں کے قرضے

افراطِ زر کی اقسام: ایک درختی خاکہ جو افراطِ زر کی دو بنیادی اقسام — طلب کے کھینچاؤ اور مصارفِ پیدائش کے افراطِ زر — کو ان کی ذیلی اقسام کے ساتھ ظاہر کرتا ہے۔





مختصر سوالات و جوابات

- سوال 1: پاکستان میں بینک قومیا نے کا آرڈیننس کب جاری ہوا؟
جواب: پاکستان میں بینک قومیا نے کا آرڈیننس 1974 میں جاری ہوا، جس کے تحت تمام چھوٹے بنکوں کو پانچ بڑے بنکوں میں ضم کر دیا گیا۔
- سوال 2: نیشنل بینک آف پاکستان کب قائم ہوا؟
جواب: نیشنل بینک آف پاکستان 8 نومبر 1949 کو قائم ہوا اور 20 نومبر 1949 سے باقاعدہ کام شروع کیا۔
- سوال 3: زرعی ترقیاتی بینک کے قلیل المیعاد قرضے کس مقصد کے لیے ہیں؟
جواب: زرعی ترقیاتی بینک کے قلیل المیعاد قرضے (6 سے 8 ماہ) کسانوں کو بیج، کھاد اور ادویات کی فوری ضروریات کے لیے فراہم کیے جاتے ہیں۔
- سوال 4: بازار زر اور بازار سرمایہ میں فرق بیان کریں۔



جواب: بازارِ زر میں قلیل المدت قرضے جبکہ بازارِ سرمایہ میں طویل المیعاد قرضے اور کمپنیوں کے حصص و بانڈز کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔

سوال 5: افراطِ زر کی تعریف کریں۔

جواب: افراطِ زر سے مراد قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہے جو اشیاء کی مقدار کے مقابلے میں زر کی مقدار بڑھنے سے پیدا ہوتا ہے۔

سوال 6: طلب کے کھینچاؤ کے افراطِ زر سے کیا مراد ہے؟

جواب: جب اشیاء کی طلب بڑھ جانے کی وجہ سے قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہو تو اسے طلب کے کھینچاؤ کا افراطِ زر کہتے ہیں۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سوال 1: پاکستان میں تجارتی بنکوں کے قومیا نے کے عمل اور معاشی ترقی میں تجارتی بنکوں کے کردار پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

پاکستان میں 1973 سے پہلے تجارتی بنکوں کی تعداد 23 تھی، جن میں سے 15 پاکستانی اور باقی غیر ملکی تھے۔ حکومت پاکستان نے بنک قومیا نے کے آرڈیننس 1974 کے تحت ملک کے تمام چھوٹے بنکوں کو پانچ بڑے بنکوں — نیشنل بنک آف پاکستان، حبیب بنک لمیٹڈ، مسلم کمرشل بنک لمیٹڈ، الائیڈ بینک لمیٹڈ اور یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ — میں ضم کر دیا۔ غیر ملکی بنکوں اور کوآپریٹو بنکوں کو قومی تحویل میں نہیں لیا گیا۔ نیشنل بنک آف پاکستان، جو 8 نومبر 1949 کو قائم ہوا، ملک کا سب سے بڑا تجارتی بنک ہے جس کی امانتیں اور قرضوں کا حجم دیگر بنکوں سے زیادہ ہے۔ تجارتی بنک کسی ملک کی معاشی ترقی میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں: وہ لوگوں کی بچتوں کو یکجا کر کے سرمایہ کی تشکیل کرتے ہیں، سرمائے کی نقل و حرکت کو ممکن بناتے ہیں، اور بچت کے جذبے کو فروغ دیتے ہیں۔ صنعتی و زرعی ترقی کے لیے وہ آسان شرائط پر قرضے فراہم کرتے ہیں جس سے کسان جدید آلات اور صنعت کار جدید ٹیکنالوجی استعمال کر پاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بنک بین الاقوامی تجارت کے لیے زر مبادلہ فراہم کرتے ہیں، مکانات کی تعمیر کے لیے طویل المیعاد قرضے دیتے ہیں، افراطِ زر و تفریطِ زر کو کنٹرول کرنے میں مددگار ہوتے ہیں، زکوٰۃ کی وصولی و تقسیم کرتے ہیں، اور روزگار کے نئے مواقع پیدا کر کے ملک کی مجموعی پیداوار اور معیار زندگی میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس طرح تجارتی بنک ملک کی مجموعی معاشی ترقی میں ایک مضبوط ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔



سوال 2: معاشی ترقی میں سٹیٹ بینک آف پاکستان کے کردار پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

سٹیٹ بینک آف پاکستان یکم جولائی 1948 کو قائم ہوا اور نہایت نامساعد حالات میں اس نے پاکستان کے کمزور بنکاری نظام کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔ سب سے پہلے اس نے بنکاری نظام کی تعمیر نو کی، لائسنس جاری کر کے ملک بھر میں تجارتی بنکوں اور خصوصی مالی اداروں کا جال بچھا دیا۔ دوسرا اہم کردار بنکوں کے عملے کی تربیت ہے، جس کے لیے بینک آف پیسز ٹریننگ پروگرام شروع کیا گیا۔ تیسرا اہم کردار بازارِ سرمایہ کی تشکیل ہے جس کے تحت 1949 میں کراچی سٹاک ایکسچینج، 1971 میں لاہور سٹاک ایکسچینج، اور بعد میں اسلام آباد سٹاک ایکسچینج قائم کی گئیں۔ چوتھا کردار زرعی شعبے کی ترقی ہے، جس کے لیے سٹیٹ بینک نے زرعی ترقیاتی بینک قائم کیا اور تجارتی بنکوں کو کسانوں کے لیے آسان قرضوں کی ہدایت دی، کیونکہ زراعت کا GDP میں حصہ 21.4 فیصد اور لیبر فورس میں 45 فیصد ہے۔ سٹیٹ بینک نے HBFC اور پاکستان صنعتی قرضہ و سرمایہ کاری کارپوریشن جیسے خصوصی مالیاتی ادارے بھی قائم کیے، بچتوں کی حوصلہ افزائی کے لیے کئی سکیمیں شروع کیں، قرضوں کی متوازن تقسیم کی پالیسی بنائی تاکہ پسماندہ علاقوں کو بھی ترقی کے مواقع ملیں، اور شرح بینک میں تبدیلی کے ذریعے افراطِ زر و تفریطِ زر کو کنٹرول کیا۔ اس کے علاوہ سٹیٹ بینک نے برآمدات کی افزائش کے لیے ایکسپورٹ فنانس سکیمیں شروع کیں، حکومت کو مالی مشیر کی حیثیت سے مالیات فراہم کیں، اور اسلامی بنکاری کے فروغ میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ ان تمام اقدامات کے ذریعے سٹیٹ بینک آف پاکستان نے ملک کی معاشی ترقی کی راہ ہموار کی۔

معروضی سوالات (MCQs)

1. پاکستان میں بینک قومیا نے کا آرڈیننس کب جاری ہوا؟

(الف) 1970 (ب) 1972 (ج) 1974 (د) 1977

درست جواب: (ج) 1974۔ پاکستان میں تجارتی بنکوں کو 1974 کے آرڈیننس کے تحت قومی تحویل میں لیا گیا۔

2. قومیا نے کے بعد کتنے بڑے بینک قائم رہے؟

(الف) تین (ب) پانچ (ج) سات (د) دس

درست جواب: (ب) پانچ۔ قومیا نے کے بعد پانچ بڑے بینک قائم رہے: نیشنل بینک، حبیب بینک، مسلم کرشل بینک، الائیڈ بینک اور یونائیٹڈ بینک۔



3. نیشنل بینک آف پاکستان کب قائم ہوا؟

(الف) 1947 (ب) 1948 (ج) 1949 (د) 1961

درست جواب: (ج) 1949۔ نیشنل بینک آف پاکستان 8 نومبر 1949 کو قائم ہوا۔

4. زرعی ترقیاتی بینک کب قائم ہوا؟

(الف) 1949 (ب) 1958 (ج) 1961 (د) 1974

درست جواب: (ج) 1961۔ زرعی ترقیاتی بینک آف پاکستان فروری 1961 میں دو اداروں کو ضم کر کے قائم کیا گیا۔

5. زرعی ترقیاتی بینک نے تقریباً کتنے ارب روپے کے قرضے جاری کیے ہیں؟

(الف) 9 (ب) 20 (ج) 32 (د) 50

درست جواب: (ج) 32۔ زرعی ترقیاتی بینک نے تقریباً 32 ارب روپے کے قرضے تقریباً 5 لاکھ کسانوں کو جاری کیے ہیں۔

6. صنعتی ترقیاتی بینک آف پاکستان کب قائم ہوا؟

(الف) 1949 (ب) 1958 (ج) 1961 (د) 1965

درست جواب: (ج) 1961۔ صنعتی ترقیاتی بینک آف پاکستان اگست 1961 میں صنعتی مالیاتی کارپوریشن کی جگہ قائم کیا گیا۔

7. کراچی سٹاک ایکسچینج کب قائم ہوئی؟

(الف) 1947 (ب) 1949 (ج) 1961 (د) 1971

درست جواب: (ب) 1949۔ کراچی سٹاک ایکسچینج 1949 میں سٹیٹ بینک کی کوششوں سے قائم ہوئی۔

8. طلب بڑھنے سے پیدا ہونے والا افراطِ زر کیا کہلاتا ہے؟

(الف) Cost Push Inflation (ب) Demand Pull Inflation (ج) Deflation (د)

Stagflation

درست جواب: (ب) Demand Pull Inflation۔ طلب بڑھنے سے پیدا ہونے والا افراطِ زر Demand

Pull Inflation کہلاتا ہے۔

9. قیمتوں میں معمولی مگر مسلسل اضافہ کیا کہلاتا ہے؟



(الف) Hyper Inflation (ب) Creeping Inflation (ج) Deflation (د) Stagflation

درست جواب: (ب) Creeping Inflation - قیمتوں میں معمولی مگر مسلسل اضافہ Creeping Inflation کہلاتا ہے۔

10. زراعت کا پاکستان کی GDP میں حصہ کتنا ہے؟

(الف) 13.2% (ب) 20.9% (ج) 21.4% (د) 25.4%

درست جواب: (ج) 21.4% - زراعت کا پاکستان کی GDP میں حصہ 21.4 فیصد ہے۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

• تجارتی بنکوں کا قومیانہ آرڈیننس 1974، 23 بنکوں سے 5 بڑے بنکوں تک (NBP، HBL، MCB،

UBL، ABL)۔

• نیشنل بینک آف پاکستان: قیام 1949؛ ملک کا سب سے بڑا تجارتی بینک۔

• زرعی ترقیاتی بینک: قیام 1961؛ قرضے 32 ارب روپے؛ 5 لاکھ کسان مستفید۔ صنعتی ترقیاتی بینک: قیام

1961؛ قرضے 9 ارب روپے۔

• سیٹیٹ بینک کا کردار: بنکاری نظام کی تعمیر نو، عملے کی تربیت، بازار سرمایہ کی تشکیل (LSE، KSE 1949،

1971)، زرعی ترقی، افراط زر کنٹرول۔

• بازار زر: قلیل المدت قرضے۔ بازار سرمایہ: طویل المیعاد قرضے و حصص۔ ای کامرس: انٹرنیٹ کے

ذریعے مالی لین دین۔

• افراط زر کی اقسام: طلب کے کھینچاؤ کا افراط زر (Hyper، Creeping)؛ مصارف پیدائش کا افراط

زر۔ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے۔

امتحانی نکات

• پانچ قومی تحویل شدہ بنکوں کے نام (NBP، HBL، MCB، ABL، UBL) کو ترتیب سے یاد رکھیں۔ یہ

اکثر معروضی سوالات میں پوچھے جاتے ہیں۔

• زرعی ترقیاتی بینک کی تین قرضہ اقسام (قلیل، درمیانی، طویل المیعاد) کی مدت اور مقصد کا موازنہ یاد

رکھیں۔



- سٹیٹ بینک کے گیارہ کرداروں کو مختصر کلیدی الفاظ میں یاد رکھیں تاکہ تفصیلی سوال میں مکمل جواب دیا جاسکے۔
- بازار زر اور بازار سرمایہ کا فرق مثالوں کے ساتھ یاد رکھیں۔
- افراط زر کی دو اقسام (Demand Pull، Cost Push) اور ان کی ذیلی اقسام کو الگ الگ یاد رکھیں۔

freebooks.pk © — پاکستانی طلبہ کے لیے مفت تعلیمی نوٹس۔ اصل مواد: freebooks.pk



Freebooks.pk

مفت نوٹس • پرانے پرچہ جات • رہنما کتب

ICOM دوم سال معاشیات — پنجاب بورڈ (اردو میڈیم)

باب 11

حکومتِ پاکستان کے مالیات

(Public Finance of Pakistan)

کلیدی تصورات • تعریفات • مختصر و تفصیلی سوالات • معروضی سوالات • خاکہ جات • امتحانی نکات

© freebooks.pk — اصل تعلیمی مواد



یہ نوٹس پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ (PCTB) کے تحت انٹرمیڈیٹ (ICOM، جماعت 12) معاشیات کے نصاب کے باب یازدہم، حکومت پاکستان کے مالیات پر مبنی ہیں۔ پاکستان میں مرکزی، صوبائی اور مقامی حکومتیں 1973 کے آئین کے تحت اپنے فرائض سرانجام دیتی ہیں، جن کے لیے انہیں مالیات کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس باب میں پاکستان میں ٹیکسوں کی اقسام، مرکزی و صوبائی حکومتوں کی آمدنی کے ذرائع، NFC ایوارڈ، اخراجات کی مددات، اور نظام زکوٰۃ، عشر و انفاق فی سبیل اللہ کو بطور ذریعہ آمدن و معاشرتی انصاف تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے ہیں۔

تعلیمی مقاصد

- پاکستان میں ٹیکسوں کی اقسام (براہ راست/بالواسطہ، تناسب/متبادل/تجزیہ) بیان کریں۔
- وفاقی حکومت کی آمدنی کے ذرائع اور NFC ایوارڈ کی وضاحت کریں۔
- وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے اخراجات کی مددات بیان کریں۔
- صوبائی حکومتوں کی آمدنی کے ذرائع کی وضاحت کریں۔
- نظام زکوٰۃ اور نظام عشر کی وضاحت کریں۔
- زکوٰۃ، عشر اور انفاق فی سبیل اللہ کے معاشرتی انصاف میں کردار کو بیان کریں۔

کلیدی تصورات

پاکستان میں ٹیکسوں کی اقسام

ٹیکس حکومت کی آمدنی کا سب سے اہم ذریعہ ہے، جو شہریوں کے ذمے واجب الادا وہ رقم ہے جو وہ حکومت کی خدمات کے بدلے خزانے میں جمع کرواتے ہیں۔ پاکستان میں ٹیکس دو بنیادی اقسام میں تقسیم ہیں: براہ راست ٹیکس (انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس)، جن سے حکومت کی کل آمدنی کا 39.5 فیصد حصہ حاصل ہوتا ہے، اور بالواسطہ ٹیکس (کسٹمز ڈیوٹی، سیلز ٹیکس)، جن سے 60.5 فیصد آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ پاکستان میں ٹیکس نافذ کرنے والا سب سے بڑا ادارہ مرکزی بورڈ آف ریونیو (CBR) ہے۔



شرح ٹیکس کے لحاظ سے چار اقسام ہیں: تناسب ٹیکس (Proportional Tax) — تمام آمدنی والوں سے ایک ہی شرح؛ مترادف ٹیکس (Progressive Tax) — آمدنی بڑھنے کے ساتھ شرح میں اضافہ؛ تنزیہ ٹیکس (Regressive Tax) — آمدنی بڑھنے پر شرح میں کمی؛ اور زائد قدری ٹیکس (Value Added Tax) — پیداوار کے ہر مرحلے پر عائد ہونے والا ٹیکس۔

حکومت پاکستان کی آمدنی کے ذرائع اور NFC ایوارڈ

وفاقی حکومت کی آمدنی کے اہم ذرائع میں کسٹم ڈیوٹی (درآمدی و برآمدی محصولات)، مرکزی ایکسائز ڈیوٹی، انکم و کارپوریٹ ٹیکس، سیلز ٹیکس، گفٹ ٹیکس (1963 سے نافذ، شرح 5% تا 30%)، ویلتھ ٹیکس، اسٹیٹ ڈیوٹی (1947 سے نافذ)، ڈاک و ٹیلی فون خدمات، سود کی وصولیاں، اور املاک و کاروبار شامل ہیں۔

این ایف سی ایوارڈ 2010 کے تحت وفاقی حکومت کے قابل تقسیم محاصل میں سے ایک فیصد خیر پختو نخوا کو دہشت گردی کی جنگ کے اخراجات کے لیے، باقی رقم میں سے 56 فیصد صوبوں کو اور 44 فیصد وفاقی حکومت کو ملتا ہے۔ صوبوں میں تقسیم: پنجاب 51.74%، سندھ 24.55%، خیر پختو نخوا 14.62%، اور بلوچستان 9.09%۔

وفاقی حکومت کے اخراجات کی مددات

وفاقی حکومت کے اخراجات کی اہم مددات میں دفاع (کل محاصل کا تقریباً 17.2%)، اسلحہ و فوجی تربیت پر خرچ، سود کی ادائیگی (بیرونی قرضوں پر، مارچ 2012 میں کل بیرونی قرضہ تقریباً 60.3 ملین ڈالر)، اور نظم و نسق (تقریباً 18%)، پولیس و عدلیہ پر خرچ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ اعانت (خوردنی تیل و ضروریات زندگی پر سبسڈی)، سماجی و معاشرتی خدمات (تعلیم، صحت)، معاشی خدمات (نقل و حمل، زراعت، آبپاشی)، ترقیاتی اخراجات (سالانہ ترقیاتی پروگرام)، اور اجتماعی خدمات (سڑکیں، مواصلات) بھی وفاقی حکومت کے اخراجات کی اہم مددات ہیں۔

صوبائی حکومتوں کے ذرائع آمدن

پاکستان کی چار صوبائی حکومتوں (پنجاب، سندھ، خیر پختو نخوا، بلوچستان) کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ وفاقی حکومت کے ٹیکسوں میں 56 فیصد حصہ ہے۔ اس کے علاوہ صوبائی ایکسائز ڈیوٹی (دیسلی شراب، سینما ٹکٹ)، نظم و نسق کے محکموں کی فیس و جرمانے، مالیہ زمین، اور آبپاشی (نہری پانی کا معاوضہ) بھی اہم ذرائع ہیں۔



دیگر ذرائع میں موٹر گاڑیوں پر ٹیکس (رجسٹریشن فیس، روڈ ٹیکس)، اسٹامپ پیپر اور کورٹ فیس، حکومتی رجسٹریشن فیس، معاشرتی خدمات کے محکموں کی وصولیاں، اور متفرق ذرائع (قرضوں پر سود، تفریحی ٹیکس، پٹرول ٹیکس) شامل ہیں۔

صوبائی حکومتوں کے اخراجات کی مددات

صوبائی حکومتوں کے اخراجات کی سب سے بڑی مدد سول انتظامیہ (پولیس، عدالتیں، جیلیں) ہے۔ اس کے علاوہ دیگر محکموں کے ملازمین کی تنخواہیں اور انتظامی اخراجات بھی نمایاں حصہ رکھتے ہیں۔

صوبائی حکومتوں کو مرکزی حکومت یا دیگر اداروں سے حاصل کردہ قرضوں پر سود کی ادائیگی کرنی پڑتی ہے، اور معاشی خدمات کے محکموں (زراعت، مواصلات، صحت عامہ، سائنس کی ترقی، ریٹائرڈ ملازمین کی پنشن) پر بھی خاطر خواہ رقم خرچ کرنی پڑتی ہے۔

نظامِ زکوٰۃ

زکوٰۃ کے لغوی معنی پاکیزگی اور نشوونما کے ہیں۔ دینی اصطلاح میں زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے جو ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض ہے، جس کی ادائیگی سے ایثار، قربانی اور سخاوت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ قرآنِ پاک میں اکثر مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔

قرآنِ پاک میں زکوٰۃ کی رقم آٹھ مستحقین پر خرچ کرنے کا حکم آیا ہے: فقرا، مساکین، عاملین (زکوٰۃ اکٹھا کرنے والے)، تالیفِ قلب، فی الرقاب، غارمین (قرض دار)، فی سبیل اللہ، اور ابن السبیل۔ زکوٰۃ کا مستحکم نظام معاشرے سے غربت و افلاس کا خاتمہ کرتا ہے۔

نظامِ عشر اور انفاق فی سبیل اللہ

عشر کے لغوی معنی دسواں حصہ کے ہیں۔ فقہی اصطلاح میں عشر زرعی پیداوار کی زکوٰۃ ہے جو زمین کے مالکان ادا کرتے ہیں۔ پاکستان میں مارچ 1983 میں عشر کی وصولی کا نظام نافذ ہوا: قدرتی ذرائع سے کاشت شدہ زمین کی پیداوار کا 10 فیصد اور مصنوعی ذرائع سے آبپاشی کی جانے والی پیداوار کا 5 فیصد بطور عشر وصول کیا جاتا ہے۔



انفاق فی سبیل اللہ سے مراد اللہ کی راہ میں رضا کارانہ مالی امداد ہے، جس کا مقصد دولت کے ارتکاز کو روک کر معاشرے کے تمام افراد تک مساوی طور پر پہنچانا ہے۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے کہ نیکی اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب انسان اپنی پسندیدہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

زکوٰۃ، عشر اور انفاق فی سبیل اللہ بطور ذریعہ آمدن و معاشرتی انصاف

زکوٰۃ، عشر اور انفاق فی سبیل اللہ سے حاصل ہونے والی آمدنی حکومت کے ذرائع آمدن کا حصہ بنتی ہے اور معاشرے میں سماجی انصاف قائم کرتی ہے۔ ان کے اہم اثرات میں دولت کی منصفانہ تقسیم، غربت کا خاتمہ، بے روزگاری کا علاج، اور باہمی اخوت و بھائی چارے کا فروغ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ یہ نظام ذخیرہ اندوزی کا علاج کرتا ہے (کیونکہ ذخیرہ شدہ دولت پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے)، فضول خرچی کی حوصلہ شکنی کرتا ہے، سرمائے کی گردش میں اضافہ کرتا ہے، اور مجموعی طور پر معیشت کے پھیلاؤ اور معاشی ترقی کی رفتار کو تیز کرتا ہے۔

اہم تعریفات

اصطلاح	تعریف
ٹیکس (Tax)	شہریوں کے ذمے وہ واجب الادا رقم جو وہ حکومت کی خدمات کے بدلے خزانے میں جمع کرواتے ہیں، جس کے بدلے کوئی براہ راست مراعات نہیں ملتیں۔
براہ راست ٹیکس (Direct Tax)	وہ ٹیکس جو براہ راست فرد یا ادارے کی آمدنی یا جائیداد پر عائد ہو، جیسے انکم ٹیکس۔
بالواسطہ ٹیکس (Indirect Tax)	وہ ٹیکس جس کا بوجھ حتمی طور پر صارف پر منتقل ہو جاتا ہے، جیسے سیلز ٹیکس اور کسٹم ڈیوٹی۔
زکوٰۃ (Zakat)	ایک مالی عبادت جو ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض ہے اور مقررہ شرح سے مستحقین میں تقسیم کی جاتی ہے۔
عشر (Ushr)	زرعی پیداوار کی زکوٰۃ جو زمین کے مالکان دیتے ہیں؛ قدرتی آبپاشی پر 10% اور مصنوعی آبپاشی پر 5%۔



اصطلاح	تعریف
انفاق فی سبیل اللہ (Charity)	اللہ کی راہ میں رضا کارانہ مالی امداد جس کا مقصد دولت کی مساویانہ تقسیم ہے۔
NFC ایوارڈ (Award)	قابل تقسیم وفاقی محاصل کی وفاقی و صوبائی حکومتوں میں تقسیم کا فارمولا؛ تازہ ترین ایوارڈ 2010۔
مترادف ٹیکس (Progressive Tax)	وہ ٹیکس جس کی شرح آمدنی بڑھنے کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔

اہم حقائق و فارمولے

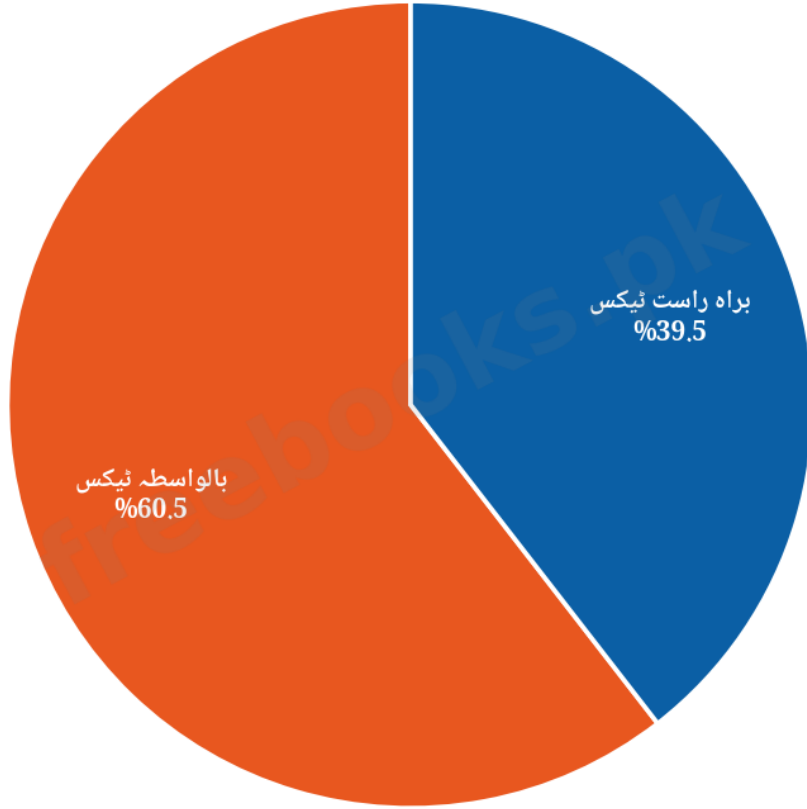
عنوان	فارمولا / حقیقت
پاکستان: براہ راست بمقابلہ بالواسطہ ٹیکس	براہ راست ٹیکس: 39.5%؛ بالواسطہ ٹیکس: 60.5%
NFC ایوارڈ 2010: صوبوں میں تقسیم	پنجاب: 51.74%؛ سندھ: 24.55%؛ خیبر پختونخوا: 14.62%؛ بلوچستان: 9.09%
وفاقی اخراجات کی مدات (فیصد)	دفاع: تقریباً 17.2%؛ نظم و نسق: تقریباً 18%
عشر کی شرح	قدرتی ذرائع سے آپاشی: 10%؛ مصنوعی ذرائع سے آپاشی: 5% (نفاذ مارچ 1983)
گفٹ ٹیکس اور اسٹیٹ ڈیوٹی	گفٹ ٹیکس: نفاذ 1963، شرح 5%-30%؛ اسٹیٹ ڈیوٹی: نفاذ 1947
صوبائی حصہ در وفاقی ٹیکس	صوبوں کا وفاقی ٹیکسوں میں حصہ: 56%؛ وفاقی حکومت کا حصہ: 44%

خاکہ جات و تصاویر

براہ راست اور بالواسطہ ٹیکس کا تناسب: ایک پانی چارٹ جو پاکستان کی کل ٹیکس آمدنی میں براہ راست اور بالواسطہ ٹیکس کے تناسب کو ظاہر کرتا ہے۔



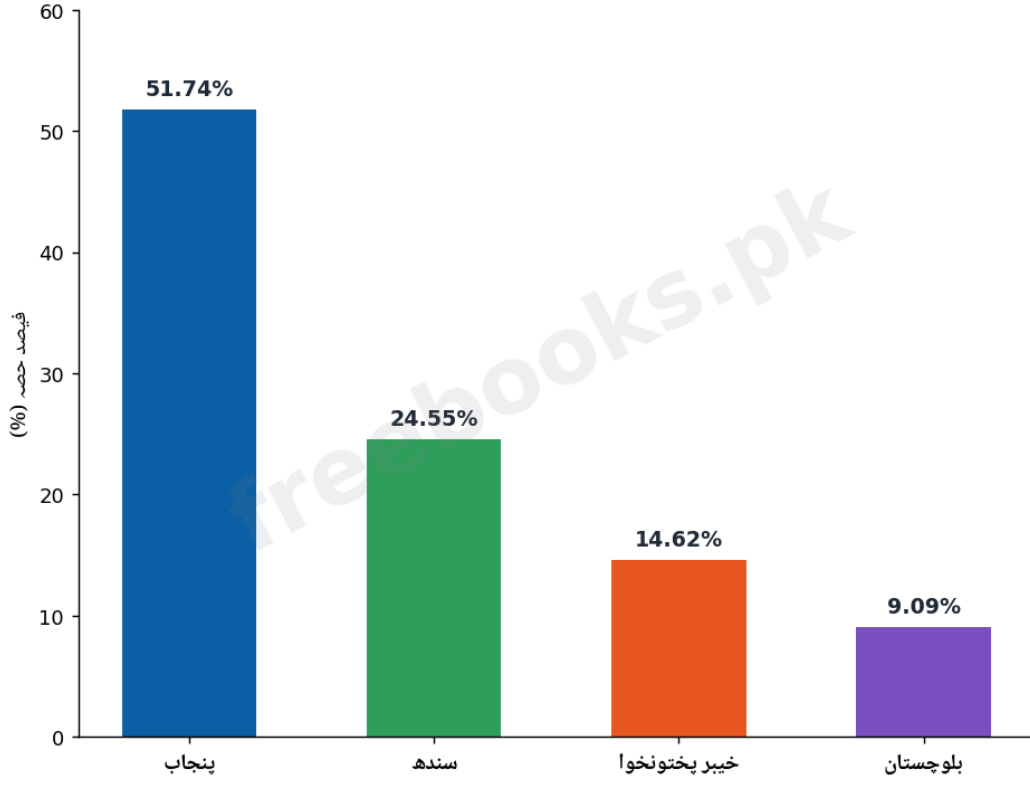
براہ راست اور بالواسطہ ٹیکس کا تناسب



براہ راست اور بالواسطہ ٹیکس کا تناسب

NFC ایوارڈ کے تحت صوبوں میں وسائل کی تقسیم: ایک بار چارٹ جو NFC ایوارڈ 2010 کے تحت چاروں صوبوں میں وسائل کی تقسیم کا فیصد ظاہر کرتا ہے۔

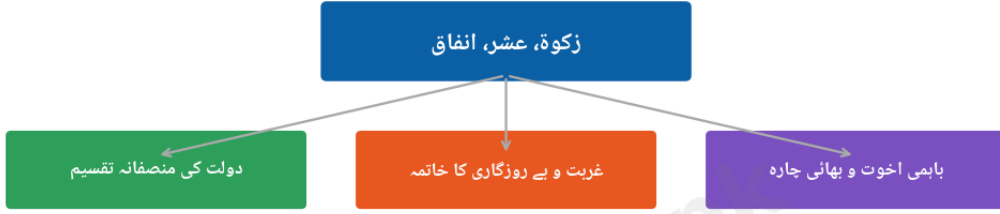




NFC ایوارڈ کے تحت صوبوں میں وسائل کی تقسیم

زکوٰۃ، عشر اور انفاق فی سبیل اللہ کے سماجی اثرات: ایک درختی خاکہ جو زکوٰۃ، عشر اور انفاق فی سبیل اللہ کے تین بڑے سماجی اثرات کو ظاہر کرتا ہے۔





اضافی اثرات: ذخیرہ اندوزی کا خاتمہ • فضول خرچی کی حوصلہ شکنی • سرمائے کی گردش میں اضافہ

زکوٰۃ، عشر اور انفاق فی سبیل اللہ کے سماجی اثرات

مختصر سوالات و جوابات

سوال 1: براہِ راست اور بالواسطہ ٹیکس میں فرق بیان کریں۔

جواب: براہِ راست ٹیکس براہِ راست آمدنی پر عائد ہوتا ہے جبکہ بالواسطہ ٹیکس کا بوجھ حتمی طور پر صارف پر منتقل ہو جاتا ہے۔

سوال 2: مترادف ٹیکس سے کیا مراد ہے؟

جواب: مترادف ٹیکس وہ ٹیکس ہے جس کی شرح آمدنی بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔

سوال 3: NFC ایوارڈ 2010 کے تحت صوبوں کو کتنا حصہ ملتا ہے؟

جواب: NFC ایوارڈ 2010 کے تحت وفاقی محاصل کا 56 فیصد صوبوں کو اور 44 فیصد وفاقی حکومت کو ملتا ہے۔

سوال 4: زکوٰۃ کے لغوی معنی کیا ہیں؟

جواب: زکوٰۃ کے لغوی معنی پاکیزگی اور نشوونما کے ہیں۔



سوال 5: عشر سے کیا مراد ہے؟

جواب: عشر زرعی پیداوار کی زکوٰۃ ہے جو زمین کے مالکان ادا کرتے ہیں؛ قدرتی آبپاشی پر 10% اور مصنوعی آبپاشی پر 5% وصول کیا جاتا ہے۔

سوال 6: پاکستان میں ٹیکس نافذ کرنے والا سب سے بڑا ادارہ کون سا ہے؟

جواب: پاکستان میں ٹیکس نافذ کرنے والا سب سے بڑا ادارہ مرکزی بورڈ آف ریونیو (CBR) ہے۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سوال 1: پاکستان میں ٹیکسوں کی اقسام اور وفاقی حکومت کی آمدنی کے ذرائع تفصیل سے بیان کریں۔

ٹیکس حکومت کی آمدنی کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ پاکستان میں ٹیکس دو بنیادی اقسام میں تقسیم ہیں: براہ راست ٹیکس (انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس)، جن سے 39.5 فیصد آمدنی حاصل ہوتی ہے، اور بالواسطہ ٹیکس (کسٹمز، سیلز ٹیکس)، جن سے 60.5 فیصد آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ شرح ٹیکس کے لحاظ سے مزید چار اقسام ہیں: تناسب ٹیکس (یکساں شرح)، مترادف ٹیکس (بڑھتی شرح)، تنزیہ ٹیکس (گھٹتی شرح)، اور زائد قدری ٹیکس (پیداوار کے ہر مرحلے پر)۔ وفاقی حکومت کی آمدنی کے اہم ذرائع میں کسٹم ڈیوٹی، مرکزی ایکسائز ڈیوٹی، انکم و کارپوریٹ ٹیکس، سیلز ٹیکس، گفٹ ٹیکس (1963 سے، شرح 5-30%)، ویلتھ ٹیکس، اسٹیٹ ڈیوٹی (1947 سے)، ڈاک و ٹیلی فون خدمات، سود کی وصولیاں اور املاک و کاروبار شامل ہیں۔ NFC ایوارڈ 2010 کے تحت وفاقی محاصل میں سے ایک فیصد خیر پختہ نخواستہ کو دہشت گردی کی جنگ کے اخراجات کے لیے دیا جاتا ہے، باقی رقم میں سے 56 فیصد صوبوں کو اور 44 فیصد وفاقی حکومت کو ملتا ہے۔ صوبوں میں تقسیم پنجاب 51.74%، سندھ 24.55%، خیر پختہ نخواستہ 14.62% اور بلوچستان 9.09% کے تناسب سے ہوتی ہے۔ اس طرح پاکستان کا ٹیکس نظام اور وسائل کی تقسیم کا فارمولا ملک کی مالی ساخت کی بنیاد ہیں۔

سوال 2: زکوٰۃ، عشر اور انفاق فی سبیل اللہ کس طرح معاشرتی انصاف قائم کرنے میں کردار ادا کرتے ہیں؟

زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے جو ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض ہے اور قرآن پاک میں آٹھ مستحقین (فقرا، مساکین، عاملین، تالیفِ قلب، فی الرقاب، غارین، فی سبیل اللہ، ابن السبیل) پر خرچ کرنے کا حکم ہے۔ عشر



زرعی پیداوار کی زکوٰۃ ہے، جو پاکستان میں مارچ 1983 سے نافذ ہے، اور قدرتی آبپاشی پر 10% جبکہ مصنوعی آبپاشی پر 5% کی شرح سے وصول کی جاتی ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ اللہ کی راہ میں رضاکارانہ مالی امداد ہے۔ یہ تینوں ذرائع حکومت کی آمدنی کا حصہ بھی بنتے ہیں اور معاشرے میں سماجی انصاف کا قیام بھی کرتے ہیں۔ ان کے اہم اثرات میں دولت کی منصفانہ تقسیم شامل ہے، جس سے امیر اور غریب طبقات کے درمیان فرق کم ہوتا ہے اور دولت کا ارتکاز ٹوٹتا ہے۔ دوسرا اثر غربت کا خاتمہ ہے، جس سے بوڑھے، نادار اور بے روزگار افراد کی کفالت ممکن ہوتی ہے۔ تیسرا اثر بے روزگاری کا علاج ہے، کیونکہ مالی امداد ملنے سے لوگ کاروبار شروع کر پاتے ہیں۔ چوتھا اثر باہمی اخوت و بھائی چارہ ہے، جس سے معاشرے میں محبت اور شکرگزاری کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ نظام ذخیرہ اندوزی کی حوصلہ شکنی کرتا ہے، فضول خرچی کو روکتا ہے، سرمائے کی گردش میں اضافہ کرتا ہے، اور مجموعی طور پر معیشت کے پھیلاؤ اور معاشی ترقی کی رفتار کو تیز کرتا ہے۔ اس طرح زکوٰۃ، عشر اور انفاق فی سبیل اللہ اسلامی معاشی نظام میں معاشرتی انصاف کے مضبوط ستون ہیں۔

معروضی سوالات (MCQs)

1. پاکستان میں براہ راست ٹیکسوں سے کتنا فیصد آمدنی حاصل ہوتی ہے؟

(الف) 25% (ب) 39.5% (ج) 60.5% (د) 75%

درست جواب: (ب) 39.5%۔ پاکستان کی کل ٹیکس آمدنی کا 39.5 فیصد براہ راست ٹیکسوں سے حاصل ہوتا ہے۔

2. آمدنی بڑھنے کے ساتھ شرح میں کمی والا ٹیکس کیا کہلاتا ہے؟

(الف) Proportional Tax (ب) Progressive Tax (ج) Regressive Tax (د) Value Added Tax

Added Tax

درست جواب: (ج) Regressive Tax۔ آمدنی بڑھنے کے ساتھ شرح میں کمی والا ٹیکس تنزیہ ٹیکس

(Regressive Tax) کہلاتا ہے۔

3. گفٹ ٹیکس پاکستان میں کب نافذ ہوا؟

(الف) 1947 (ب) 1958 (ج) 1963 (د) 1974

درست جواب: (ج) 1963۔ گفٹ ٹیکس پاکستان میں 1963 میں نافذ ہوا۔



4. NFC ایوارڈ 2010 کے تحت پنجاب کو کتنا فیصد حصہ ملتا ہے؟

(الف) 24.55% (ب) 14.62% (ج) 51.74% (د) 9.09%

درست جواب: (ج) 51.74% - NFC ایوارڈ 2010 کے تحت پنجاب کو 51.74 فیصد حصہ ملتا ہے۔

5. وفاقی حکومت کے اخراجات میں دفاع کا حصہ تقریباً کتنا ہے؟

(الف) 10% (ب) 17.2% (ج) 25% (د) 40%

درست جواب: (ب) 17.2% - وفاقی حکومت کے کل محاصل کا تقریباً 17.2 فیصد دفاع پر خرچ ہوتا ہے۔

6. مصنوعی ذرائع سے آبپاشی کی جانے والی زمین پر عشر کی شرح کیا ہے؟

(الف) 2.5% (ب) 5% (ج) 7.5% (د) 10%

درست جواب: (ب) 5% - مصنوعی ذرائع سے آبپاشی کی جانے والی زمین پر 5 فیصد عشر وصول کیا جاتا ہے۔

7. عشر کا نظام پاکستان میں کب نافذ ہوا؟

(الف) 1973 (ب) 1979 (ج) 1983 (د) 1990

درست جواب: (ج) 1983 - عشر کی وصولی کا نظام پاکستان میں مارچ 1983 میں نافذ کیا گیا۔

8. صوبے وفاقی حکومت کے ٹیکسوں میں کتنا فیصد حصہ حاصل کرتے ہیں؟

(الف) 30% (ب) 44% (ج) 56% (د) 70%

درست جواب: (ج) 56% - صوبائی حکومتیں وفاقی حکومت کے ٹیکسوں میں سے 56 فیصد حصہ حاصل کرتی

ہیں۔

9. زکوٰۃ کی رقم کتنے مستحقین پر خرچ کرنے کا حکم ہے؟

(الف) پانچ (ب) چھ (ج) سات (د) آٹھ

درست جواب: (د) آٹھ - قرآن پاک میں زکوٰۃ کی رقم آٹھ مستحقین پر خرچ کرنے کا حکم آیا ہے۔

10. اسٹیٹ ڈیوٹی ایکٹ کب نافذ ہوا؟

(الف) 1930 (ب) 1947 (ج) 1958 (د) 1963

درست جواب: (ب) 1947 - اسٹیٹ ڈیوٹی کا نفاذ پاکستان میں 1947 میں ہوا (ایکٹ 1930 میں جاری ہوا

تھا)۔



تیز نظر ثانی خلاصہ

- ٹیکس اقسام: براہ راست (39.5%) بمقابلہ بالواسطہ (60.5%)؛ شرح کے لحاظ سے: تناسب، مترادف، تنزیہ، زائد قدری۔
- وفاقی آمدنی کے ذرائع: کسٹم ڈیوٹی، ایکسائز، انکم ٹیکس، سیلز ٹیکس، گفٹ ٹیکس (1963)، ویلتھ ٹیکس، اسٹیٹ ڈیوٹی (1947)۔
- NFC ایوارڈ 2010: صوبے 56%، وفاق 44%؛ پنجاب 51.74%، سندھ 24.55%، KP 14.62%، بلوچستان 9.09%۔
- وفاقی اخراجات: دفاع 17.2%، نظم و نسق 18%، سود کی ادائیگی، اعانت، ترقیاتی اخراجات۔
- زکوٰۃ: 8 مستحقین (فقر، مساکین، عاملین، وغیرہ)۔ عشر: قدرتی 10%، مصنوعی 5% (نفاذ 1983)۔
- زکوٰۃ/عشر/انفاق کے اثرات: دولت کی تقسیم، غربت کا خاتمہ، بے روزگاری کا علاج، اخوت۔ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے۔

امتحانی نکات

- چاروں شرح ٹیکس اقسام (تناسب، مترادف، تنزیہ، زائد قدری) کی مثالوں سمیت تعریف یاد رکھیں۔
- NFC ایوارڈ 2010 میں چاروں صوبوں کے فیصد کو ترتیب سے یاد رکھیں (پنجاب < سندھ < KP < بلوچستان)۔
- وفاقی اور صوبائی اخراجات کی مدات کا فرق الگ الگ فہرست میں یاد رکھیں۔
- زکوٰۃ کے آٹھ مستحقین کی فہرست ترتیب سے یاد رکھیں۔ یہ اکثر مختصر سوالات میں پوچھی جاتی ہے۔
- زکوٰۃ، عشر اور انفاق فی سبیل اللہ کے آٹھ سماجی اثرات کو کلیدی الفاظ میں یاد رکھیں۔



Freebooks.pk

مفت نوٹس • پرانے پرچہ جات • رہنما کتب

ICOM دوم سال معاشیات — پنجاب بورڈ (اردو میڈیم)

باب 12

پاکستان کی تجارتِ خارجہ

(Foreign Trade of Pakistan)

کلیدی تصورات • تعریفات • مختصر و تفصیلی سوالات • معروضی سوالات • خاکہ جات • امتحانی نکات

© freebooks.pk — اصل تعلیمی مواد



یہ نوٹس پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ (PCTB) کے تحت انٹر میڈیٹ (ICOM، جماعت 12) معاشیات کے نصاب کے باب دو از دہم، پاکستان کی تجارتِ خارجہ پر مبنی ہیں۔ کوئی بھی ملک اپنی تمام ضروریات خود پوری نہیں کر سکتا، اس لیے بین الاقوامی تجارت ہر ملک کی معاشی ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔

اس باب میں پاکستان کی اہم برآمدات و درآمدات، توازنِ ادائیگی، اس میں خرابی کے اسباب، علاقائی و بین الاقوامی تنظیموں (ECO، SAARC، WTO) کے کردار، اور بیرونی شرح مبادلہ کی اقسام تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ یہ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے ہیں۔

تعلیمی مقاصد

- پاکستان کے لیے تجارتِ خارجہ کی اہمیت بیان کریں۔
- پاکستان کی اہم برآمدات اور درآمدات کی وضاحت کریں۔
- توازنِ ادائیگی کے تصور اور اس میں خرابی کے اسباب بیان کریں۔
- ECO، SAARC اور WTO کے قیام و مقاصد کی وضاحت کریں۔
- WTO کے پاکستان پر اثرات کا تجزیہ کریں۔
- بیرونی شرح مبادلہ کی اقسام اور پاکستان کے تجربے کی وضاحت کریں۔

کلیدی تصورات

تجارتِ خارجہ کی اہمیت اور پاکستان کی اہم برآمدات

کوئی بھی ملک اپنی ضرورت کی تمام اشیاء خود تیار نہیں کر سکتا، اس لیے ممالک آپس میں تجارت کرتے ہیں۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کے لیے تجارتِ خارجہ کئی وجوہات کی بنا پر اہم ہے: نایاب و مہنگی اشیاء کا حصول ممکن ہوتا ہے، بڑے پیمانے کی پیداوار سے مصارف کم ہوتے ہیں، مشینری و ٹیکنالوجی کی درآمد سے معاشی ترقی تیز ہوتی ہے، اور قومی آمدنی و معیارِ زندگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

پاکستان کی اہم برآمدات میں کپاس اور سوتی مصنوعات (کل برآمدات کا تقریباً 54%)، چاول (تقریباً 8.78%)، چمڑا اور چمڑے کی مصنوعات (تقریباً 4.4%)، قالین، سرجیکل آلات، کھیلوں کا سامان، اور ہوزری و تیار شدہ



کپڑے (تقریباً 28.5%) شامل ہیں۔ پاکستان کی زیادہ تر برآمدات امریکہ، جرمنی، جاپان، برطانیہ اور یورپی یونین کو ہوتی ہیں۔

پاکستان کی اہم درآمدات اور ان کا رخ

پاکستان کی درآمدات تین بڑی اقسام میں تقسیم ہیں: بنیادی اشیاء، نیم تیار شدہ اشیاء، اور مصنوعات۔ اہم درآمدی اشیاء میں پٹرولیم مصنوعات، مشینری (بجلی، تعمیراتی، زرعی)، اشیائے خوراک (خشک دودھ، خوردنی تیل، دالیں)، اور کیمیکلز و ادویات شامل ہیں۔ 2014-15 کے پہلے دس ماہ میں برآمدات میں صرف 1.0 فیصد اضافہ ہوا جبکہ درآمدات میں 1.8 فیصد اضافہ ہوا۔

پاکستان کی زیادہ تر درآمدات امریکہ، بھارت، انڈونیشیا، چین، کویت، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات سے ہوتی ہیں۔ تیل کی درآمدات میں اضافے کے باعث سعودی عرب اور کویت کا حصہ بڑھ رہا ہے، جبکہ جاپان کا حصہ کم ہو رہا ہے۔ 2007-08 میں ان ممالک سے درآمدات کا حصہ 36.7 فیصد تھا جو 2014-15 میں بڑھ کر تقریباً 50 فیصد ہو گیا۔

پاکستان کا توازنِ ادائیگی

توازنِ ادائیگی سے مراد کسی ملک کے باشندوں اور دنیا کے دیگر ممالک کے باشندوں کے درمیان ایک سال کے دوران ہونے والے تمام معاشی لین دین کا مکمل ریکارڈ ہے۔ جب مجموعی وصولی ادائیگیوں سے زیادہ ہو تو توازنِ موافق (Favourable) اور جب ادائیگیاں وصولیوں سے زیادہ ہوں تو یہ مخالف (Unfavourable) کہلاتا ہے۔

توازنِ ادائیگی میں مرئی اشیاء (درآمدی و برآمدی سامان) اور غیر مرئی اشیاء (بیرون ملک پاکستانیوں کی ترسیلات، بیمہ، سیاحت) شامل ہوتی ہیں۔ 1950-51 اور 1972-73 کے علاوہ پاکستان کا توازنِ ادائیگی ہمیشہ ناموافق رہا ہے۔

پاکستان کے توازنِ ادائیگی میں خرابی کے اسباب

پاکستان کی برآمدات چند محدود اشیاء (کپاس، چاول، چٹا) پر مشتمل ہیں اور محدود منڈیوں تک رسائی ہے، جس سے برآمدات کی نوعیت توازنِ ادائیگی کو متاثر کرتی ہے۔ کوالٹی کے مسائل کے باعث مصنوعات کی کم قیمت ملتی



ہے، اور کئی ممالک کوٹے کی پابندیاں بھی عائد کرتے ہیں۔ نسبتِ درآمد و برآمد بھی پاکستان کے حق میں نہیں ہوتی۔

درآمدات میں مسلسل اضافہ، مصارفِ پیدائش میں اضافہ (تیل، مشینری، اجرتیں)، غیر مرئی درآمدات میں اضافہ (بیمہ، تعلیم، سیاحت)، کرنسی کی بیرونی قدر میں کمی (1972 میں 154.3% کمی)، اور اہر نمائش (Demonstration Effect) بھی توازنِ ادائیگی کی خرابی کے اہم اسباب ہیں۔

علاقائی تنظیمیں: ECO اور SAARC

اقتصادی تعاون کی تنظیم (ECO) کی بنیاد 1964 میں پاکستان، ایران اور ترکی نے RCD کے نام سے رکھی، جسے 1985 میں ECO کا نام دیا گیا۔ بعد میں وسط ایشیا کے چھ ممالک اور افغانستان شامل ہونے سے ارکان کی تعداد دس ہو گئی۔ اس کے مقاصد میں باہمی تجارت کا فروغ، مشترکہ صنعتوں کا قیام، اور وسائل کا باہمی استعمال شامل ہیں۔

سارک (SAARC) کا قیام 1985 میں ڈھاکہ میں سات ممالک (پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، سری لنکا، نیپال، بھوٹان، مالدیپ) کے سربراہان کے اجلاس میں عمل میں آیا۔ اس کے مقاصد میں اجتماعی خود انحصاری، باہمی اعتماد سازی، اور معاشی و ثقافتی تعاون شامل ہیں۔ سارک ممالک کے درمیان نیوکلیائی تنصیبات، ثقافتی اور غذائی تحفظ کے کئی معاہدے ہوئے ہیں۔

عالمی تجارتی تنظیم (WTO): مقاصد اور معاہدات

ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (WTO) کا قیام 1994 میں مراکش کانفرنس میں ہوا، جو 1948 کے GATT معاہدے کی جگہ لینے کے لیے تشکیل دی گئی۔ پاکستان WTO کا بانی رکن ہے۔ WTO کے مقاصد میں بین الاقوامی تجارت کو آزاد کرنا، سبسڈیز کا خاتمہ، اور تجارتی رکاوٹوں کو دور کرنا شامل ہیں۔

WTO کے تحت تین بڑے معاہدے ہوئے: معاہدہ برائے زراعت (زرعی سبسڈی میں کمی)، تجارت سے متعلق دانشورانہ املاک کے حقوق (TRIPS)، اور تجارت سے متعلق سرمایہ کاری کا معاہدہ (TRIMS)۔ ان معاہدوں کے تحت رکن ممالک کو اپنی پالیسیوں میں نمایاں تبدیلیاں کرنا پڑتی ہیں۔



WTO کے پاکستان پر اثرات

زرعی شعبے پر WTO کے اثرات کے تحت پاکستان کو کھاد و زرعی ادویات پر سبسڈی کم کرنا پڑے گی، جس سے پیداواری لاگت بڑھے گی۔ صنعتی شعبے میں پاکستان کو چین، بھارت اور دیگر ممالک کی سستی مصنوعات سے سخت مقابلہ درپیش ہے، خصوصاً ٹیکسٹائل کی صنعت میں۔

توازن ادائیگی پر WTO کے اثرات کے تحت پاکستان کی برآمدات پر دباؤ بڑھ سکتا ہے جبکہ درآمدی بل میں اضافہ متوقع ہے۔ سماجی و ثقافتی اثرات میں مغربی مصنوعات کے استعمال سے روایتی اقدار کا کمزور ہونا اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کی قوت میں اضافہ شامل ہیں۔

بیرونی شرح مبادلہ: اقسام اور پاکستان کا تجربہ

شرح مبادلہ سے مراد وہ شرح ہے جس پر کسی ملک کی کرنسی کا تبادلہ دوسرے ملک کی کرنسی سے کیا جاتا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں: معین شرح مبادلہ (Fixed Exchange Rate) — جو مرکزی بینک طے کرتا ہے اور بین الاقوامی تجارت میں پیشگی اندازہ ممکن بناتا ہے، اور لچکدار شرح مبادلہ (Flexible/Floating) — جو طلب و رسد کی قوتوں سے طے ہوتی ہے۔

پاکستانی روپیہ ستمبر 1971 سے 8 جنوری 1982 تک امریکی ڈالر کے ساتھ منسلک رہا، جس کے بعد اسے عدم وابستہ (Delink) کر دیا گیا۔ اب پاکستان منظم پیج پر مبنی شرح مبادلہ (Managed Floating Exchange Rate) کا نظام اختیار کیے ہوئے ہے، جسے مرکزی بینک ہفتہ وار بنیادوں پر متعین کرتا ہے۔

اہم تعریفات

اصطلاح	تعریف
توازن ادائیگی (Balance of Payments)	کسی ملک کے باشندوں اور دنیا کے دیگر ممالک کے باشندوں کے درمیان ایک سال کے دوران تمام معاشی لین دین کا مکمل ریکارڈ۔
مرئی اشیاء (Visible Items)	توازن ادائیگی میں شامل درآمدی و برآمدی سامان جیسے کپاس، چاول، مشینری۔
غیر مرئی اشیاء (Invisible Items)	بیرون ملک پاکستانیوں کی ترسیلات، بیمہ، سیاحت اور سفری اخراجات جیسی خدمات۔



اصطلاح	تعریف
شرح مبادلہ (Exchange Rate)	وہ شرح جس پر کسی ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ دوسرے ملک کی کرنسی سے کیا جاتا ہے۔
اہر نمائش (Demonstration Effect)	دوسرے ممالک کی مصنوعات کے استعمال کا رجحان جو درآمدات میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔
WTO (World Trade Organization)	1994 میں قائم ہونے والی عالمی تجارتی تنظیم جو بین الاقوامی تجارت کو آزاد بنانے کے لیے کام کرتی ہے۔
ECO (اقتصادی تعاون کی تنظیم)	پاکستان، ایران اور ترکی کی 1985 میں قائم کردہ تنظیم جو بعد میں دس ارکان تک پھیل گئی۔
SAARC (سارک)	جنوبی ایشیائی ممالک کی علاقائی تعاون کی تنظیم، قیام 1985، سات رکن ممالک پر مشتمل۔

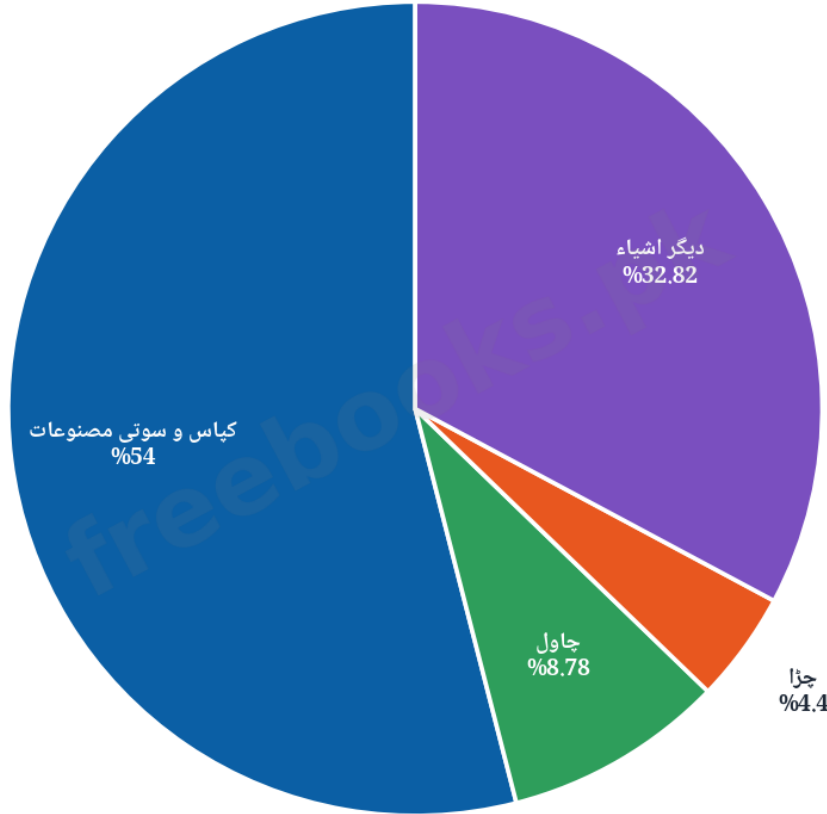
اہم حقائق و فارمولے

عنوان	فارمولا / حقیقت
پاکستان کی برآمدات میں اہم اشیاء کا حصہ (2014-15)	کپاس و سوتی مصنوعات: 54%؛ چاول: 8.78%؛ چمڑا: 4.4%؛ ہوزری و گارمنٹس: 28.5%
پاکستان کی درآمدات کی مدت	اشیائے خوراک: 11.4%؛ مشینری اور پٹرولیم مصنوعات: بڑا حصہ؛ دیگر: 5.2%
کرنسی کی قدر میں کمی	1972 میں پاکستانی روپے کی قدر میں کمی: 154.3%
پاکستان کا موافق توازن ادائیگی	صرف دو سال موافق رہا: 1950-51 اور 1972-73
علاقائی تنظیموں کا قیام	ECO (بطور RCD): 1964، نام تبدیل 1985؛ SAARC: 1985؛ WTO: 1994
WTO کی رکنیت	قیام کے وقت ارکان: 124؛ موجودہ ارکان: تقریباً 150 (دنیا کی 97% تجارت پر حاوی)



پاکستان کی برآمدات میں اہم اشیاء کا حصہ: ایک پائی چارٹ جو پاکستان کی کل برآمدات میں کپاس، چاول، چڑا اور دیگر اشیاء کے فیصد حصے کو ظاہر کرتا ہے۔

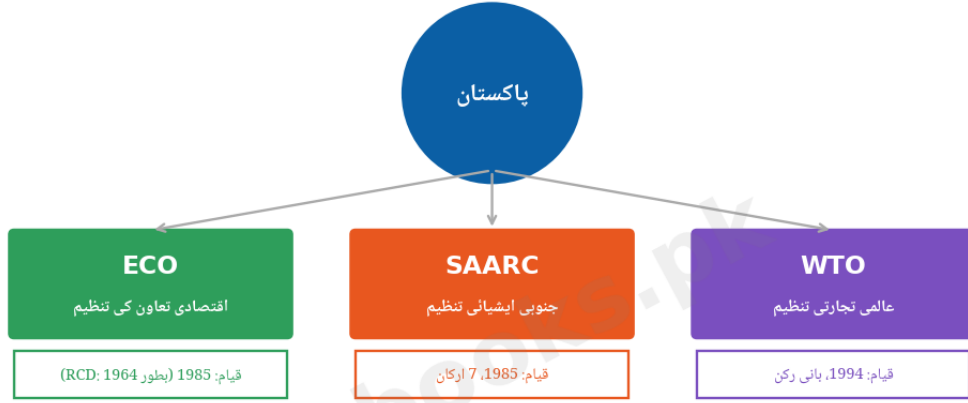
پاکستان کی برآمدات میں اہم اشیاء کا حصہ



پاکستان کی برآمدات میں اہم اشیاء کا حصہ

پاکستان کی رکنیت: علاقائی و بین الاقوامی تنظیمیں: ایک خاکہ جو پاکستان کی رکنیت رکھنے والی تین اہم تنظیموں — WTO، ECO، SAARC — کو ظاہر کرتا ہے۔

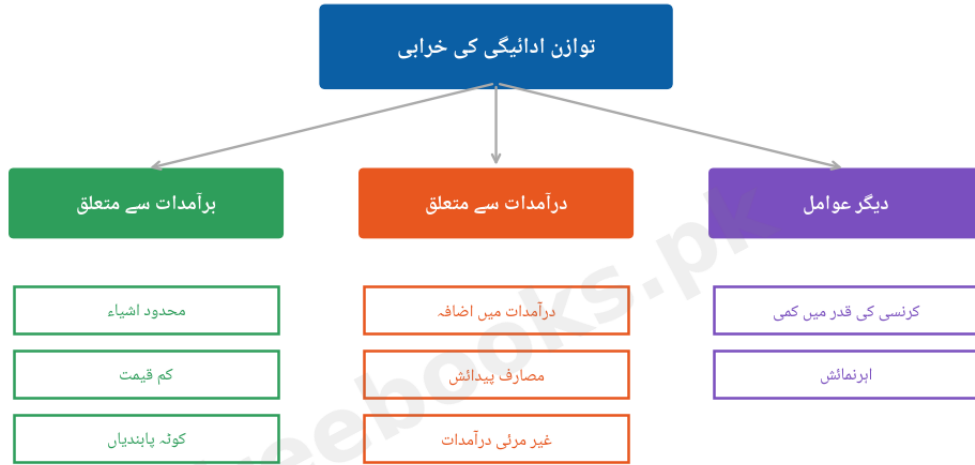




پاکستان کی رکنیت: علاقائی و بین الاقوامی تنظیمیں

توازنِ ادائیگی میں خرابی کے اسباب: ایک درختی خاکہ جو توازنِ ادائیگی میں خرابی کے اسباب کو تین بڑے گروہوں میں ظاہر کرتا ہے۔





توازن ادائیگی میں خرابی کے اسباب

مختصر سوالات و جوابات

سوال 1: پاکستان کے لیے تجارتِ خارجہ کیوں اہم ہے؟

جواب: تجارتِ خارجہ سے نایاب اشیاء کا حصول، پیداواری مصارف میں کمی، ٹیکنالوجی کی درآمد اور قومی آمدنی میں اضافہ ممکن ہوتا ہے۔

سوال 2: توازن ادائیگی سے کیا مراد ہے؟

جواب: توازن ادائیگی کسی ملک کے باشندوں اور دیگر ممالک کے باشندوں کے درمیان ایک سال میں ہونے والے تمام معاشی لین دین کا مکمل ریکارڈ ہے۔

سوال 3: توازن ادائیگی موافق کب ہوتا ہے؟

جواب: جب کسی ملک کی مجموعی وصولی ادائیگیوں کی نسبت زیادہ ہو تو توازن ادائیگی موافق (Favourable) کہلاتا ہے۔



سوال 4: ECO کب اور کن ممالک نے قائم کی؟

جواب: ECO کی بنیاد 1964 میں پاکستان، ایران اور ترکی نے RCD کے نام سے رکھی، جسے 1985 میں ECO کا نام دیا گیا۔

سوال 5: معین اور لچکدار شرح مبادلہ میں فرق بیان کریں۔

جواب: معین شرح مبادلہ مرکزی بنک طے کرتا ہے جبکہ لچکدار شرح مبادلہ طلب و رسد کی قوتوں سے طے ہوتی ہے۔

سوال 6: WTO کا قیام کب ہوا؟

جواب: ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (WTO) کا قیام 1994 میں مراکش کانفرنس میں عمل میں آیا۔

تفصیلی سوالات و جوابات

سوال 1: پاکستان کی اہم برآمدات اور درآمدات تفصیل سے بیان کریں۔

پاکستان کی اہم برآمدات میں سب سے نمایاں حصہ کپاس اور سوتی مصنوعات کا ہے جو کل برآمدات کا تقریباً 54 فیصد بنتا ہے۔ اس کے علاوہ چاول (تقریباً 8.78%)، چڑا اور چڑے کی مصنوعات (تقریباً 4.4%)، قالین، مچھلی، سبزیاں و پھل، سرجیکل آلات، کھیلوں کا سامان، اور ہوزری و تیار شدہ کپڑے (تقریباً 28.5%) بھی اہم برآمدات میں شامل ہیں۔ پاکستان کی زیادہ تر برآمدات امریکہ، جرمنی، جاپان، برطانیہ، متحدہ عرب امارات اور یورپی یونین کو ہوتی ہیں۔ دوسری طرف پاکستان کی درآمدات تین بڑی اقسام میں تقسیم ہیں: بنیادی اشیاء، نیم تیار شدہ اشیاء، اور مصنوعات۔ اہم درآمدی اشیاء میں پٹرولیم مصنوعات (جن کی درآمد بین الاقوامی تیل کی قیمتوں سے متاثر ہوتی ہے)، مشینری (بجلی، تعمیراتی، زرعی اور صنعتی)، اشیائے خوراک (خشک دودھ، خوردنی تیل، دالیں — کل درآمدات کا تقریباً 11.4%)، اور کیمیکلز و ادویات شامل ہیں۔ پاکستان کی زیادہ تر درآمدات امریکہ، بھارت، انڈونیشیا، چین، کویت، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات سے ہوتی ہیں۔ تیل کی بڑھتی طلب کے باعث سعودی عرب اور کویت کا حصہ بڑھ رہا ہے۔ چونکہ درآمدات کی شرح نمو برآمدات سے زیادہ رہی ہے، اس لیے پاکستان کا تجارتی توازن اکثر خسارے میں رہتا ہے۔



سوال 2: پاکستان کے توازنِ ادائیگی میں خرابی کے اسباب بیان کریں اور اس کے حل کے لیے تجاویز دیں۔

پاکستان کا توازنِ ادائیگی 1950-51 اور 1972-73 کے علاوہ ہمیشہ ناموافق رہا ہے۔ اس کی پہلی وجہ برآمدات کی نوعیت ہے، کیونکہ پاکستان کی برآمدات چند محدود اشیاء (کپاس، چاول، چٹا) پر مشتمل ہیں اور نئی منڈیوں تک رسائی محدود ہے۔ دوسری وجہ مصنوعات کی کم قیمت ہے، جو کوالٹی کے مسائل اور بین الاقوامی سطح پر منفی پراپیگنڈے کے باعث ہے۔ تیسری وجہ کوٹے کی پابندیاں ہیں جو کئی ممالک پاکستانی مصنوعات پر عائد کرتے ہیں۔ چوتھی وجہ نسبتِ درآمد و برآمد کا ناموافق ہونا ہے۔ پانچویں وجہ درآمدات میں مسلسل اضافہ ہے، خصوصاً پٹرول، مشینری اور زرعی مداخل کی درآمد کے باعث۔ چھٹی وجہ مصارفِ پیدائش میں اضافہ ہے، جس کے باعث پاکستانی مصنوعات چین جیسے ممالک کی سستی اشیاء کا مقابلہ نہیں کر پاتیں۔ ساتویں وجہ غیر مرئی درآمدات میں اضافہ ہے، جیسے بیرونی بیمہ، تعلیم اور سیاحت پر اخراجات۔ آٹھویں وجہ 1972 میں کرنسی کی قدر میں 154.3 فیصد کمی ہے، جس سے درآمدات مہنگی ہوئیں اور قرضوں کا بوجھ بڑھا۔ نویں وجہ اہر نمائش (Demonstration Effect) ہے، جس کے باعث لوگ غیر ملکی مصنوعات کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان اپنی برآمدات کو متنوع بنائے، نئی منڈیاں تلاش کرے، مصنوعات کا معیار بہتر کرے، اور درآمدات کے متبادل اندرون ملک تیار کرنے کی حوصلہ افزائی کرے۔

معروضی سوالات (MCQs)

1. پاکستان کی کل برآمدات میں کپاس اور سوتی مصنوعات کا حصہ تقریباً کتنا ہے؟

(الف) 25% (ب) 40% (ج) 54% (د) 70%

درست جواب: (ج) 54%۔ پاکستان کی کل برآمدات میں کپاس اور سوتی مصنوعات کا حصہ تقریباً 54 فیصد ہے۔

2. پاکستان کا توازنِ ادائیگی کن سالوں میں موافق رہا؟

(الف) 1947-48، 1950-51 (ب) 1950-51، 1972-73 (ج) 1965-66، 1971-72 (د) 1958-59،

1980-81



درست جواب: (ب) 1950-51، 1972-73۔ پاکستان کا توازنِ ادائیگی صرف 1950-51 اور 1972-73 میں موافق رہا۔

3. پاکستان نے اپنی کرنسی کی قدر میں کتنی کمی کی تھی 1972 میں؟
(الف) 100% (ب) 120% (ج) 154.3% (د) 200%
درست جواب: (ج) 154.3%۔ پاکستان نے 1972 میں اپنی کرنسی کی قدر میں 154.3 فیصد کمی کی۔

4. ECO کا پرانا نام کیا تھا؟
(الف) SAARC (ب) RCD (ج) GATT (د) OIC
درست جواب: (ب) RCD۔ ECO کا پرانا نام RCD (Regional Cooperation for Development) تھا۔

5. سارک کا قیام کب عمل میں آیا؟
(الف) 1980 (ب) 1983 (ج) 1985 (د) 1990
درست جواب: (ج) 1985۔ سارک کا قیام 1985 میں ڈھاکہ میں سربراہان کے اجلاس میں عمل میں آیا۔
6. WTO کا قیام کب ہوا؟

(الف) 1948 (ب) 1986 (ج) 1994 (د) 2005
درست جواب: (ج) 1994۔ ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (WTO) کا قیام 1994 میں ہوا۔

7. WTO سے پہلے کون سا معاہدہ رائج تھا؟
(الف) SAARC (ب) ECO (ج) GATT (د) OIC
درست جواب: (ج) GATT۔ WTO سے پہلے GATT (General Agreement on Tariff and Trade) رائج تھا۔

8. لچکدار شرح مبادلہ کا تعین کس بنیاد پر ہوتا ہے؟
(الف) مرکزی بینک کے حکم پر (ب) طلب و رسد کی قوتوں سے (ج) پارلیمنٹ کی منظوری سے (د) IMF کے احکامات پر
درست جواب: (ب) طلب و رسد کی قوتوں سے۔ لچکدار شرح مبادلہ کا تعین بیرونی کرنسی کی طلب و رسد کی قوتوں سے ہوتا ہے۔



9. پاکستانی روپیہ کب تک امریکی ڈالر سے منسلک رہا؟

(الف) 1971 تا 1980 (ب) 1971 تا 1982 (ج) 1980 تا 1990 (د) 1990 تا 2000
درست جواب: (ب) 1971 تا 1982۔ پاکستانی روپیہ ستمبر 1971 سے 8 جنوری 1982 تک امریکی ڈالر سے منسلک رہا۔

10. WTO کے کتنے بڑے معاہدے ہیں؟

(الف) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ
درست جواب: (ب) تین۔ WTO کے تحت تین بڑے معاہدے ہیں: زراعت، TRIPS اور TRIMS۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

- برآمدات: کپاس و سوتی مصنوعات 54%، چاول 8.78%، چڑا 4.4%۔ درآمدات: پٹرولیم، مشینری، خوراک 11.4%۔
- توازن ادائیگی: مرئی و غیر مرئی اشیاء کا مکمل ریکارڈ۔ صرف 1950-51 اور 1972-73 میں موافق رہا۔
- خرابی کے اسباب: برآمدات کی محدود نوعیت، کم قیمت، کوٹہ پابندیاں، درآمدات میں اضافہ، کرنسی کی قدر میں کمی۔
- ECO: 1964 (بطور RCD) → 1985 (نام تبدیل)، 10 ارکان۔ SAARC: 1985، 7 ارکان۔
- WTO: قیام 1994، GATT کی جگہ، تین معاہدے (زراعت، TRIPS، TRIMS)۔
- شرح مبادلہ: معین (مرکزی بینک طے کرے) بمقابلہ لچکار (طلب و رسد)۔ پاکستان: منظم پیچ پر بنی نظام۔ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے۔

امتحانی نکات

- پاکستان کی تین بڑی برآمدی اشیاء (کپاس، چاول، چڑا) کے فیصد حصے کو ترتیب سے یاد رکھیں۔
- توازن ادائیگی موافق رہنے والے دو سال (1950-51، 1972-73) اور ان کی وجوہات یاد رکھیں۔
- ECO، SAARC اور WTO کے قیام کے سال اور بانی ارکان کو الگ الگ یاد رکھیں۔
- توازن ادائیگی میں خرابی کے نو اسباب کو تین گروہوں (برآمدات، درآمدات، دیگر) میں تقسیم کر کے یاد رکھیں۔



• معین اور لچکدار شرح مبادلہ کے فوائد و نقصانات کا موازنہ جدول کی شکل میں یاد رکھیں۔

© freebooks.pk — پاکستانی طلبہ کے لیے مفت تعلیمی نوٹس۔ اصل مواد: freebooks.pk



Freebooks.pk

مفت نوٹس • پرانے پرچہ جات • رہنما کتب

ICOM دوم سال معاشیات — پنجاب بورڈ (اردو میڈیم)

باب 13

اسلام کا معاشی نظام

(Economic System of Islam)

کلیدی تصورات • تعریفات • مختصر و تفصیلی سوالات • معروضی سوالات • خاکہ جات • امتحانی نکات

© freebooks.pk — اصل تعلیمی مواد



یہ نوٹس پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ (PCTB) کے تحت انٹر میڈیٹ (ICOM، جماعت 12) معاشیات کے نصاب کے باب سیزدہم، اسلام کا معاشی نظام پر مبنی ہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کی زندگی کے ہر پہلو بشمول معاشی معاملات کے بارے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

اس باب میں اسلامی معاشی نظام کی بنیادی خصوصیات، بلا سود بنکاری، اسلامی معاشی نظام کی بنیادی اخلاقی اقدار (مساوات، عدل، احسان، قناعت)، نمائشی اخراجات و ذخیرہ اندوزی کے اثرات، اور اسلامی، سرمایہ داری و اشتراکی نظاموں کے موازنہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے ہیں۔

تعلیمی مقاصد

- اسلامی معاشی نظام کی بنیادی خصوصیات بیان کریں۔
- سود (ربا) کے تصور اور اسے حرام قرار دینے کی وجوہات کی وضاحت کریں۔
- بلا سود بنکاری کے متبادل طریقوں (شراکت، مضاربت) کو سمجھیں۔
- پاکستان میں بلا سود بنکاری کی تاریخ بیان کریں۔
- اسلامی معاشی نظام کی بنیادی اخلاقی اقدار (مساوات، عدل، احسان، قناعت) کی وضاحت کریں۔
- اسلامی، سرمایہ داری اور اشتراکی معاشی نظاموں کا موازنہ کریں۔

کلیدی تصورات

اسلامی معاشی نظام کی بنیادی خصوصیات (اول حصہ)

اسلام کا معاشی نظام ایک متوازن نظام ہے جو معاشرے کی موثر تسکین اور انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ ذاتی ملکیت کا حق: اسلام کے مطابق ہر چیز کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے، انسان کو ملکیت کا حق دیا گیا ہے مگر یہ حق مطلق نہیں بلکہ معاشرے کے مجموعی مفاد کی خاطر اس پر پابندیاں عائد ہیں (مثلاً صدقہ، زکوٰۃ، خیرات، وقف)۔

وسائل سے بھرپور استفادہ: اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے کے لیے بے شمار وسائل رکھے ہیں، اس لیے علم و فنون کے حصول اور انسانی فلاح کے لیے ان کا بھرپور استعمال ضروری ہے۔ حصولِ رزقِ حلال: اسلام حصولِ



رزقِ حلال پر زور دیتا ہے اور چوری، رشوت، جوا، سود اور دھوکہ دہی جیسے ناجائز ذرائع کو حرام قرار دیتا ہے۔ صرف دولت میں اعتدال: اسلام میانہ روی کا درس دیتا ہے، لہذا صرف دولت میں بھی اسراف اور نکل (نخل) دونوں سے منع کیا گیا ہے۔

اسلامی معاشی نظام کی بنیادی خصوصیات (دوم حصہ)

مال جمع کرنے کی ممانعت: اسلام دولت کو سمیٹ کر رکھنے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی پر زور مذمت کرتا ہے، کیونکہ اس سے دولت کا بہاؤ رک جاتا ہے اور زیر کاری پیدا ہوتی ہے۔ گردش دولت پر زور زکوٰۃ، تقسیم میراث اور ٹیکس جیسے اقدامات کے ذریعے دولت کا رخ امر اسے غربا کی طرف موڑا جاتا ہے۔

معاشی آزادی: اسلام تمام افراد کے لیے رزق کی تلاش کے یکساں مواقع یقینی بناتا ہے، البتہ یہ آزادی شریعت کی حدود میں مشروط ہے۔ مساویانہ تقسیم دولت: اسلام نہ تو مکمل آزاد تقسیم کا قائل ہے اور نہ ہی مکمل مساوی تقسیم کا، بلکہ منصفانہ تقسیم پر زور دیتا ہے۔ فلاحی ریاست کا معاشی کردار: ریاست کو ہر فرد کی بنیادی ضروریات (خوراک، لباس، رہائش، تعلیم، صحت) کی فراہمی کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ قیمتوں کی میکانیت: طلب و رسد کی قوتیں قیمتیں طے کرتی ہیں، مگر اخلاقی نظام کے ذریعے اسے بے لگام نہیں چھوڑا جاتا۔

بلا سود بنکاری: سود (ربا) کیا ہے اور اسے حرام کیوں قرار دیا گیا؟

معاشیات میں سود سرمائے کے استعمال کا معاوضہ کہلاتا ہے۔ قرآن و سنت میں اس کے لیے لفظ 'ربو' استعمال ہوا ہے۔ ربا کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو قرض دیتا ہے اور شرط رکھتا ہے کہ مقررہ مدت پر وہ اصل رقم سے زائد وصول کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے سود کی سختی سے ممانعت اور مذمت فرمائی ہے۔

اسلام سود کو کئی وجوہات کی بنا پر حرام قرار دیتا ہے: اخلاقی اعتبار سے سود انسان کو خود غرض اور بخیل بناتا ہے؛ معاشرتی اعتبار سے یہ انتشار پیدا کرتا ہے؛ معاشی اعتبار سے یہ سرمایہ کاری کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے؛ پیداواری عمل میں شامل ہو کر مہنگائی پیدا کرتا ہے؛ تقسیم دولت کا نظام خراب کرتا ہے؛ تجارتی چکروں (Business Cycles) کا سبب بنتا ہے؛ وسائل کی تخصیص کو ضروریات کی بجائے سودی شرح کے تابع کر دیتا ہے؛ اور بین الاقوامی قرضوں پر سودی ادائیگی سے قومی معیشت بحران کا شکار ہوتی ہے۔



بلا سود بنکاری کے متبادل نظام اور بنک کا کاروبار

سود کے متبادل کے طور پر اسلام نفع و نقصان میں شرکت کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ شراکت (Shirakat): اس میں دونوں فریق اپنے سرمائے اور محنت کے ذریعے باہم شریک ہوتے ہیں اور نفع و نقصان میں برابر شریک ہوتے ہیں۔ مضاربت (Modarba): اس میں ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور دوسرا محنت کرتا ہے، نفع طے شدہ نسبت سے تقسیم ہوتا ہے جبکہ نقصان صاحب سرمایہ برداشت کرتا ہے۔ ان کے علاوہ مراحہ، اجارہ، سلم، بیع اور استصناع جیسے متبادلات بھی محدود طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

اسلامی بنک کا کاروبار چار صورتوں میں ہوتا ہے: بالا اعتماد خدمات (بلوں کی ادائیگی، رقم کی منتقلی)، شراکت و مضاربت کے اصول پر سرمایہ کاری، بلا معاوضہ خدمات (قرض حسنہ)، اور عملی میدان میں ترقی۔ غیر سودی بنکاری کا آغاز مصر کے، میت غمر سوشل بنک سے ہوا، اس کے بعد ملائیشیا کا مابانگ حاجی اور 1975 میں اسلامی ترقیاتی بنک (IDB) قائم ہوا۔ آج دنیا بھر میں 250 سے زائد غیر سودی بنک 50 ممالک میں کام کر رہے ہیں۔

پاکستان میں بلا سود بنکاری کی تاریخ

پاکستان میں بلا سود بنیادوں پر کام کا آغاز جولائی 1979 میں تین اداروں — پاکستان سرمایہ کاری کارپوریشن (ICP)، قومی سرمایہ کاری ٹرسٹ (NIT) اور تعمیر مکانات کی مالی کارپوریشن (HBFC) — سے ہوا۔ یکم جولائی 1981 سے بنکاری نظام میں نفع و نقصان میں شراکت (PLS) کی بنیاد پر کھاتے کھولنے کا آغاز ہوا اور شراکتی مدنی سرٹیفکیٹ (PTC) جاری کیے گئے۔

یکم جولائی 1984 سے تجارتی بنکوں کو غیر سودی بنیادوں پر قرضے جاری کرنے کا حکم دیا گیا اور یکم جولائی 1985 سے تمام ملکی بنکوں کو غیر سودی بنیادوں پر کام کرنے کی ہدایت جاری ہوئی۔ نومبر 1991 میں وفاقی شرعی عدالت نے مالیاتی قوانین کو خلاف شریعت قرار دیا اور 23 دسمبر 1999 کو شریعت ایبلٹ بیج نے موجودہ نظام بنکاری کو سودی قرار دے کر مارچ 2001 تک مہلت دی، تاہم معاملہ عدالت میں دوبارہ زیر سماعت آنے کے باعث تاحال مکمل عمل درآمد نہیں ہو سکا۔



اسلامی معاشی نظام کی بنیادی اقدار: مساوات اور عدل

مساوات: اسلام کا نقطہ نظریہ ہے کہ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے ناطے ایک دوسرے کے مساوی ہیں، رنگ، نسل یا قبیلے کی بنیاد پر کسی کو برتر نہیں سمجھا جاسکتا۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ معاشی سطح پر اسلام چاہتا ہے کہ تمام انسان اللہ کی پیدا کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا مساوی حق رکھیں اور رزق کے حصول کے یکساں موقع میسر ہوں۔

عدل: عدل کے لغوی معنی ہیں کسی شے کو اس کے مقام پر رکھنا، یعنی جس کا جو حق ہے اسے دینا۔ معاشیات کے دائرے میں اسے 'معاشی عدل' کہا جاتا ہے، جس سے مراد پیدائش، دولت، صرف دولت، تبادلہ دولت اور تقسیم دولت کے تمام معاملات کو عدل و انصاف کی بنیاد پر چلانا ہے۔ اسلام غربت اور معاشی بدحالی کو ایمان کے لیے خطرہ تصور کرتا ہے اور عدل کے ذریعے ایک صحت مند معاشی نظام کی ضمانت دیتا ہے۔

اسلامی معاشی نظام کی بنیادی اقدار: احسان، ارتکازِ دولت کا خاتمہ اور قناعت

احسان: احسان کے لغوی معنی ہیں حسن اور خوبصورتی، یعنی دوسروں کے ساتھ نیکی و بھلائی کرنا۔ احسان کا درجہ عدل سے آگے ہے: عدل میں انسان کسی کا حق ادا کرتا ہے جبکہ احسان میں اس سے بڑھ کر ادا کرتا ہے۔ ارتکازِ دولت کا خاتمہ: قرآن پاک دولت کو چند ہاتھوں میں جمع ہونے اور ضرورت مندوں تک نہ پہنچانے کی سخت مذمت کرتا ہے، کیونکہ اس سے معاشی ناہمواریاں اور موثر طلب میں کمی پیدا ہوتی ہے۔

شکر و قناعت: ایک مومن سے اسلام یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ حلال ذرائع اختیار کرے اور جو رزق میسر آئے اس پر شکر ادا کرے۔ قناعت سے مراد ہے کہ انسان حلال ذرائع سے حاصل شدہ رزق پر راضی اور مطمئن ہو جائے اور لالچ و حرص سے بچے۔ یہ خصوصیت انسانی زندگی میں سکون اور بے سکونی سے تحفظ کا ذریعہ بنتی ہے۔

نمائشی اخراجات و ذخیرہ اندوزی کے اثرات؛ دیگر معاشی نظامات

نمود و نمائش انسانی و اسلامی اخوت کے خلاف ہے کیونکہ یہ معاشی طور پر کمزور لوگوں کے لیے تکلیف دہ ہوتا ہے اور بعض اوقات نوجوانوں میں بغاوت اور چوری جیسی خرابیاں پیدا کرتا ہے، اس لیے اسلام نمائشی اخراجات سے منع کرتا ہے۔ ذخیرہ اندوزی (Ihtikar) بھی ایک برائی ہے: ذخیرہ اندوز اشیاء کو ضرورت مندوں کی دسترس



سے دور رکھتا ہے تاکہ ان کے نرخ گراں ہو جائیں، اسلامی ریاست کو ایسے لوگوں کو مال بازاری قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

دنیا میں رائج دیگر معاشی نظاموں میں سرمایہ داری نظام (Capitalism) شامل ہے، جس میں وسائل کی نجی ملکیت اور مکمل معاشی آزادی ہوتی ہے اور قیمتیں طلب و رسد کی آزاد قوتوں سے طے ہوتی ہیں۔ دوسرا نظام اشتراکی نظام (Socialism) ہے، جس کی بنیاد کارل مارکس نے انیسویں صدی میں رکھی اور جس میں تمام وسائل پر حکومت کی ملکیت ہوتی ہے اور مرکزی منصوبہ بندی کے ذریعہ پیداوار طے کی جاتی ہے۔

اسلامی، سرمایہ داری اور اشتراکی نظاموں کا موازنہ

اسلام بمقابلہ سرمایہ داری: تصور ملکیت میں اسلام حق ملکیت کو محدود اور مشروط قرار دیتا ہے جبکہ سرمایہ داری میں یہ حق مطلق ہے۔ سرمایہ داری کی بنیاد سودی نظام پر ہے جبکہ اسلام سود کی پرزور مذمت کرتا ہے۔ تقسیم دولت میں سرمایہ داری کا کوئی مربوط نظام نہیں جبکہ اسلام زکوٰۃ، صدقات اور وراثت کے قوانین سے دولت کی تقسیم کو منصفانہ بناتا ہے۔ سرمایہ داری زیادہ سے زیادہ منافع کو ہی بنیادی اصول مانتی ہے جبکہ اسلام تقویٰ، عدل، احسان اور اعتدال کو بنیادی قدر سمجھتا ہے۔

اسلام بمقابلہ اشتراکیت: بنیادی فلسفہ حیات میں اشتراکیت مادی ضروریات کو انسان کی حقیقی ضرورت مانتی ہے جبکہ اسلام انسان کو زمین پر اللہ کا نائب تصور کرتا ہے۔ وسائل پیداوار پر اشتراکیت میں مکمل حکومتی کنٹرول ہوتا ہے جبکہ اسلام انفرادی ملکیت کا حق دیتا ہے۔ اشتراکیت مکمل مساوی تقسیم کا دعویٰ کرتی ہے جو کہ فطری تفاوت کے خلاف ہے، جبکہ اسلام مساوی مواقع پر زور دیتا ہے۔ اشتراکیت نجی ملکیت ختم کر کے کام کے جذبے کو کمزور کرتی ہے جبکہ اسلام انفرادی ملکیت اور اللہ کی خوشنودی کے وعدے سے کام کے جذبے کو فروغ دیتا ہے۔

اہم تعریفات

اصطلاح	تعریف
سود/ربا (Interest/Riba)	سرمائے کے استعمال کا وہ اضافی معاوضہ جو قرض پر طے شدہ شرط کے مطابق اصل رقم سے زائد وصول کیا جاتا ہے، اسلام میں حرام ہے۔



اصطلاح	تعریف
شراکت (Shirakat) (Partnership)	کاروبار کی وہ صورت جس میں دو یا زائد فریق سرمایہ اور محنت کے ذریعے باہم شریک ہو کر نفع و نقصان میں برابر شریک ہوتے ہیں۔
مضاربت (Modarba)	وہ کاروباری معاہدہ جس میں ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور دوسرا محنت، نفع طے شدہ نسبت سے تقسیم ہوتا ہے جبکہ نقصان صاحب سرمایہ برداشت کرتا ہے۔
معاشی عدل (Economic Justice)	پیدائش، صرف، تبادلہ اور تقسیم دولت کے تمام معاملات کو عدل و انصاف کی بنیاد پر چلانا۔
احسان (Ihsan) (Goodness)	دوسروں کے ساتھ نیکی و بھلائی کرنا اور ان کے حق سے بڑھ کر ادا کرنا، جس کا درجہ عدل سے آگے ہے۔
قناعت (Qanaat) (Contentment)	حلال ذرائع سے حاصل شدہ رزق پر راضی و مطمئن ہو جانا اور لالچ و حرص سے بچنا۔
ذخیرہ اندوزی (Ihtikar) (Hoarding)	اشیائے ضرورت کو جان بوجھ کر روک رکھنا تاکہ ان کی قلت پیدا ہو کر نرخ گراں ہو جائیں، اسلام میں ممنوع ہے۔
سرمایہ داری نظام (Capitalism)	وہ معاشی نظام جس میں وسائل کی نجی ملکیت اور معاشی معاملات میں مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے اور قیمتیں طلب و رسد کی آزاد قوتوں سے طے ہوتی ہیں۔

اہم حقائق و فارمولے

عنوان	فارمولا / حقیقت
بلا سود بنکاری کا آغاز (پاکستان)	جولائی 1979: تین ادارے — ICP، NIT اور HBFC
PLS کھاتوں کا آغاز	یکم جولائی 1981: نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر کھاتے
غیر سودی قرضوں کا حکم	یکم جولائی 1984: تجارتی بنکوں کو غیر سودی بنیادوں پر قرضے جاری کرنے کا حکم
عدالتی فیصلے	نومبر 1991: وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ؛ 23 دسمبر 1999: شریعت ایبیلٹ بیچ کا فیصلہ (مہلت مارچ 2001)



عنوان	فارمولا / حقیقت
دنیا میں غیر سودی بنکاری	250 سے زائد غیر سودی بنک، 50 ممالک میں کام کر رہے ہیں
بنگلہ دیش اسلامی بنک	140 سے زائد برانچیں؛ ملکی تجارت کا تقریباً 10 فیصد اسی بنک کے ذریعے

خاکہ جات و تصاویر

اسلامی، سرمایہ داری اور اشتراکی نظاموں کا موازنہ: ایک جدولی خاکہ جو تین معاشی نظاموں — اسلامی، سرمایہ داری اور اشتراکیت — میں تصورِ ملکیت کے فرق کو ظاہر کرتا ہے۔

اسلامی، سرمایہ داری اور اشتراکی نظاموں کا موازنہ

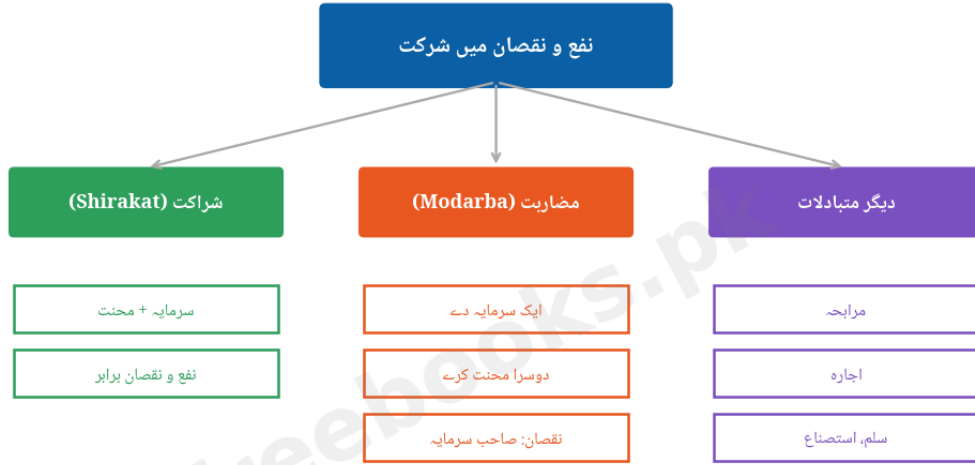
اسلامی نظام	سرمایہ داری	اشتراکیت
تصور ملکیت محدود و مشروط ملکیت	تصور ملکیت مطلق نجی ملکیت	تصور ملکیت مکمل حکومتی ملکیت
حرام سود کا تصور	جائز و بنیادی	جائز
زکوٰۃ و عدل تقسیمی دولت	غیر مربوط	مساوی (دعویٰ)
تقویٰ، عدل بیلادین اصول	زیادہ سے زیادہ منافع	اجتماعی ملکیت

اسلامی، سرمایہ داری اور اشتراکی نظاموں کا موازنہ

بلا سود بنکاری کے متبادل طریقے: ایک درختی خاکہ جو بلا سود بنکاری کے متبادل طریقوں — شراکت، مضاربیت اور دیگر تبدلات — کو ظاہر کرتا ہے۔



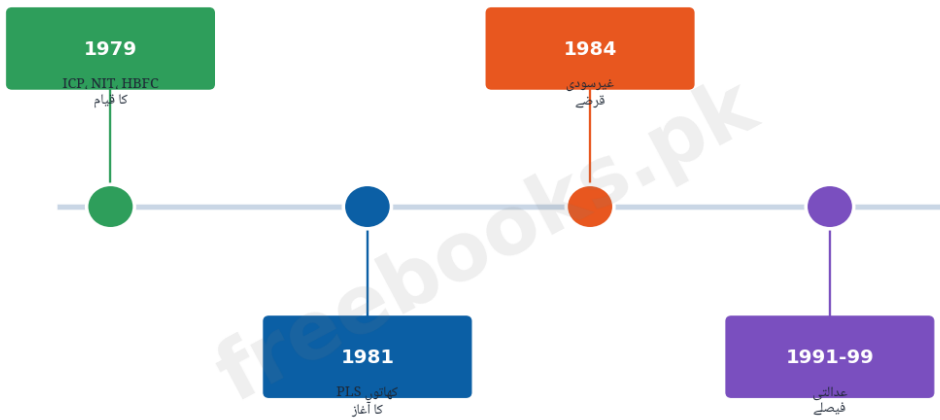
بلا سود بنکاری کے متبادل طریقے



بلا سود بنکاری کے متبادل طریقے

پاکستان میں بلا سود بنکاری کا سفر: ایک ٹائم لائن خاکہ جو پاکستان میں بلا سود بنکاری کے قیام کے اہم مراحل (1979 تا 1999) کو ظاہر کرتا ہے۔

پاکستان میں بلا سود بنکاری کا سفر



مختصر سوالات و جوابات

سوال 1: اسلام میں ذاتی ملکیت کا کیا تصور ہے؟

جواب: اسلام کے مطابق اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے، انسان کو ملکیت کا حق دیا گیا ہے مگر یہ حق معاشرے کے مجموعی مفاد کی خاطر محدود ہے۔

سوال 2: سود (ربا) کی تعریف کریں۔

جواب: ربا سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو قرض دیتا ہے اور یہ شرط رکھتا ہے کہ مقررہ مدت پر وہ اصل رقم سے زائد رقم وصول کرے گا۔

سوال 3: شراکت اور مضاربت میں فرق بیان کریں۔

جواب: شراکت میں دونوں فریق سرمایہ اور محنت میں شریک ہوتے ہیں جبکہ مضاربت میں ایک فریق صرف سرمایہ اور دوسرا صرف محنت فراہم کرتا ہے۔

سوال 4: پاکستان میں بلا سود بنکاری کا آغاز کب ہوا؟

جواب: پاکستان میں بلا سود بنکاری کا آغاز جولائی 1979 میں ICP، NIT اور HBFC کے قیام سے ہوا۔

سوال 5: معاشی عدل سے کیا مراد ہے؟

جواب: پیدائش، صرف، تبادلہ اور تقسیم دولت کے تمام معاملات کو عدل و انصاف کی بنیاد پر چلانا معاشی عدل کہلاتا ہے۔

سوال 6: ذخیرہ اندوزی کیوں ممنوع ہے؟

جواب: ذخیرہ اندوزی سے اشیاء کی مصنوعی قلت پیدا ہو کر نرخ گراں ہو جاتے ہیں جس سے عام لوگ متاثر ہوتے ہیں، اس لیے اسلام میں یہ ممنوع ہے۔



سوال 1: اسلامی معاشی نظام کی بنیادی خصوصیات تفصیل سے بیان کریں۔

اسلامی معاشی نظام ایک متوازن نظام ہے جس کی سب سے پہلی خصوصیت ذاتی ملکیت کا حق ہے، جس کے مطابق ہر چیز کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انسان کا حق ملکیت معاشرتی مفاد کی خاطر محدود ہے۔ دوسری خصوصیت وسائل سے بھرپور استفادہ ہے، یعنی انسان کو علم و فنون کے ذریعے وسائل کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیے۔ تیسری خصوصیت حصولِ رزقِ حلال ہے، جس کے تحت چوری، سود، رشوت اور جو جیسے ذرائع حرام قرار دیے گئے ہیں۔ چوتھی خصوصیت صرف دولت میں اعتدال ہے، یعنی اسراف اور بخل دونوں سے اجتناب۔ پانچویں خصوصیت مال جمع کرنے کی ممانعت ہے، کیونکہ اس سے دولت کا بہاؤ رک جاتا ہے۔ چھٹی خصوصیت گردشِ دولت پر زور ہے، جس کے لیے زکوٰۃ اور صدقات جیسے اقدامات کیے گئے ہیں۔ ساتویں خصوصیت معاشی آزادی ہے، جو شریعت کی حدود میں رہ کر حاصل ہے۔ آٹھویں خصوصیت مساویانہ تقسیمِ دولت ہے۔ نویں خصوصیت فلاحی ریاست کا معاشی کردار ہے، جس کے تحت ریاست ہر فرد کی بنیادی ضروریات کی ضامن ہے۔ دسویں خصوصیت قیمتوں کی میکانیت ہے، جو طلب و رسد پر مبنی مگر اخلاقی نظام کے تابع ہے۔

سوال 2: پاکستان میں بلا سود بنکاری کیسے قائم کی جا سکتی ہے؟ اس کی تاریخ بھی بیان کریں۔

بلا سود بنکاری قائم کرنے کے لیے سب سے پہلے پورے نظامِ معیشت کو سود سے پاک کرنا ضروری ہے، خصوصاً نظامِ بنکاری کو غیر سودی بنیادوں پر استوار کرنا ہوگا۔ اس کے لیے اسلامِ سود کے متبادل کے طور پر نفع و نقصان میں شرکت کی بنیاد فراہم کرتا ہے، جو شراکت، مضاربیت یا بنکوں کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ بنک کا کاروبار چار صورتوں میں ممکن ہے: بالاعتماد خدمات، شراکت و مضاربیت پر سرمایہ کاری، بلا معاوضہ خدمات (قرضِ حسنہ)، اور عملی پیش رفت۔ پاکستان میں اس کا عملی آغاز جولائی 1979 میں تین اداروں (ICP، NIT، HBFC) سے ہوا۔ یکم جولائی 1981 سے نفع و نقصان میں شراکت (PLS) کی بنیاد پر کھاتے کھلنا شروع ہوئے اور شراکتی مدنی سرٹیفکیٹ جاری کیے گئے۔ یکم جولائی 1984 سے تجارتی بنکوں کو غیر سودی قرضے جاری کرنے کا حکم دیا گیا اور یکم جولائی 1985 سے تمام ملکی بنکوں کو غیر سودی بنیادوں پر کام کرنے کی ہدایت جاری ہوئی۔ تاہم نومبر 1991 اور 23 دسمبر 1999 کے عدالتی فیصلوں کے باوجود معاملہ دوبارہ زیرِ سماعت آنے کے باعث آج تک مکمل عمل درآمد نہیں ہو سکا۔



معروضی سوالات (MCQs)

1. اسلام کے مطابق ہر چیز کا اصل مالک کون ہے؟
(الف) ریاست (ب) انسان (ج) اللہ تعالیٰ (د) معاشرہ
درست جواب: (ج) اللہ تعالیٰ۔ اسلام کے مطابق ہر چیز کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے، انسان کو صرف امانتاً ملکیت کا حق دیا گیا ہے۔
2. سود کے لیے قرآن و سنت میں کون سا لفظ استعمال ہوا ہے؟
(الف) زکوٰۃ (ب) ربو (ج) عشر (د) خراج
درست جواب: (ب) ربو۔ قرآن و سنت میں سود کے لیے لفظ 'ربو' استعمال ہوا ہے، جس کے معنی اضافہ ہونا ہیں۔
3. شراکت میں نفع و نقصان کیسے تقسیم ہوتا ہے؟
(الف) صرف نفع میں شراکت (ب) برابر شراکت (ج) صرف سرمایہ دار کو نقصان (د) کوئی شراکت نہیں
درست جواب: (ب) برابر شراکت۔ شراکت میں دونوں فریق سرمایہ اور محنت میں شریک ہو کر نفع و نقصان میں برابر شریک ہوتے ہیں۔
4. مضاربت میں نقصان کون برداشت کرتا ہے؟
(الف) محنت کرنے والا (ب) صاحب سرمایہ (ج) دونوں برابر (د) بنک
درست جواب: (ب) صاحب سرمایہ۔ مضاربت میں نقصان کی صورت میں صاحب سرمایہ کو نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔
5. پاکستان میں بلا سود بنکاری کا آغاز کب ہوا؟
(الف) 1975 (ب) 1979 (ج) 1981 (د) 1985
درست جواب: (ب) 1979۔ پاکستان میں بلا سود بنیادوں پر کام کا آغاز جولائی 1979 میں ہوا۔
6. PLS کھاتوں کا آغاز کب ہوا؟



(الف) یکم جولائی 1979 (ب) یکم جولائی 1981 (ج) یکم جولائی 1984 (د) یکم جولائی 1985
درست جواب: (ب) یکم جولائی 1981۔ نفع و نقصان میں شراکت (PLS) کی بنیاد پر کھاتے یکم جولائی 1981 سے کھلنے شروع ہوئے۔

7. احسان کا درجہ کس سے آگے ہے؟

(الف) عدل (ب) مساوات (ج) قناعت (د) تقویٰ
درست جواب: (الف) عدل۔ احسان کا درجہ عدل سے آگے ہے، کیونکہ اس میں انسان کسی کے حق سے بڑھ کر ادا کرتا ہے۔

8. اشتراکی نظام کی بنیاد کس نے رکھی؟

(الف) ایڈم سمٹھ (ب) کارل مارکس (ج) جان کینز (د) ابن خلدون
درست جواب: (ب) کارل مارکس۔ اشتراکی نظام (Socialism) کی بنیاد کارل مارکس نے انیسویں صدی میں رکھی۔

9. سرمایہ داری نظام میں قیمتیں کن قوتوں سے طے ہوتی ہیں؟

(الف) حکومتی حکم سے (ب) طلب و رسد سے (ج) مذہبی رہنماؤں سے (د) بین الاقوامی اداروں سے
درست جواب: (ب) طلب و رسد سے۔ سرمایہ داری نظام میں قیمتیں طلب و رسد کی آزاد قوتوں سے طے ہوتی ہیں۔

10. ذخیرہ اندوزی کرنے والے کو اسلامی ریاست کیا کر سکتی ہے؟

(الف) نظر انداز (ب) بازاری قیمت پر فروخت پر مجبور (ج) انعام دینا (د) کچھ نہیں
درست جواب: (ب) بازاری قیمت پر فروخت پر مجبور۔ اسلامی ریاست کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ذخیرہ اندوز کو اپنا مال بازاری قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور کرے۔

تیز نظر ثانی خلاصہ

• اسلامی معاشی نظام کی 10 بنیادی خصوصیات: ذاتی ملکیت، وسائل کا استعمال، رزق حلال، اعتدال، مال جمع کرنے کی ممانعت، گردش دولت، معاشی آزادی، مساویانہ تقسیم، فلاحی ریاست، قیمتوں کی میکانیت۔



- سود (ربا): سرمائے کے استعمال کا اضافی معاوضہ، اسلام میں سختی سے حرام۔ متبادل: شراکت اور مضاربیت۔
- پاکستان میں بلا سود بنکاری: 1979 (ICP، NIT، HBFC) → 1981 (PLS کھاتے) → 1984 (غیر سودی قرضے) → 1991/1999 (عدالتی فیصلے)۔
- بنیادی اقدار: مساوات، عدل (معاشی عدل)، احسان (عدل سے بڑھ کر)، قناعت و شکر۔
- ذخیرہ اندوزی اور نمائشی اخراجات ممنوع۔ دیگر نظام: سرمایہ داری (نجی ملکیت، آزاد قیمتیں) اور اشتراکیت (حکومتی ملکیت، کارل مارکس)۔
- اسلام بمقابلہ سرمایہ داری و اشتراکیت: تصور ملکیت، سود، تقسیم دولت اور بنیادی اقدار میں نمایاں فرق۔ نوٹس Freebooks.pk نے تیار کیے۔

امتحانی نکات

- اسلامی معاشی نظام کی 10 خصوصیات کو ترتیب سے یاد رکھیں تاکہ تفصیلی سوال میں کوئی نکتہ نہ چھوٹے۔
- شراکت اور مضاربیت کا فرق (سرمایہ + محنت بمقابلہ صرف سرمایہ) خاص طور پر یاد رکھیں۔
- پاکستان میں بلا سود بنکاری کی تاریخ کی اہم تاریخیں (1979، 1981، 1984، 1991، 1999) ترتیب وار یاد رکھیں۔
- عدل اور احسان کا فرق مثال کے ساتھ یاد رکھیں: عدل حق دینا، احسان حق سے بڑھ کر دینا۔
- اسلام بمقابلہ سرمایہ داری اور اشتراکیت کے موازنہ کو جدول کی شکل میں یاد رکھیں۔

